حضرۃ مولانا
محمد انوار اللہ خان
رحمۃ اللہ علیہ

انوار احمدی

مناقب نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا دلآویز مرقع

انوار احمدی

منـاقبِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا دلآویز مرقع

حضرۃ مولانا

محمد انوار اللہ خان

رحمۃ اللہ علیہ

الکتاب ○ گنج بخش روڈ، لاہور

الکتاب

ناشر	:	الکتاب ، گنج بخش روڈ ، لاہور
طابع	:	معارف پرنٹنگ پریس ، لاہور
سال اشاعت	:	۱۹۷۷ء
تعداد	:	۱۰۰۰
قیمت	:	۱۸ روپے

فہرست مضامین

حمدِ محمودے کہ در جملہ صُوَر
شُد بانوارِ محمدؐ جلوہ گر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ✦ امابعد بندہ بے بضاعت محمد انوار اللہ ابن مولانا و مرشدنا مولوی حافظ ابی محمد شجاع الدین صاحب قندھاری و کمنی محبان بارگاہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں عرض کرتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ آقائے دارین نے بنظر کمال بندہ پروری اس ناچیز کی حضوری افضل البلاد مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفا میں منظور فرمائی تھی چند روز ایسے گذرے کہ کوئی کام درس و تدریس وغیرہ کا متعلق نرہا چونکہ نفس ناطقہ بیکار نہیں رہتا۔ یہ بات دلمیں آئی کہ چند مضامین میلاد شریف و فضائل و معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتب احادیث و سیر سے منتخب کرکے منظوم کئے جائیں ہر چند فن شاعری میں نہ کسی سے تلمذ ہے نہ مہارت نہ اہل ہند کے محاورات سے وقفیت مگر صرف اس لحاظ سے کہ یہ خدمت غالباً مناسب مقام ہے اور تعجب نہیں کہ اہل اسلام کو اوس سے کچھ فائدہ

بھی حاصل ہو چند اشعار لکھے اور ہنوز مقصود تک پہنچا نہ تھا کہ ان اشعار کی شرح کرنے کا خیال اسوجہ سے پیدا ہوا کہ جب تک ماخذ ان مضامین کا بیان نہ کیا جائے قابل اعتماد نہ سمجھے جائیں گے چنانچہ اُسی مدت حضوری میں چند اشعار کی شرح لکھی گئی تھی کہ پھر یہ حرمان نصیب مہاجرت صوری میں مبتلا ہوا۔ جب مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں حاضر ہوا اور ان اجزا کی تالیف کا ذکر پیشگاہ اقدس قدوۃ المحققین ہادی منازل تحقیق مرشدنا ومولانا حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز میں آیا۔ ارشاد ہوا کہ ہم ان اجزا کو اول سے آخر تک سنیں گے چنانچہ کمال شوق سے وہ تمام اجزا حضرت نے سماعت فرمائے چونکہ بزرگان دین کو ذکر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کامل دلچسپی اور نسبت عشقیہ ہوتی ہے حضرت ممدوح اکثر مضامین پر نہایت محظوظ ہوتے غرض پوری کتاب کو سماعت فرمانیکے بعد اُسکا نام انوار احمدی تجویز فرماکر اپنی خوشنودی کے اظہار سے اسکو مسجل فرمایا چنانچہ تبرکاً وہ تحریرات درج ذیل ہیں۔ وہ اجزا آجتک یوں رکھے ہوتے تھے اور مشاغل ضروریہ سے اسقدر فرصت نہ ملی کہ اونکی تکمیل ہو سکے۔ ان دنوں بعض احباب خیر خواہ قوم وملت نے اسبات پر زور دیا کہ جسقدر شرح لکھی جاچکی ہے وہ ہی طبع کرادیجائے۔ چونکہ حضرت ممدوح کا ارشاد بھی اوسکے چھپوانے کیلیے تھا اسلئے امتثالاً للامر اس کتاب ناقص کے طبع کا ارادہ کیا گیا۔ اور چند قصائد وغزلیات بھی اوسکے ساتھ ملحق کردئے گئے اگرچہ وہ اس قابل نہیں کہ اہل کمال کے روبرو پیش کئے جائیں مگر چونکہ اوسی زمانہ حضوری میں عرض کیے گئے تھے اس لئے خالی از مناسبت نہیں فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شک نہیں اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دلپذیر
چونکہ منصوصات سے ہیں وہ تمامی مستنیر

جن سے اُترے رحمت اور ہوویں دل اعدا پہ تیر
اہل ایماں مان لینگے اُنکو دل سے ناگزیر

گرچہ ہیں اشعار یہ پر شاعری اس میں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خودسری اسمیں نہیں

قولہ جس سے اُترے رحمت امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں سفیان ابن عیینہ کا قول نقل کیا ہے کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ جب عموماً صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہو تو قیاس کرنا چاہیے کہ سید الصلحاء والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے وقت کسقدر جوش رحمت ہوتا ہوگا۔ قولہ ہوویں دل اعدا پہ تیر

کمافی روایۃ الترمذی فی شمائل النبوۃ وکذا فی سننہ والنسائی والبزار کلہم من
حدیث عبدالرزاق عن جعفر بن سلیمان عن ثابت عن انس رضہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم
دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وابن رواحۃ یمشی بین یدیہ وہو یقول۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ   الیوم نضربکم علے تنزیلہ
ضربا یزیل الہام عن مقیلہ   ویذہل الخلیل عن خلیلہ

فقال عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حرم اللہ تقول شعرا
فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فلہی فیہم اسرع من نضح النبل کذا فی المواہب اللدنیہ
وشرحہ للزرقانی یعنے مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح زرقانی میں روایت ہے انس رضہ
سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ قضا کرنیکے لئے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے
اوس وقت کی یہ حالت تھی کہ حضرت کے آگے آگے ابن رواحہ یہ اشعار پڑہتے جاتے
تھے جسکا یہ ترجمہ ہے۔ ہٹو اے اولاد کفار حضرت کے راستہ سے آج ہم تمکو حضرت کی کتاب
کے حکم پر، ہم ماریں گے کہ سروں کو گردنوں سے جدا کردے اور دوست کو دوست سے
بھلادے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن رواحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
روبرو اور حرم میں تم اشعار پڑہتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر رضہ
انکو انکے حال پر چھوڑ دو کہ انکے اشعار کفار کے دلوں میں تیر سے جلد تر سرایت
کرتے ہیں انتہی اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ اس قسم کے اشعار کہنا
جہاد لسانی ہے کمافی المشکوۃ عن کعب بن مالک رضہ انہ قال للنبی صلی اللہ
علیہ وسلم ان اللہ تعالی قد انزل فی الشعر ما انزل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
المومن یجاھد بسیفہ ولسانہ والذی نفسی بیدہ لکانما ترمونہم

به نضح النبل وله فی شرح السنه وفی الاستیعاب لابن عبد البر انه قال یارسول الله ماذا تری فی الشعر فقال ان المومن یجاهد بسیفه ولسانه ترجمہ کعبؓ ابن مالک نے عرض کی یارسول اللہ حق تعالیٰ نے شعر کی برائی میں آیۃ شریفہ نازل کی یعنی الشعراء یتبعهم الغاؤن مقصود یہ کہ اب شعر کہنا درست نہوگا فرمایا کہ ایمان والے تلوار سے اور زبان سے جہاد کرتے ہیں قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کفار کے مقابلہ میں تمہارا شعر پڑھنا مثل تیراندازی کے ہے۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ شعر کے باب میں کیا حکم ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ نے کہ بلاشک مومن اپنی تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضال اور اُن مخالفین کے جوابات میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرتے ہوں اشعار کا لکھنا جہاد لسانی ہے جو تیر کا کام کرتا ہے۔ قولہ چونکہ منصوصات الخ اس کتاب میں التزام اس امر کا کیا گیا ہے کہ حتی الامکان احادیث وآثار کا مضمون لکھا جائے مگر کہیں کہیں بطور نکات کے اور مضامین بھی جو منقول ہی سے مستفاد ہیں بڑھائے گئے باقی رہی یہ بات کہ سوائے صحاح ستہ کے اور کتب حدیث سے بھی احادیث اس میں نقل کئے گئے ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ کل احادیث صحاح ستہ میں موجود و منحصر نہیں ہیں چنانچہ شیخ ابوالفیض محمد ابن علی فاسی رحمۃ اللہ نے جواہر الاصول میں لکھا ہے کہ صحیحین یعنے بخاری اور مسلم میں بلا تکرار کل چار ہزار حدیثیں ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب رح نے بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ ابوداؤد میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں انتہی اس میں اکثر مکررات بھی ہیں

اور وہ بھی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں علیٰ ہذا القیاس باقی کتب صحاح میں اکثر وہ
حدیثیں ہیں جو ان تینوں کتابوں میں موجود ہیں بہر حال اگر شمار کیا جاوے تو کل
صحاح ستہ میں دس بارہ ہزار حدیثوں سے زاید نہ نکلیں گے حالانکہ قسطلانی نے
شرح بخاری میں امام بخاری رح کا قول نقل کیا ہے کہ لاکھہ حدیثیں صحیح مجھے یاد
ہیں۔ امام سخاوی نے فتح المغیث میں لکھا ہے ذکر ابو محمد السرخسی راوی الصحیح ومن
تبعہ ان الذی لم یخرجہ البخاری من الصحیح اکثر مما اخرجہ اور جواہر الاصول میں امام احمد
بن حنبل رح کا قول نقل کیا ہے کہ ساڑھے سات لاکھہ سے زیادہ حدیثیں صحیح
ہیں اب دیکھیے کہ اگر صحاح ستہ ہی پر صحیح حدیثوں کا مدار رکھا جائے تو لاکھوں حدیثیں
صحیح بیکار ہوئی جاتی ہیں اور تصنیف ان کتابوں کی لغو ٹہیر جاتی ہے حالانکہ ایسے
ایسے محدثین جن کا حال اظہر من الشمس ہے بیفائدہ کام کے مرتکب نہیں ہو سکتے
اور اہل علم یہ تو بخوبی جانتے ہیں کہ بڑے بڑے محدثین مثل ابن حجر عسقلانی
وغیرہ ہزارہا مواقع میں سوائے صحاح ستہ کے دوسرے کتب حدیث سے
برابر استدلال کیا کرتے ہیں پھر ہر بات پر صحاح ستہ کی حدیث کا طلب کرنا تکلیف
مالایطاق ہے بلکہ یہ الزام در حقیقت امام بخاریؒ وغیرہ اکابر محدثین پر عائد ہوگا کیونکہ
باوجودیکہ لاکھوں حدیثیں صحیح یاد رکھتے تھے کیوں جمع نہ کیں اور ہم یہ گمان کبھی نہیں
کر سکتے کہ ان حضرات نے بخل کیا ہے بلکہ وجہ اوسکی یہ ہے کہ ہر محدث کو تالیف
کے وقت ایک مقصود خاص پیش نظر رہا ہے جسکی تکمیل کی اونہوں نے فکر کی اور
یہ مقصود کسی کے پیش نظر نہ رہا کہ انحصار جمیع احادیث صحیحہ کا کیا جاوے ورنہ یہ دعویٰ
کرتے کہ اپنی تصنیف کے سوا کل حدیثیں موضوع یا ضعیف ہیں حالانکہ امام

بخاری و امام احمد ابن حنبلؒ کی تقریر سے ابھی معلوم ہو چکا۔ کہ لاکھوں صحیح حدیثوں کے وجود کا انہوں نے اعتراف کیا ہے۔

لکھا اسکو نظم میں ساہر چند میں شاعر نہیں
تھی یہی لم جو محمد حسان کے تھے روح الامین

۲ کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دین
فیض رحمانی ہے نعت رحمۃ للعالمین

ذکر ختم المرسلین اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

قولہ خوش ہوتے تھے الخ چنانچہ اس خبر سے معلوم ہوتا ہے جو مواہب لدنیہ میں منقول ہے (فقام) اے کعب ابن زہیر صاحب قصیدۃ بانت سعاد (حتی جلس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ فی یدہ) وفی روایۃ ابن ابی عاصم فاسلم کعب وقدم المدینۃ (وکان صلی اللہ علیہ وسلم لایعرفہ فقال یارسول اللہ ان کعب بن زہیر قد جائک لیستامنک تائبا مسلما فھل انت قابل منہ ان انا جئتک بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم قال انا یارسول اللہ کعب بن زہیر قال ابن اسحق فحدثنی عاصم ابن عمر بن قتادۃ انہ وثب علیہ رجل من الانصار فقال یارسول اللہ دعنی وعدو اللہ اضرب عنقہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم دعہ عنک فقد جاء تائبا نازعاً قال فغضب کعب علی ہذا الحی من الانصار لما صنع بہ صاحبہم وذلک انہ لم یتکلم فیہ۔ رجل من المہاجرین الابخیر ثم قال قصیدتہ اللامیۃ التی اولہا بانت سعاد فقلبی الیوم متبول ؎ متیم اثرہا لم یفد مکبول ؎ وفیہا ؎ انبئت ان رسول اللہ اوعدنی ؎ والعفو عند رسول اللہ مامول ؎ الخ (وفی روایۃ ابی بکر ابن الانباری) وابن قانع (انہ لما وصل الی قولہ ان الرسول لنور یستضاء بہ مہند من سیوف اللہ مسلول رمی علیہ الصلوٰۃ

والسلام الیہ بردۃ کانت علیہ وان معاویۃؓ بذل فیہا عشرۃ الاف فقال ما کنت لاوثر بثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احداً فلما مات کعبؓ بعث معاویۃ الے ورثتہ بعشرین الفا فاخذہا منہم قال وہی البردۃ التی عند السلاطین الیوم انتہٰی کذا فی المواہب اللدنیہ وشرحہ للزرقانی۔ وقال الشیخ ابو الشیخ ابو محمد جمال الدین عبد اللہ بن ہشام الانصاری فی شرح قصیدۃ بانت سعاد وکان من خیر قول کعب رضی اللہ عنہ ہذہ القصیدۃ فیما روی محمد بن اسحٰق وعبد الملک بن ہشام وابوبکر محمد ابن القاسم بن بشار الانباری وابو البرکات عبد الرحمن بن محمد بن ابی سعید الانباری دخل حدیث بعضہم فی حدیث بعض ان کعباً الحدیث وذکر الزرقانی انہ روی الحاکم ان کعباً انشدہ من سیوف الہند فقال صلی اللہ علیہ وسلم من سیوف اللہ۔

ترجمہ مواہب لدنیہ میں قصہ کعبؓ بن زہیر کے آنے کا پورا پورا ذکر کیا ہے مگر یہاں مختصر لکھا جاتا ہے کہ کعب بن زہیر جو بھاگے ہوئے تھے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر اس غرض سے آیا ہے کہ امن پائے اگر میں اوسکو حاضر خدمت کروں تو کیا آپ اوسکی عرض قبول فرمائینگے ارشاد ہوا ہاں عرض کی کہ میں ہی کعب بن زہیر ہوں یا رسول اللہ یہ سنتے ہی ایک شخص انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ حکم دیجے کہ میں اس دشمن خدا کی گردن ماروں حضرت نے فرمایا نہیں چھوڑ دو توبہ کر کے اشتیاق میں آیا ہے چونکہ مہاجرین سے کسی نے سوائے خیر کے اونکے

باب میں کچھہ نہ کہا تھا انصار ہی کی اس حرکت سے وہ برہم ہوئے (اسی سبب
سے قصیدہ میں انصار پر کسی قسم کی تعریض بہی کی ہے) پہر قصیدۂ لامیہ پڑہا
جس کا اول بانت سعاد ہے یعنے معشوقہ کی جدائی سے دل میرا بیمار
ہے اور ذلیل اور غلام بنا ہوا اوس کے ساتھہ ساتھہ ہے جو فدیہ دیکر چھوٹ
نہ سکا بلکہ پابزنجیر ہے کہ اوس کے قید خیال سے نہیں نکل سکتا۔
اور اسمیں یہ بھی شعر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ خبر پائی میں نے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں وعید و تخویف کی ہے حالانکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے عفو کی امید ہے روایت ہے کہ جب وہ اس شعر پر
پہونچے ان الرسول لنور۔ یعنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں جس
سے روشنی لیجاتی ہے اور شمشیر ہندبرہنہ ہیں اللہ کے شمشیروں سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے طرف اپنی چادر مبارک پہینکی جو جسم شریف پر
تہی پہر معاویہ رض نے اوس چادر پر دس ہزار درہم لگائے مگر کعب رض راضی نہ ہوئے
اور کہا کہ حضرت کی چادر مبارک میں کسی کو نہ دونگا پہر جب کعب رض کا انتقال
ہوا تو معاویہ رض نے بیس ہزار درہم اون کے ورثہ کے پاس بہیجے اور اون سے
وہ چادر لی۔ عاصم کہتے ہیں کہ یہ وہی چادر ہے جو سلاطین کے پاس آجتک
چلی آتی ہے۔ اور علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ حاکم نے روایت کی ہے
کہ کعب رض نے (من سیوف الهند) پڑہا تہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اصلاح دی اور فرمایا (من سیوف اللہ) کہو انتہی الحاصل اس سے صاف
ظاہر ہے کہ حضرت اشعار نعتیہ سُنکر خوش ہوتے تہے چنانچہ چادر مبارک

عطا کرنا اسپر دلیل ہے فائدہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس روایت سے
کئی استدلال ہو سکتے ہیں (۱) اشعار نعتیہ بطور قصاید کے لکھنا جس میں
تمہید و گریز وغیرہ ہو (۲) معشوقہ جمیلہ اجنبیہ کا ذکر اور اپنی شیفتگی کا حال بیان
کرنا جس کا اتباع ابن فارض اور حافظ و جامی وغیرہ شعراے کرام نے کیا
ہے (۳) شعر کہنے والے کو از قسم لباس عطا کرنا جسکی تبعیت مشایخ
کرام نے کی ہے (۴) لباس کو متبرک سمجھنا باوجودیکہ جزو بدن بھی نہیں
(۵) حاصل کرنے میں تبرکات کے رغبت کرنا جس قدر روپیہ اس کے
لئے صرف ہو اسراف نہ سمجھنا وغیر ذلک اور اسی طرح جب جعدی نے
اشعار نعتیہ پڑہے حضرت نے اونکو دعا دی جس کا اثر اونکی عمر بہر رہا
چنانچہ مواہب لدنیہ اور اوس کی شرح میں زرقانی نے لکھا ہے (وقال
صلے اللہ علیہ وسلم للنابغۃ الجعدی لما قال) اے انشدہ من قصیدۃ المطولۃ
نحو مائتی بیت (ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ + بوادر تحمی صفوہ ان یکدرا + ولا خیر فی
علم اذا لم یکن لہ + حلیم اذا ما اورد الامر اصدرا + لا یفضض اللہ فاک ای لا یسقط
اللہ اسنانک وتقدیرہ لا یسقط اللہ اسنان فیک فحذف المضاف قال)
الراوی لہذا الحدیث عن النابغۃ (فاتی علیہ اکثر من مائۃ سنۃ وکان من
احسن الناس ثغرا) رواہ البیہقی وفی روایۃ ابن ابی اسامۃ وکان من
احسن الناس ثغرا واذا سقط لہ سن نبت لہ اخری وکذا رواہ السلفی فی
الاربعین البلدانیہ ۔عند ابن السکن فی الصحابۃ والدار قطنی فی الموتلف
والمختلف عن کرز بن اسامہ (فرائیت اسنان النابغۃ ابیض من البرد لدعوۃ

صلے اللہ علیہ وسلم، وعند الخطابی فی غریب الحدیث والمرہبی فی کتاب العلم وغیرہما من عبداللہ بن جراد فرایت اسنان النابغۃ کالبرد والمنہل ما انقضمت لہ سن ولا انفلت وحکی فی الاصابۃ الخلاف فی سنہ فروی الحاکم عن النضر بن شمیل عن المنتجع الاعرابی قال اکبر من لقیت النابغۃ الجعدی قلت لہ کم عشت فی الجاہلیۃ قال دارین قال النضر یعنے مائتی سنۃ وقال الاصمعی عاش ائتین وثلثین سنۃ وقال ابن قتیبۃ مات باصبہان ولہ مائتان وعشرون سنۃ انتہیٰ

ترجمہ نابغہ جعدیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک طولانی قصیدہ پڑہا جس کے شعر قریب دو سو کے تھے جب وہ ان شعروں پر پہونچے جن کا ترجمہ یہ ہے (نہیں ہے حلم میں کچہہ خیر جب نہ ہو اوس کے ساتہہ حدت غضب جو بچائے اوس کے صافی کو مکدر ہونے سے۔ اور نہیں ہے علم میں کچہہ خیر جب علم والا ایسا حلیم نہو کہ کوئی امر پیش آئے تو اپنے کو مہلکوں سے رہ کے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنے تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔ راوی کہتے ہیں کہ باوجود یکہ سو برس سے زیادہ انکی عمر ہوئی مگر دانت انکے سب اچہے تہے اور جب کوئی دانت انکا گرتا تو اوسکی جگہہ ایک دوسرا دانت نکل آتا کرزا بن اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے نابغہ کے دانت دیکہے اولوں سے زیادہ سفید تھے یہ اثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا تھا۔ اصابہ میں لکہا ہے کہ نابغہ کی عمر میں اختلاف ہے حاکم نضر بن شمیل سے اور وہ منتجع اعرابی کا قول نقل کرتے ہیں کہ میرے ملاقاتیوں

میں سب سے بڑی عمر والے نابغہ جعدی تھے میں نے انسے پوچھا تھا کہ ایام جاہلیت
میں تمہاری عمر کتنی گذری تھی کہا دو دار نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مراد اوس سے
دو سو برس ہیں۔ اور اصمعی کہتے ہیں نابغہ دو سو تیس برس زندہ رہے۔ اور ابن
قتیبہ کہتے ہیں کہ انتقال اونکا اصبہان میں ہوا اور اسوقت عمر انکی دو سو بیس
برس کی تھی۔ انتہیٰ ف اگرچہ جس مضمون پر حضرت نے خوش ہو کر دعا دی
وہ ایک عام بات ہے کہ حلم کو غضب اور علم کو حلم ہونا چاہئے لیکن چونکہ
صحابہ رضؓ پر یہ بات ظاہر تھی کہ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علے
وجہ الکمال یہ صفتیں ظہور میں آتی ہیں دوسروں سے ظہور میں آہی نہیں سکتی ہیں
اسلئے شاعر نے گو صراحتہ مصداق معین نکیا لیکن مقصود اس سے توصیف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تھی جسکو حسب قول مشہور الکنایۃ افصح
من الصراحۃ پیرایہ حکمت میں بیان کیا پس الحاصل ان دونوں شعروں میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ایسے طور پر ہوئی کہ گویا ان صفات میں کوئی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک نہیں۔ اور اسی طرح دعا دی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جب انہوں نے اشعار نعتیہ پڑھنے
کی اجازت چاہی چنانچہ مواہب لدنیہ میں ہے او لما دخل قال العباس)
بن عبد المطلب کما رواہ الطبرانی وغیرہ اتاذون لی امتدحک قال قل لا
یفضض اللہ فاک فقال۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی	مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد لا بشر	انت ولا مضغة ولا علق

بل نطفۃ ترکب السفین و قد — الجم نسراً و اہلہ الغرق
وردت نار الخلیل مکتتما — فی صلبہ انت کیف یحترق
وانت لما ولدت اشرقت الـ — ارض وضاءت بنورک الافق
فنحن فی ذلک الضیاء وفی النو — ر وسبل الرشاد نخترق
واضاء منک الوجود و نور سنا — وفاح مسکا و نشرک العبق

وفی الخصائص الکبریٰ اخرج الحاکم والطبرانی عن خریم ابن اوس قال ہاجرت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منصرفہ من تبوک فسمعت العباس یقول یا رسول اللہ اریدان امتدحک قال قل لایفضض اللہ فاک فقال الخ ترجمہ روایت کی ہے طبرانی وغیرہ نے کہ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے عرض کی کیا مجھے اجازت ہے کہ مدح میں کچھ عرض کروں فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے یعنے منہ کی رونق نہ بگڑے پس انہوں نے ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار مذکورہ کا ترجمہ یہ ہے۔ پہلے اسکے خوش تھے آپ سایوں میں اور اوس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے پتے یعنے آدم وحوا علیہما السلام کے جسم پر اس آیہ شریفہ کی طرف اشارہ ہے وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ + پھر اترے آپ شہروں میں کہ نہ بشر تھے آپ اور نہ مضغہ بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے نسر کو (جو ایک بت تھا) اور اسکے پوجنے والوں کو (یعنے جب طوفان کا پانی اون کے منہ میں داخل ہوا تھا) آپ خلیل علیہ السلام کی پشت میں مخفی

ہوکر آگ میں گئے پھر کیونکر وہ جل سکتے تھے۔ اور آپ جب پیدا ہوئے روشن ہو گئی زمین اور روشن ہو گیا آپ کے نور سے افق۔ ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں اور راستے ہدایت کے طے کیا کرتے ہیں۔ اور کل وجود آپ سے روشن ہو گیا اور مہک گیا جیسے مشک مہکتا ہے اور آپکی خوشبو پائدار رہے انتہی الحاصل ان تمام روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشعار سے خوش ہوتے تھے **قولہ** تھی یہی لم جو محمد حسان کے تھے روح الامیں + یعنی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظم سے خوش ہوتے تھے اسی وجہ سے جبرئیل علیہ السلام حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تائید کیا کرتے تھے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لحسان ان روح القدس لایزال یؤیدک ما نافحت عن اللہ ورسولہ وقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھجاھم حسان فشفی واشتفی رواہ مسلم ترجمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حسان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ جبرئیل ہمیشہ تمہاری تائید کیا کرتے ہیں جبتک تم اللہ اور رسول کے طرف سے مقابلہ کرتے ہو اور فرمایا حسان نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی انتہی **الحاصل** یہ مدد دینا روح الامین کا حسان ابن ثابت کو اسی وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار پسند تھے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان رض کے لئے مسجد شریف میں

منبر رکھواتے تاکہ اوسپر اشعار نعتیہ پڑہیں چنانچہ اس باب میں جو احادیث ہیں قریب نقل کیجائیں گی۔ کعب اور ابن رواحہ کو اگر یقین نہو تا کہ اشعار نعتیہ کے پڑہنے کو حضرت پسند فرماتے ہیں حضرت کے روبرو اور حرم کعبہ میں اشعار پڑہنے پر کبھی مبادرت نہ کرتے۔ اور علےٰ ہذا القیاس کعب ابن مالکؓ نے جو اول حضوری میں قصیدہ پڑہا اس سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اشعار نعتیہ کو پسند فرمانا مشہور عام تہا ورنہ ایسی حالت خطرناک میں کہ صحابہؓ اونکے قتل کے درپے تہے جس کا حال ابہی معلوم ہوا کعبؓ کبھی جرات نہ کرسکتے چنانچہ ہوا بہی ایسا ہی کہ حضرتؐ نے پسند فرمایا کہ صلہ عنایت ہوا۔

قولہ جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے۔ جاننا چاہئے کہ جملہ عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیدا ہوا چنانچہ زرقانی نے نقل کی ہے روی ابو الشیخ فی طبقات الاصفہانیین والحاکم عن ابن عباسؓ اوحی اللہ الی عیسیٰ آمن بمحمد ومر امتک ان یومنوا بہ فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن صححہ الحاکم واقرہ السبکی فی شفاء السقام والبلقینی فی فتاواہ ومثلہ لایقال رایاً فحکمہ الرفع وعند الدیلمی عن ابن عباسؓ رفعا اتانی جبرئیل فقال ان اللہ یقول لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار وذکر ابن السبع والعزفی عن علیؓ ان اللہ قال لنبیہ من اجلک اسطح البطحا واموج الموج وارفع السماء واجعل الثواب والعقاب۔

ترجمہ وحی کی خدائے تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر کہ تم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم کرو کہ وہ بہی ایمان لاویں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وہ ہیں کہ اگر میں اونکو نہ پیدا کرتا تو نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو جب میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا او سپر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا جس سے وہ ساکن ہو گیا اور ابن سبع اور عزفی روایت کرتے ہیں علیؓ سے کہ فرمایا اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ بسبب آپ کے میں نے زمین کو بچھایا اور موج کو متحرک کیا اور آسمان کو بلند کیا اور ثواب و عقاب مقرر کیا انتھی اور ایک حدیث شریف میں وارد ہے کہ عالم اسلئے پیدا کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور مرتبہ دکھلایا جاوے کما فی المواہب اللدنیہ وفی حدیث سلمان عند ابن عساکر قال ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ربك یقول ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلا فقد اتخذ تك حبیبا وما خلقت خلقا اکرم علی منك ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتك ومنزلتك عندی ولولاك ما خلقت الدنیا۔ ترجمہ سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو آپ کو اپنا حبیب بنایا اور کوئی چیز ایسی نہیں پیدا کی جو میرے نزدیک آپ سے زیادہ بزرگ ہو اور یقین جانئے کہ میں نے دنیا اور اس کے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا کہ اونکو بزرگی اور مرتبہ آپ کا معلوم کراؤں جو میرے نزدیک ہے اگر آپ نہ ہوتے تو دنیا کو میں پیدا نہ کرتا انتھے **ف** حدیث سابق میں جو مذکور ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عالم پیدا کیا گیا ہے اوسکا مطلب بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفرینش خلق سے مقصود

یہ ہے کہ حضرت کا مرتبہ اور عظمت ظاہر ہو پہر جب خدا تیعالےٰ نے صرف اظہار فضیلت کے لئے اسقدر اہتمام کیا ہو تو ضرور ہے کہ تمام عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و نعت میں بدل و جان مصروف ہوگا کیونکہ بادشاہ مثلاً اگر کوئی عمدہ اپنی مرغوب چیز کسی شخص کو تبلائے اور وہ شخص اسکی تعریف نہ کرے تو حمیت پادشاہی اسی کی مقتضی ہوگی کہ اس بے ادبی کی پاداش میں وہ سزاے سخت کا مستحق سمجہا جائے اور ایسا شخص سواے متمرد وسرکش کے دوسرا نہ ہوگا اسی وجہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجہے سب اہل آسمان وزمین جانتے ہیں سوائے نافرمان جن وانس کے کمافی الشفاء وشرحہ للعلی القاری (عن ثعلبۃ بن مالک) کما رواہ ابو نعیم (وجابر بن عبداللہ) کما رواہ احمد والدارمی والبزار والبیہقی عنہ (ویعلی ابن مرۃ) کما رواہ احمد والحاکم والبیہقی بسند صحیح عنہ (وعبداللہ بن جعفر) کما رواہ مسلم وابوداود وعنہ کان لایدخل احدا لحائط الا شد علیہ الجمل فلما دخل علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعاہ فوضع مشفرہ علی الارض و برک بین یدیہ فخطمہ وقال مابین السماء والارض شیٔ الایعلم انی رسول اللہ الاعاصی الجن والانس ومثلہ عن عبید اللہ بن ابی اوفی) ترجمہ کسی باغ میں ایک سرکش اونٹ تہا جسکی وجہ سے اوس میں کوئی نہیں جاسکتا تہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسمیں تشریف لے گئے اور اوسکو بلایا فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو وہ بیٹہہ گیا اور ہونٹ زمیں پر رکہدیا حضرتؐ نے اوسکو مہار لگادی اور فرمایا کہ سوائے نافرمان جن وانس کے

زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جو مجھے نہ جانتی ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں انتھی ہر چند کفار بظاہر مخالف تھے لیکن دل میں ضرور سمجھتے تھے کہ حضرت رسول خدا ہیں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ یعنی پہچانتے ہیں کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے اپنے لڑکوں کو پہچانتے ہیں یعنی بغیر شبہ کے اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ اور متصف باوصاف کمالیہ ہیں دوسری جا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ یعنی ہم جانتے ہیں کہ غمگین کرتا ہے آپ کو وہ جو کفار کہتے ہیں وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے لاکن وہ ظالم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں روایت ہے (قال علی کرم اللہ وجہہ) کما رواہ الترمذی وصححہ الحاکم (قال ابوجہل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انا لا نکذبک ولکن نکذب بما جئت بہ) کذا فی الشفا وشرحہ للعلی القاری ترجمہ علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ قرآن کو جھٹلاتے ہیں اور کتب سیر وغیرہ سے ثابت ہے کہ نبوت کے پہلے سے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہا کرتے اور سمجھتے تھے۔ پس آیہ شریفہ اور احادیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کفار گو ایمان نہ لائے اور تکذیب قرآن شریف کی کرتے رہے مگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے معترف ہی رہے۔ اور سوائے کفار کے تمام موجودات کا پہچاننا بھی حدیث شریف سے ابھی ثابت ہوا

اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ مراد اس معرفت سے معرفت صفات سے ہے نہ معرفت ذات اور یہ بات معلوم ہے کہ معرفت صفات حمیدہ مستلزم مدح ہے اس سے ثابت ہوا کہ ازل سے تا ابد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ممدوح عالم ہیں۔ اور ابن عباس رضی کی روایت مذکورہ سے اور دوسرے احادیث سے جو انشاء اللہ تعالے قریب آتی ہیں یہ بات ثابت ہے کہ حق تعالے نے نام مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنے (محمد رسول اللہ) عرش پر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اولاً وابداً ممدوح اور محمود ہیں کیونکہ ہر چند وضع علم ذات مخصوص پر دلالت کرنے کے لئے ہوتی ہے اور معنے وصفی مراد نہیں ہوتے مگر یہ بھی نہیں ہے کہ بالکل معنی وصفی متروک ہی ہو جائیں کیونکہ لفظ اپنے معنے موضوع لہ اول پر ہمیشہ دلالت کرتا رہے گا جتبک وہ لفظ یا اوس کا مبدا اس معنے میں مستعمل رہے اسی وجہ سے کسی کا نام اللہ رکھنا درست نہیں۔ یا اگر کسی کا نام شیطان رکھا جاے بیشک جب سنے گا رنجیدہ ہوگا پس اس سے معلوم ہوا کہ معنی وصفی متروک نہیں ہوتے بلکہ اکثر وضع بہ لحاظ معنی وصفی کے ہوا کرتی ہے۔ پس جب حق تعالے نے حضرت کا نام وضع فرمایا وقت وضع معنی وصفی مقصود تھے یعنے (حمد کیا گیا) پھر جتبک نام مبارک عرش پر اور حق تعالے کے پاس مسطور و مذکور ہے یعنے ازلاً وابداً حضرت کا ممدوح اور محمود ہونا مستمر ہے فثبت المقصود اگر کوئی اس مقام میں شبہ کرے کہ حدیث ابن عباس رضی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ حق تعالے نے حضرت کا مرتبہ تبلانے کے لئے عالم کو پیدا کیا اس سے لازم آتا ہے کہ افعال

حق تعالیٰ کے معلل بالاغراض ہوں حالانکہ یہ بات خلاف عقیدہ ہے سو جواب اوسکا یہ ہے کہ معلل بالاغراض نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ خدائے تعالےٰ کے کام فوائد و منافع سے خالی ہوں ورنہ بڑی قباحت لازم آئے گی کہ نعوذ باللہ ہر ایک کام عبث ہو جائے حالانکہ حق تعالیٰ اوس کی نفی فرماتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاکُمْ عَبَثًا بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کام میں حق تعالےٰ کو غرض ایسی نہیں جو باعث استکمال ہو جیسے مخلوقات کو ہوا کرتی ہے کیونکہ استکمال بالغیر حق تعالےٰ کے حق میں محال ہے۔ پس اس حدیث شریف کو ایسی سمجھنا چاہیے جیسے آیہ شریفہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن وانس کو مگر تاکہ میری عبادت کریں اور ایک تفسیر پر تاکہ پہچانیں مجھکو) اب یہاں ایک دوسرا شبہ پیدا ہوا کہ اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ جن وانس کی تخلیق عبادت یا معرفت کے لئے ہے اور حدیث ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پر واقف کرانے کے لئے جواب اسکا یہ ہے کہ ضرور نہیں کہ ہر کام میں ایک ہی مقصود ہوا کرے ادنیٰ عقلمند کے ایک ایک کام میں کتنے اغراض ہوا کرتے ہیں چہ جائے کہ خدائے تعالیٰ کا کام اور وہ بھی اتنا بڑا جو آفرینش عالم ہے اسمیں صرف ایک ہی مقصود رہنا کیا ضرور۔ دیکھہ لیجئے عناصر اربعہ سے کتنے کام لئے جاتے ہیں کہ اگر غور کیا جائے تو عقل حیران ہو جائے۔ کیا تخلیق کے وقت یہ سب اغراض و منافع پیش نظر نہ ہونگے۔ پھر اگر آفرینش ثقلین سے دونوں مقصود ہوں تو کیا قباحت لازم آئے گی۔ بلکہ ثقلین اگر باحسن وجوہ عبادت کریں اور تقرب الٰہی انہیں

حاصل ہو جائے تو حضرتؐ کا مرتبہ باحسن وجوہ سمجھ لیں گے۔ ہاں جن وانس کی نسبت اتنا لازم آسکتا ہے کہ ایک قصد اولی ہو اور ایک قصد ثانوی اور ممکن ہے دونوں اولی ہوں۔ اگر کہا جائے کہ جب مقصود یہ تھا تو کفار نے پھر تصدیق کیوں نہ کی۔ سو جواب اوسکا یہ ہے کہ یہی اعتراض بعض لوگ آیہ شریفہ پر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ تخلیق عبادت کے لئے ہے پھر کفار عبادت کیوں نہیں کرتے۔ جو جواب اوس کا دیا جاتا ہے وہی جواب یہاں بھی ہوگا۔ حالانکہ کفار کا حضرتؐ کو جاننا خود قرآن شریف سے ابھی ثابت ہو چکا۔ اگرچہ مناسب اس موقع کے اور احادیث ومباحث ہیں مگر بخوف تطویل اختصار کیا گیا۔

ہیں کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا پھر ہو ذکر سرور عالم کا کیسا مرتبہ	۳	اور از قسم عبادت ہے جو ذکر انبیا جس کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا
	رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاک سے	

قولہ ہیں کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا الخ حدیث شریف میں وارد ہے عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر الانبیاء من العبادۃ وذکر الصالحین کفارۃ وذکر الموت صدقۃ وذکر القبر یقربکم من الجنۃ فہی حدیث حسن لغیرہ کذا فی الجامع الصغیر وشرحہ سراج المنیر ترجمہ روایت ہے معاذؓ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ذکر نبیوں کا ایک قسم کی عبادت ہے اور ذکر صالحین کا یعنی اولیاء اللہ کا کفارہ ہے گناہوں کا۔ اور ذکر موت کا صدقہ ہے۔ اور یاد کرنا قبر کا

نزدیک کرتا ہے تم کو جنت سے **الحاصل** جب اولیا را ور سائر انبیاء علیہم السلام
کا ذکر عبادت اور کفارہ گناہ ہو تو سلطان الانبیاء والاولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کا ذکر کس درجہ کی عبادت اور کفارہ گناہوں کا ہوگا یقین ہے کہ اس ذکر پاک
میں عجب خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ایسی خصوصیت
ہوگی کہ دوسرے میں ہرگز نہ ہو سکے **قولہ** جس کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا
کما فی الشفا (ورد ی) ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ) کما فی صحیح ابن حبان و مسند
ابی یعلے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال لی ان ربی و ربک
یقول تدری کیف رفعت ذکرک قلت اللہ و رسولہ اعلم قال اذا ذُکِرتُ ذُکِرتَ
معی قال ابن عطاء جعلت تمام الایمان بذکری معک وقال ایضاً جعلتک ذکراً
من ذکری فمن ذکرک ذکرنی ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل
علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔کہ جانتے ہو کہ
آپ کا ذکر میں نے کیسا بلند کیا ہے میں نے کہا اللہ اور رسول اوسکا جانتا ہے
کہا جس وقت ذکر کیا جاتا ہوں میں ذکر کئے جاتے ہو آپ میرے ساتھ ۔
ابن عطا کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایمان کا تمام و کمال اس بات پر مقرر
کیا کہ آپکا ذکر میرے ذکر کے ساتھ ہو اور آپ کا ذکر میرا ذکر ہے اور امام سیوطیؒ
نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے واخرج ابو یعلی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی
حاتم وابن حبان وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال اتانی جبریل فقال ان ربک یقول تدری کیف
رفعت ذکرک قلت اللہ و رسولہ اعلم قال اذا ذکرت ذکرت معی ترجمہ

یعنے تفسیر درمنثور میں ہے کہ حدیث موصوف اتنی کتابوں میں موجود ہے - اور
قسطلانی نے اس حدیث کو مقصد ساوس مواہب لدنیہ میں ذکر کیا ہے
مگر اس میں بجائے اللہ ورسولہ اعلم کے اللہ اعلم ہے اور کہا کہ روایت
کیا اسکو طبرانی نے اور ابن حبان نے اوسکو صحیح کہا ہے اور شارح زرقانیؒ
نے لکھا ہے کہ حدیث کی ضیاء مقدسیؒ نے بھی تصحیح کی ہے **نکتہ**
عجب نہیں کہ اذا ذکرت ذکرت معی سے اشارہ ہو طرف حقیقت محمدیؐ
علے صاحبہا الف الف صلوۃ کے جسکی تصریح حضرات صوفیہ واکابر
اولیا فرماتے ہیں والعاقل تکفیہ الاشارہ اور اتنا تو صراحتہً بھی اس حدیث
شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ذکر کیا گیا میں
ساتھہ ہی آپ بھی ذکر کئے گئے یعنی بلا تعین وقت والغیب عند اللہ -
قولہ رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے ہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَرَفَعْنَا
لَكَ ذِكْرَكَ یعنے بلند کیا ہم نے ذکر آپ کا انتھےٰ اس سے کیا ظاہر ہو کہ
حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر
مقرر فرمایا چنانچہ ابی سعیدؓ خدری کی حدیث سے ابھی معلوم ہوا اور رفعت
ذکرہی کی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھہ نام مبارک آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں میں ہر جگہہ اور عرش پر اور در و دیوار پر جنت کے
بلکہ اوس کے ہر ایک پتے پر اور سینوں پر حوروں کے اور فرشتوں کے
آنکھوں کے بیچ میں اور ہر پتے پر شجرہ طوبیٰ اور سدرۃ المنتہے کے اور خاتم پر
سلیمان علیہ السلام کے اور تختی پر اوس خزانہ کے جس کا ذکر قرآن شریف میں ہی

لکھا ہوا ہے چنانچہ قریب انشاء اللہ تعالیٰ وہ احادیث جو اس باب میں وارد ہیں نقل کی جائیں گی **قولہ** مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے ہ امام سیوطیؒ نے درمنثور میں آیۂ شریفہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کی تفسیر میں نقل کیا ہے اخرج ابن ابی شیبہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ عن مجاہد اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ قال بمحمد واصحابہ ترجمہ یعنے مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ (آگاہ رہو کہ اللہ کے ذکر سے دل مطمئن ہوتے ہیں) مراد اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کا ذکر ہے **فائدہ** مجاہدؒ نے بِذِكْرِ اللّٰهِ کی تفسیر میں بمحمد واصحابہ جو کہا ہے ہرچند ظاہر آیۂ شریفہ کے مناسب نہیں معلوم ہوتا مگر چونکہ ایسے محدث جلیل القدر نے تفسیر کی ہے اوسکو بحسن ظن مان لینا چاہیئے کیونکہ ان حضرات کو جبتک کسی معنی کا یقین نہیں ہوتا تفسیر بالرائے نہیں کرتے چنانچہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع کے ابواب تفسیر قرآن میں اسکی تصریح کی ہے۔ کما قال والامام الذہبیؒ عن مجاہد وقتادۃ وغیرہما من اہل العلم انہم فسروا القران فلیس الظن بہم انہم قالوا فی القرآن بغیر علم او من قبل انفسہم وقد روی عنہم مایدل علی ماقلنا انہم لم یقولوا من قبل انفسہم بغیر علم۔ اہل انصاف ضرور یہاں غور فرمائیں گے کہ امام ترمذیؒ باوجود تجربہ علم وعلوشان کے متقدمین کی نسبت کس درجہ کا حسن ظن رکھتے تھے کہ باوجودیکہ تفسیر قرآن کے لئے کمال درجہ کی احتیاط چاہیئے تاہم انکی تفسیر مجرد کو یہ لکھا کہ ایسے اقوال بلا استدلال حدیث قابل اعتبار نہیں بلکہ حسن ظن ظاہر کیا کہ ان حضرات کو ضرور احادیث پہونچی ہونگی گو ہمیں معلوم نہوں

جب اس درجہ کے علماء ایسے مواقع احتیاط میں اقوال متقدمیں کو صرف بحسن ظن مان لیں تو ہم لوگوں کو متقدمیں کی نسبت کسقدر حسن ظن چاہئے کہ نہ ہمیں ویسا علم ہے نہ ویسا فہم۔ افسوس ہے اُن لوگوں سے کہ جنکو عبارت پڑھنے کا بھی حوصلہ نہیں۔ ائمہ مجتہدین پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض چند کتب حدیث پڑھ بھی لیں تو کیا کہیں امام ترمذی ہو سکتے ہیں حاشا و کلا۔ ترمذی وہ شخص ہیں کہ جنکی جلالت شان و تبحر علم و کمال قوت حافظہ پر ایک عالم گواہی دے رہا ہے سچ ہے عالی ظرفوں کی بات ہی کچھ اور ہوا کرتی ہے مثل مشہور ہے جیسا آدمی ویسی بات حضرت علیؓ فرماتے ہیں دولۃ الارذال آفۃ الرجال۔

ذکر نام پاک سے نار جہنم سرد ہو بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیثؑ کو	۴	اور سمی حضرتؐ کا دوزخ میں نہ جاوے سو نو کہ قرین ذکر حق ذکر محمدؐ کیجیو

وحشت آدم کی گئی نام شہ لولاکؐ سے
مردے زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے

قولہ ذکر نام پاک سے نار جہنم سرد ہو۔ مواہب لدنیہ میں ہے روی ان قوما من حملۃ القرآن یدخلونہا فینسیہم اللہ ذکر محمد صلے اللہ علیہ وسلم حتے یذکرہم جبرئیل علیہ السلام فیذکرونہ فتخمد النار وتنزوی عنہم ترجمہ روایت ہے کہ ایک قوم حافظ قرآن دوزخ میں داخل ہوگی جس سے بھلادے گا اللہ تعالے ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر یاد دلائیں گے اونکو جبرئیل علیہ السلام جب یاد کریں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو آگ بجھ جائیگی اور ہٹ جائیگی انسے

قولہ اور سمی حضرت کا دوزخ میں نہ جائے موسومہ مواہب لدنیہ اور شرح زرقانی میں روایت ہے رویناما اخرجہ الحافظ ابوطاہر السلفی وابن بکیر فی جزئہ من طریق حمید الطویل (عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوقف عبدان بین یدی اللہ تعالی فیامر اللہ بہما الی الجنۃ فیقولان ربنا بما استاھلنا الجنۃ ولم نعمل عملاً یجازینا الجنۃ فیقول اللہ تعالی ادخلا الجنۃ فانی آلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد وروی ابونعیم عن نبیط ابن شریط قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی وعزتی وجلالی لا عذبت احداً تسمی باسمک فی النار) ترجمہ روایت ہے انس بن مالک سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو بندے روبرو اللہ تعالے کے کھڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہوگا لیجاؤ انکو جنت کے طرف وہ عرض کریں گے اے رب کس سبب سے ہم قابل جنت ہوئے حالانکہ کوئی عمل ہم نے ایسا نہیں کیا جسکا بدلا جنت ہو ارشاد ہوگا جاؤ جنت میں میں نے قسم کھائی ہے اپنی ذات کی کہ دوزخ میں داخل نہو وہ شخص جسکا نام احمد یا محمد ہو۔ اور نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی نے اپنے عزت وجلال کی قسم کھائی ہے کہ نہ عذاب کریگا دوزخ میں اوس شخص کو جو آپ کے نام کے ساتھ موسوم ہو ہرچند ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ فضیلت تسمیہ کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب موضوع ہیں مگر علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ یہ قول قابل اعتبار نہیں البتہ بعض حفاظ نے جو لکھا ہے کہ کوئی حدیث اس باب میں صحیح نہیں یہ بات اور ہے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا

جیسا کہ کتب اصول حدیث میں مصرح ہے اور ایسی حدیث کیونکر موضوع ہو سکتی ہے جسکو اکابر محدثین مثل حاکم اور بزار ابن عدی ابو منصور ابو سعید ابو یعلی طرابلسی ابن جوزی سلفی ابو نعیم خرائطی ابن بکیر وغیرہ نے موقوفاً و مرفوعاً روایت کیا ہے ہکذا افاد الزرقانی فی شرح المواہب اور احادیث موقوفہ بھی یہاں حکم میں مرفوع کے ہیں اسلئے کہ صحابہ ایسے امور اپنی راے سے نہیں کہہ سکتے جیسا کہ محدثین نے اسکی تصریح کی ہے۔ رہا یہ کہ بعض ملاحدہ و زنادقہ بھی نام مبارک کے ساتھ موسوم ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے فضائل بلکہ جمیع اعمال حسنہ بغیر ایمان کے کچھ کام نہیں آتے مقدم سب سے خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور محبت ہے جب یہی معاملہ ٹھیک نہ ہوا تو سواے جہنم کے پھر کہیں ٹھکانا نہیں الغرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اسقدر عظمت ملحوظ ہے کہ توہین حضرت کے نام کی بھی حقتعالے کو گوارا نہیں۔ **قولہ** ابوالبشر کی وصیت الخ۔ مواہب لدنیہ میں مروی ہے وروی ابن عساکر عن کعب الاحبار قال اقبل آدم علی ابنہ شیث فقال ای بنی انت خلیفتی من بعدی فخذہا بعمارۃ التقوی والعروۃ الوثقی فکلما ذکرت اللہ فاذکر الی جنبہ اسم محمد فانی رایت اسمہ مکتوبا علی ساق العرش وانا بین الروح والطین ثم انی طفت السموات فلم ار فی السموات موضعاً الا رایت اسم محمد مکتوبا علیہ وان ربی اسکننی الجنۃ فلم ار فی الجنۃ قصراً ولا غرفۃ الا وجدت اسم محمد مکتوباً علیہ ولقد رایت اسم محمد مکتوبا علی نحور الحور العین وعلی ورق قصب آجام الجنۃ و علی ورق شجرۃ طوبی وعلی ورق سدرۃ المنتہی وعلی اطراف الحجب وبین اعین الملئکۃ فاکثر ذکرہ فان الملئکۃ من قبل تذکرہ فی کل ساعاتہا۔ **ترجمہ** روایت ہے کہ آدم

علیہ السلام نے اپنے فرزند شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند
تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو پس خلافت کو عمارت تقویٰ اور دستگاہ محکم کے
ساتھ لو اور جب یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو تو اوسکے متصل نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا
ذکر کرو کیونکہ میں نے اون کا نام ساق عرش پر لکھا دیکھا ہے جب میں روح و طین
میں تھا پھر تمام آسمانوں میں پھر کر دیکھا کہ کوئی ایسی جگہہ نہیں جہاں نام محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کا لکھا نہو۔ اور میرے رب نے مجھکو جنت میں رکھا وہاں کوئی محل اور
کوئی بالاخانہ اور برآمدہ ایسا نہیں دیکھا جسپر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لکھا
ہو اور سینوں پر تمام حوروں کے ہر جنت کے تمام درختوں اور شجر طوبےٰ اور
سدرۃ المنتہےٰ کے پتوں پر دوں کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے
بیچ میں نام مبارک محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا ہے اسلئے اکثر اون کا
ذکر کیا کرو فرشتے قدیم سے ہر وقت اون کا ذکر کیا کرتے ہیں انتہےٰ۔ فائدہ حضرت
آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو جو کثرت ذکر حضرت محمدؐ
صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت فرمائی اوسکا منشا ایک تو یہ ہے کہ جب فرشتے
ہمیشہ حضرتؐ کا ذکر کیا کرتے ہیں تو ضرور ہے کہ وہ نہایت عمدہ عبادت ہوگی اور
اور ایسی عبادت زیادہ کرنا بہتر ہوگا۔ دوسرا یہ کہ حق تعالےٰ کو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جیسی محبت ہے کسی کے ساتھ نہیں ہرچند
حضرت ابراہیم بھی خلیل اللہ ہیں مگر حبیب اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے
ساتھ محبت کچھہ اور ہی ہے چنانچہ خود حضرت خلیل اللہ علیہ السلام معترف
ہیں کہ میری خلت اس درجہ کی نہیں کما فی المواہب وشرحہ للزرقانی ولفظ معظم

عن ابی ہریرۃ رضہ وحذیفۃ رضہ قال قال صلے اللہ علیہ وسلم یجمع اللہ الناس

فیقوم المومنون حتی تزلف لہم الجنۃ فیاتون آدم فیقولون یا ابانا استفتح لنا الجنۃ فیقول

وہل اخرجکم من الجنۃ الا خطیئۃ ابیکم آدم لست بصاحب ذلک اذہبوا الی

ابنی ابراہیم خلیل اللہ فیقول ابراہیم لست بصاحب ذلک انما کنت خلیلا

من وراء وراء) الحدیث ترجمہ روایت کی مسلم نے ابوہریرہ اور حذیفہ

رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع کرے گا حق

تعالےٰ لوگوں کو محشر میں کھڑے ہونگے ایمان والے یہانتک کہ قریب

ہوگی اون سے جنت تو وہ آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے اے پدر

بزرگوار ہمارے کھلوایئے ہمارے لئے جنت وہ کہیں گے تمہیں جنت

سے تمہارے باپ آدم ہی کی خطا نے تو نکالا ہے میں اس کام کا نہیں

جاؤ میرے فرزند خلیل اللہ کے پاس۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میں

بھی اس کام کا نہیں ہوں میں خلیل صرف دور ہی دور سے تھا انتہےٰ الحاصل

آدم علیہ السلام پر یہ امر بخوبی منکشف ہوگیا تھا کہ حق تعالےٰ کو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ نہایت محبت ہے کیونکہ ہر ایک مقام پر نام مبارک کو

لکھنا اور فرشتوں سے ہمیشہ ذکر کروانا فرط محبت پر دلیل قطعی ہے چنانچہ

حدیث شریف میں وارد ہے (من احبَّ شیئاً اکثر من ذکرہ) وہو حدیث

مرفوع رواہ ابونعیم والدیلمی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ذکرہ فی المواہب وشرحہ

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کسی چیز کو دوست رکھتا

ہے تو اکثر اوسکو یاد کیا کرتا ہے انتہی۔ اسلئے حضرت آدم علیہ السلام نے

اپنے اوس فرزند کو جو محبوب ترین اولاد اور خلیفہ تھے۔ وصیت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کیا کریں۔ اس وصیت میں بظاہر دو فایدے ہیں ایک خاص نفع ذاتی شیث علیہ السلام کا کہ بدولت اوسکے حق تعالیٰ کے نزدیک انکا تقرب بڑہے۔ دوسرا یہ کہ تمام اولاد کی بھلائی بھی مد نظر تھی کیونکہ جب سب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اپنے پیارے فرزند ولیعہد کو ایسی وصیت کی ہے تو اون میں جو زیرک اور خلف الصدق ہیں ضرور اس کام پر رغبت کرینگے۔ اسپر بھی اگر کسی ناخلف نے پدر مہربان کی وصیت کو لغو سمجھا تو اپنا نقصان کیا۔ یہ تو انکا ذکر تھا جو خود نبی مقرب تھے۔ اب اس موقع میں ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ جب انبیائے اولوالعزم نے ذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں اسقدر اہتمام کیا ہو تو ہم امتیوں کو کس قدر اوسکا اہتمام و التزام چاہیے کیونکہ ہمارا تو دین و ایمان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی محبت کے ساتھ وابستہ ہے۔ دیکھو خود حضور اقدس کیا فرماتے ہیں۔ عن انسؓ قال قال النبی صلے علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین رواہ الشیخان واللفظ للبخاری ترجمہ فرمایا رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی تم میں ایماندار نہیں ہوتا ہے جبتک اوسکے دل میں میری محبت اوسکے باپ اور بیٹے اور سب لوگوں سے زیادہ نہو یعنی تمام عالم سے زیادہ جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہو ایمان ہی نہیں غرض ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو حضرتؐ کی محبت حاصل کرنا چاہیے اور حصول محبت کی مفتاح ذکر ہے چنانچہ ابن قیم نے حادی الارواح الی بلاد

الافراح میں لکھا ہے وقد جعل اللہ لکل مطلوب مفتاحا ومفتاح الولایۃ والمحبۃ الذکر یعنے حق تعالے نے ہر ایک مطلب کے لئے ایک کنجی مقرر کی ہے اور کنجی قرب ومحبت کی ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اگر حاصل کرنا ہو تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کرنا چاہیئے تاکہ محبت حضرتؐ کی پیدا ہو اور بدولت اوسکے ایمان حاصل ہو۔ اور اگر ایمان ہے یعنے حضرتؐ کی محبت ہے جب تو بمقتضاے من احب شیئاً اکثر من ذکرہ خود ذکر ہونے لگے گا

قولہ ؎ لولاہ اشارہ اوس حدیث شریف کی طرف ہے جو مواہب لدنیہ میں ہے دروی انہ لما خرج آدم من الجنۃ رای مکتوبا علی ساق العرش و علی کل موضع فی الجنۃ اسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم مقرونا باسم اللہ تعالے فقال یارب ہذا محمد من ہو فقال اللہ تعالے ہذا ولدک الذی لولاہ ماخلقتک فقال یارب بحرمتہ ہذا الولد ارحم ہذا الوالد فنودی یا آدم لو تشفعت الینا بمحمد فی اہل السموات والارض لشفعناک ترجمہ جب آدم علیہ السلام جنت سے نکلے دیکھا کہ ساق عرش پر اور جنت میں ہر جگہ نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے عرض کیا یارب یہ محمدؐ کون ہیں ارشاد ہوا ہذا ولدک لولاہ ماخلقتک یعنے یہ تمہارے فرزند ہیں اگر وہ نہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ عرض کیا یارب بحرمت اس فرزند کے اس والد پر رحم کر ندا آئی کہ اے آدمؑ اگر تم محمدؐ کے وسیلہ سے کل زمین وآسمان والوں کے حق میں سفارش کرتے تو بھی ہم قبول کرتے۔ اور اسی طرح لفظ (لولاہ) اوس حدیث شریف میں وارد ہے جسکو روایت کیا امام سیوطیؒ نے درمنثور میں

تفسیر آیہ شریفہ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ کے تحت میں کما قال اخرج
الطبرانی فی المعجم الصغیر والحاکم وابونعیم والبیہقی کلاہما فی الدلائل وابن عساکر عن
عمر رضہ بن خطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اذنب آدم الذنب
الذی اذنب رفع راسہ الی العرش فقال اسالک بحق محمد الا غفرت لی فاوحی اللہ
الیہ ومن محمد فقال لما خلقتنی رفعت راسی الی عرشک فاذا فیہ مکتوب لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ فعلمت انہ لیس احد اعظم عندک قدرا ممن جعلت اسمہ
مع اسمک فاوحی اللہ الیہ یا آدم انہ آخر النبیین من ذریتک ولولاہ ما خلقتک۔
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام سے وہ گناہ
صادر ہوا تو عرش کی طرف سر اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے بخش دے اون پر وحی ہوئی کہ محمدؐ کون۔ عرض کیا الٰہی جب پیدا کیا تو نے
مجھکو تو مین نے عرش کے طرف سر اٹھا کر دیکھا تو لکھا ہوا ہے لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ اس سے میں نے جانا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے
ساتھ لکھا ہے اوس سے زیادہ کسی شخص کا مرتبہ تیرے پاس نہوگا۔ وحی آئی
کہ اے آدم وہ نبیوں سے آخر ہوں گے تمہاری اولاد میں (ولولاہ ما خلقتک)
یعنے اگر نہ ہوتے وہ تو نہ پیدا کرتا میں تم کو انتہٰی ابن جوزیؒ نے بھی کتاب الوفا بفضائل
المصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حدیث کو روایت کیا ہے فائدہ
اکثر احادیث میں بظاہر اختلاف ہوا کرتا ہے کہ جسکی توفیق ہر شخص سے ہو نہیں
سکتی۔ ایسے مواقع میں یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ دونوں حدیثوں میں کچھہ
ضعف آجاتا ہو بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر ایک حدیث کو دوسری حدیث

سے تعداد کی وجہ سے قوت پیدا ہو جاتی ہے اسلئے کہ ہر ایک حدیث نفس واقعہ کی صداقت پر گویا دوسری حدیث کی گواہ ہوتی ہے ہاں جن امور زائدہ میں تعارض ہے اونمیں شک پیدا ہو گا نہ کہ نفس واقعہ میں دیکھلو احادیث معراج جو صحیحین وغیرہ میں وارد ہیں اس سے ترتیب مقامات انبیا علیہم السلام میں کسقدر اختلاف ظاہر ہے پہر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ اس وجہ سے وہ سب احادیث ضعیف ہو گئے ہوں بلکہ محدثین حتی الامکان اس قسم کی احادیث میں توفیق دیدیتے ہیں اور کبھی منشا اختلاف کا یہ بھی ہوتا ہے کہ راوی کو ہر چند اصل واقعہ تو یاد ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ بسبب تمادی ایام کے تقدیم یا تاخیر اوقات وغیرہ پورے طور پر یاد نرہنے کی وجہ سے اپنے ظن غالب پر بیان کر دیا ہو چنانچہ ان دونوں حدیثوں میں یہی صورت معلوم ہوتی ہے الحاصل ان دونوں حدیثوں سے مخاطبہ حق تعالے کا آدم علیہ السلام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ثابت ہے کیونکہ ابھی حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کو دوست رکھتا ہے اوسکا ذکر زیادہ کرتا ہے **قولہ** وحشت آدم گئی نام شہ لولاک سے ۃ کما فی المواہب والزرقانی (واخرج ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ہریرۃ رفعہ لما نزل آدم علیہ السلام بالہند استوحش فنزل جبریل علیہ السلام فنادی بالاذان اللہ اکبر اللہ اکبر مرتین اشہد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشہد ان محمداً رسول اللہ مرتین الحدیث) ورواہ ایضاً الحاکم وابن عساکر وقد روی الدیلمی عن علی رأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حزیناً فقال یا ابن ابی طالب مالی اراک حزیناً فمر بعض اہلک یؤذن فی اذنک فانہ دواء للہم فجربتہ فوجدتہ کذلک وقال کل من رواتہ جربتہ فوجدتہ کذلک

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آدم علیہ السلام ہند میں اترے
اونکو وحشت ہوئی اوسوقت جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی اس طور
سے اللہ اکبر اللہ اکبر دوبار اشہد ان لا الہ الا اللہ دوبار اشہد ان محمدا رسول اللہ
دوبار آخر حدیث تک (مقصود یہ کہ بدولت اس اذان کے وحشت جاتی
رہی) اور علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھکو حزین وغمگین دیکھکر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب تم کو میں غمگین پاتا
ہوں کسی سے کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہدے وہ غم کی دوا ہے
علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکو آزمایا فی الحقیقت اس سے
حزن جاتا رہا اور اس حدیث کے جتنے راوی ہیں سبہوں نے ایسا ہی
کہا کہ ہم نے بھی اوسکو آزمایا ہے واقعی یہی تاثیر پائی انتہے نکتہ وجہ
اسکی یہ ہے کہ جب کوئی اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے تو جتنے خیالات
وحشت انگیز ہوں سب محو ہو جاتے ہیں اس لئے کہ جب انسان کو کسی
کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہو اور اوسکو یاد کرے تو دل اسی کیساتھ
متعلق ہو جاتا ہے جس سے خیال اون امور کا جو وحشت انگیز ہوں باقی
نہیں رہتا یعنے کیفیت جدیدہ دل میں متمکن ہونے کی وجہ سے کیفیت سابقہ
محو ہو جاتی ہے جب یہ تاثیر ہر محبوب کے یاد کرنے میں عموماً ٹھیری تو محبوبِ
رب العالمین کے یاد کرنے میں کسقدر تاثیر ہونا چاہیے جب بحسب
عقیدۂ اہل اسلام کسی کیفیت قلبی وغیرہ کا وجود بے تخلیق خالق ممکن نہیں۔
سو جیسے حق تعالیٰ نے ہر محبوب کے یاد کرنے میں تاثیر رکھی ہے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اگر خاص طور پر وہ تاثیر رکھی ہو تو کیا عجب البتہ ان دونو
میں اتنا فرق ہوگا کہ وہاں تذکر کے بعد ایک نئی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس
سے کیفیت سابقہ محو ہو جاوے۔ اور یہاں توسط کیفیت جدیدہ کی ضرورت نہیں
مگر چونکہ تاثیرات اشیا من جانب اللہ ہیں۔ اثر آخری دونوں کا ایک طور پر
ہوا۔ جیسے طب یونانی ومصری یا ڈاکٹری کہ کسی میں علاج بالضد ہے اور کسی
میں بالموافق۔ ہر چند کیفیات درمیانی متغایر ہوں مگر انجام دونوں کا جواز الۂ مرض
ہے ایک ہے **الحاصل** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک
میں یہ اثر دیا گیا ہے کہ وحشت واندوہ کو دفع کرے۔ میں بالیقین سمجھتا ہوں کہ
یہاں باریک ونازک اسرار ہونگے۔ جسکو اہل مذاق جانتے ہوں گے۔ اتنا تو
میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ ادہر شان رحمۃ للعالمینی جلوہ گر ہے کہ نام سے آثار
رحمت ہویدا ہیں۔ اور ادہر عظمت شان غیوری آمادہ قہر ہے کہ جب عموماً
محبوبوں کے ذکر میں وہ تاثیر ہو۔ کیا معنی کہ محبوب رب العالمین کے ذکر
میں وہ اثر نہو۔ دلوں پر جبر ہے کہ بخرق عادت بلا توسط کیفیت جدیدہ وحشت
واندوہ دفع ہوا کرے۔ یہاں ایک بات اور یاد رکھ لینا چاہئے کہ اگر کسی بد اعتقاد
قسی القلب کے دل میں یہ اثر ظاہر نہ ہو تو یہ نہ سمجھیں کہ اوسکی تاثیر میں کچھ
فرق ہے۔ بلکہ وہاں یہ سمجھا چاہئے کہ محل میں صلاحیت نہیں۔ جیسے اطبا
معترف ہیں کہ جب محل میں صلاحیت قبول نہو۔ دوا کیسی ہی قوی الاثر کیوں
نہ ہو کچھ تاثیر نہیں کرتی۔ علی ہذا القیاس اور ادعیہ وسور قرانی باوجود قطعیت
تاثیر کے اسی وجہ سے کبھی اثر نہیں بھی کرتے ہیں فائدہ اگر کوئی یہاں

یہ سوال کرے کہ حدیث شریف سے تو مجموع اذان کی تاثیر ثابت ہوتی ہے اور
اسمیں کئی امور مذکور ہیں خاص حضرت کے نام کی تاثیر کہاں سے ثابت ہوئی
اسکا جواب یہ ہے کہ اذان میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ۔ اور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور نماز کی دعوت۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس اذان سے دعوت
نماز مقصود نہیں ورنہ علی کرم اللہ وجہہ کو کان میں اذان کہلوانے کا ارشاد
کیوں ہوتا۔ فرماویتے کہ اذان وقتیہ سن لو۔ اب رہا خدائے تعالیٰ کا ذکر
سو اسمیں کچھ شک نہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نام پاک میں ہر قسم کی تاثیرات
ہیں۔ اوسکا انکار کون کر سکے۔ مگر یہ بھی تو ہے کہ موثر حقیقی وہی ہے۔
اور وہ مختار ہے چاہے تاثیر کسی شے کی کسی وقت ظاہر کرے چاہے نکرے
چنانچہ آدم علیہ السلام جب سے کہ اپنے مقام سے جدا ہوئے کیا ہو سکتا ہے
کہ اس محل وحشت اندوہ میں سوائے خدائے تعالیٰ کے اور کسی کا ذکر
انھوں نے کیا ہوگا پھر باوجود اسکے نام پاک کی تاثیر ظاہر نہ فرمائی کیونکہ مقصود
کچھہ اور تھا پھر جب وحشت کو انکی دفع کرنا منظور ہوا جبرئیل علیہ السلام بھیجے
گئے کہ اذان کہیں جسمیں نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی تھا اب ذرا
غور کیا جائے کہ ایسے موقع میں آدم علیہ السلام نے کیا خیال کیا ہوگا یہی
وجہ تھی کہ جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد دلا دیا گیا تمامی خصوصیات
حضرت کے جو وہ دیکھہ چکے تھے سب انکھوں کے سامنے ہو گئے اور کہنے
لگے الٰہی بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بخشدے۔ اس سے معلوم ہوا
کہ تمامی اذان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کا ذکر مقصود تھا

جسکی تاثیر ظاہر ہوئی اور اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے قیامت میں بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے صرف تصدیق رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقصود ہوگی کما فی المواہب وشرحہ (واخرجہ) ای حدیث ابی ہریرۃ المذکور الطبرانی والحاکم بلفظ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تحشر الانبیاء علی الدواب والبعث علی البراق ویبعث بلال علی ناقۃ من نوق الجنۃ ینادی بالاذان محضا وبالشہادۃ حقاً حتی اذا قال اشہد ان محمداً رسول اللہ شہد لہ المومنون من الاولین والآخرین) ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیا کا حشر سواریوں پر ہوگا اور سوار ہوں گا میں براق پر اور بلال ناقہ جنت پر ہوں گے اور اذان خالص کہیں گے اور سچی گواہی دیں گے جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہیں گے تو سب اگلے پچھلے اہل ایمان اسکی گواہی دیں گے انتھے - یہ بات ظاہر ہے کہ نہ محشر میں نماز کی دعوت مقصود ہے نہ شہادت توحید کیونکہ وہاں تو کفار بھی موحد ہو جائیں گے مقصود یہ کہ مجموع اذان سے دونوں صورتوں میں ایک ہی چیز مقصود ہے اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں جو رفع وحشت واندوہ کی تاثیر ہے بنظر نام مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے اور وحشت آدم علیہ السلام کی اسی سے زائل ہوئی وہوالمطلوب **قولہ** ٹ لولاک ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے لولاک ماخلقت الجنۃ ولولاک ماخلقت النار اور سلمان فارسیؓ سے لولاک ماخلقت الدنیا مروی ہے چنانچہ دوسری اور چوتھی تسدیس میں دونوں روایتیں مذکور ہوئیں - **فائدہ** یہاں معلوم کرنا چاہیے

کہ آجکل جو غل مچ رہا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک حدیث موضوع ہے
یہ تسلیم بھی کیا جاوے تو اہل جرح کو اس سے فائدہ کیا۔ زمین دریا جنت دوزخ
ثواب عقاب۔ جملہ آدمیوں کے جد بزرگوار۔ بلکہ ساری دنیا جب بدولت
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئی تو افلاک کیا چیز ہیں دیکھلو جنت
دوزخ بدولت حضرت کے پیدا ہونے کی حدیث کو حاکم دیلمی سبکی بلقینی نے
روایت کیا ہے اور زمین ودریا پیدا ہونے کی حدیث کو ابن سبع اور عزفی
نے اور دنیا طفیلی ہونے کی حدیث کو ابن عساکر نے۔ اور ثواب وعقاب
کی حدیث کو ابن سبع وعزفی نے اور خلق آدم علیہ السلام کی حدیث کو طبرانیؒ
حاکم بیہقی ابن عساکر ابونعیم ابوالشیخ بلقینی سبکی نے چنانچہ دوسری اور چوتھی تسدیس
میں ان احادیث کا ذکر ہو چکا۔ اور خصائص کبری میں امام سیوطیؒ نے نقل
کیا ہے اخرج الحاکم والبیہقی والطبرانی فی الصغیر وابونعیم وابن عساکر عن عمرؓ
بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اقترف آدمؑ الخطیئۃ قال
یارب اسألک بحق محمدؐ لما غفرت لی قال کیف عرفت محمداً قال لانک لما خلقتنی
بیدک ونفخت فیّ من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوب
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق
الیک قال صدقت یا آدم ولولا محمدؐ ما خلقتک ترجمہ روایت کیا حاکم اور بیہقی
اور طبرانی نے صغیر میں اور ابونعیم اور ابن عساکر نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام مرتکب خطا
ہوئے عرض کی یارب بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے سوال کرتا ہوں

کہ مجھے بخشدے ارشاد ہوا تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا عرض کیا جب تو نے مجھے پیدا کیا اور اپنی روح مجھہ میں پھونکی تو میں نے سر اوٹھایا جو دیکھا تو عرش کے ہر پایہ پر لاالہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ لکھا ہوا ہے اس سے میں سمجھہ گیا کہ اپنے نام کے ساتھہ اوسی کا نام تو نے ملایا ہوگا جو محبوب ترین خلق تیرے پاس ہے ارشاد ہوا اے آدمؑ تم سچ کہتے ہو اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہوتے تو میں تم کو نہ پیدا کرتا انتھے الحاصل ان سب روایات سے معلوم ہوا کہ تمام عالم کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیلی ہے۔ اب کہیئے افلاک اس سے کہاں نکل سکیں گے۔ بلکہ خود افلاک کا نام بھی صراحتہً علی کرم اللہ وجہ کی روایت میں آچکا ہے جو دوسری تسدیس میں مذکور ہے اب باقی رہی یہ بات کہ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھہ موضوع ہے سو یہ بحث علمی ہے۔ اعتراض کرنیوالے سب ایسے نہیں ہیں کہ ابحاث علمیہ سے واقف ہوں بلکہ اکثر تو ایسے ہوں گے کہ لفظ حدیث کے معنی تک نجانتے ہوں گے ایسے لوگوں کا ایسے موقع میں مقصود کچھہ اور ہی ہوتا ہے خیر الغیب عند اللہ۔ ابن جوزی نے تو اس حدیث کو موضوعات کی کتاب الفضائل میں ذکر نہیں کیا۔ باوجودیکہ کمال تشدد اونکا ظاہر ہے کہ اکثر احادیث ضعیفہ کو بھی داخل موضوعات کردیا ہے۔ ہاں ملا علی قاری نے موضوعات الحدیث میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ صغانی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے مگر ساتھہ ہی یہ بھی لکھا کہ معنے اسکے صحیح ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت میں لولاک ما خلقت الجنۃ ولولاک ما خلقت النار اور ابن عساکر کی روایت میں لولاک

ما خلقت الدنیا وارد ہے۔ انتہے الحاصل حدیث لولاک صحیح ہے گو الفاظ میں کسیقدر
فرق ہو پس اطلاق شہ لولاک میں کچھ کلام نہیں وہو المقصود قولہ مردے زندہ
ہوگئے تاثیر نام پاک سے + مواہب لدنیہ میں ہے وعن انس رض ان شاباً
من الانصار توفی ولہ ام عجوز عمیا فسجیناہ وعزینا ہا فقالت مات ابنی قلنا نعم فقالت
اللھم ان کنت تعلم انی ہاجرت الیک والی نبیک رجاء ان تعیننی علی کل شدۃ
فلا تحملن علی ہذہ المصیبتہ فما برحنا ان کشف الثوب عن وجہہ فطعم وطعمنا رواہ ابن
عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی وابو نعیم۔ ترجمہ روایت ہے انس رض سے کہ
کسی انصاری کا انتقال ہوا جو جوان تھے اور اونکی ماں بڑھیا نابینا تھی ہمنے
اوپر کپڑا اوڑھا دیا اور اس بڑھیا کی تعزیت کی اوس نے پوچھا کیا میرا لڑکا مر گیا
ہمنے کہا ہاں وہ یہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے
اور تیرے رسول کے طرف ہجرت اس اُمید پر کی ہے کہ مدد کرے گا تو میری
ہر سختی میں۔ تو یہ مصیبت مجھپر مت ڈال انس رض کہتے ہیں کہ ہم اپنی جگہہ سے
ہٹے نتھے کہ اُس جوان انصاری نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھایا اور ہمارے
ساتھہ مل کھانا کھایا اور دوسری روایت میں ہے کہ اوسوقت تک وہ زندہ رہے
کہ اونکی ماں کا انتقال اون کے روبرو ہوا روایت کیا اوسکو ابن عدی وابن
ابی الدنیا اور بیہقی اور ابو نعیم نے انتہے سبحان اللہ کیا قوی ذریعہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا اُن بی بی کے دل میں متمکن تھا کہ بغیر سوچنے کے
ویسی نازک حالت میں زبان پر آگیا۔ اور کیسا اعتقاد کامل تھا کہ شک کو کچھ
موقع ہی نہ ملا۔ خوب ذہن نشین تھا کہ جب سب گھر بار چھوڑ کے حضرت

کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت کے ہو رہے تو کیسی ہی مصیبت کیوں نہو جب اس ذریعہ سے دعا کی جائیگی اگر موت بھی ہو تو ٹل جائیگی۔ پھر جب ایسی عقیدت کے ساتھ بارگاہ رب العزۃ میں وہ دعا پہنچی جسمیں نام مبارک حضرت شریک تھا تو یہ اوسکا قبول ہونا کیا عجب کیونکہ ابتدائے نشاء عنصری انسانی میں یہ سنت اللہ جاری ہو چکی ہے کہ بہ برکت نام مبارک دعا قبول ہوا کرے۔ اب یہاں یہ بحث باقی رہی کہ تاثیر احیا ہجرت میں تھی یا نیت میں یا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یا مجموع میں۔ اور اگر مجموع میں ہو تو جزو اعظم کون ہے۔ چونکہ یہ بحث مسئلہ تاثیر اذان کے مشابہ ہے جسکا ذکر ابھی ہوا اسلئے بخوف تطویل ناظرین کی طبع رسا اور وجدان سلیم پر حوالہ کر دیا جاتا ہے الحاصل بعد غور کے معلوم ہو سکتا ہے کہ تاثیر نام پاک کی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا۔

حضرت آدمؑ نے اوس فرزند سے یہ بھی کہا دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا	۵	میں تفرج کیلئے جب آسمانوں پر گیا اور ہر اک پتے پہ جنت کے ہے نام اوسکا لکھا
	سینے حوروں کے ملائک کی جبینیں تا بعرش ہر جگہ اس نام کا ہے عالم علوی میں نقش	

قولہ حضرت آدمؑ نے اوس فرزند سے یہ بھی کہا الخ + تسدیس ثالث میں کعب احبار کی روایت مذکور ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کہاں کہاں لکھا ہوا ہے آسمانوں پر ہر جگہ جنت کے در و دیوار پر حوروں کے سینوں پر سدرۃ المنتہےٰ طوبےٰ اور اشجار جنت کے پتے پتے پر پردوں کے اطراف اور فرشتوں کے آنکھوں کے

تسبیح میں اور یہ بھی مذکور ہوا کہ فرشتے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
ذکر میں مصروف ہیں اور سوائے اسکے اور روایات مرفوعہ بھی اسکے موید ہیں
چنانچہ امام سیوطیؒ نے خصائص کبری میں ذکر کیا ہے اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ
عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فی الجنۃ شجرۃ
علیہا ورقۃ الا مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی درخت جنت میں ایسا نہیں جس کے پتوں پر
لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ نہ لکھا ہو۔ اور امام ثعلبی نے تفسیر کشف البیان
میں بسند متصل روایت کیا ہے عن ابن عباس عن علیؓ ابن ابی طالب
رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علی ساق العرش
مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکرؓ الصدیق و عمرؓ الفاروق ترجمہ
روایت ہے علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں نے عرش کی ساق پر دیکھا لا الہ الا اللہ محمدؐ
رسول اللہ ابو بکرؓ صدیق و عمرؓ فاروق لکھا ہے اسی طرح خصائص الکبریٰ میں
نقل کیا ہے اخرج ابن عدی و ابن عساکر عن انسؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی رایت علیؓ ساق العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ ایدتہ بعلی ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
کہ شب معراج عرش کی ساق پر میں نے لکھا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ایدتہ بعلی یعنی تائید دی میں نے اونکو علیؓ سے انتھے اور خصائص کبریٰ میں
یہ روایت بھی ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کعبؓ احبار

سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فضائل کی ہمیں خبر دو جو قبل
ولادت شریف ظہور میں آئے۔ کہا میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ
ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک پتھر پایا تھا جس پر
چار سطریں لکھی تھیں پہلی سطر انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدونی۔ دوسری سطر
انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسولی طوبیٰ لمن آمن بہ واتبعہ الحدیث اور اسکے
سوا خصائص کبریٰ اور مواہب لدنیہ وغیرہ میں بہت روایتیں
مذکور ہیں کہ اکثر بلاد میں اشجار واحجار پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا اکثر لوگوں نے دیکھا ہے
اور جابر رضؓ سے روایت ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی مہر کا نقش یہ تھا
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اگرچہ ابن جوزیؒ نے اس روایت کو موضوع
کہا ہے مگر امام سیوطیؒ نے تعقبات میں لکھا ہے کہ عبادۃ بن صامت
رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت وارد ہے جسکی تخریج طبرانی نے
کی ہے **الحاصل** جو شخص یہ بات جان لے کہ حق تعالیٰ نے پہلے پہل
جب کتابت کو ایجاد فرمایا سب سے پہلے نام پاک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا اپنے نام کے ساتھ لکھا۔ پھر اوسکو اس قسم کی کسی بات
میں شک نہو گا بلکہ یہ سمجھ جائیگا کہ یہ چند مواقع کیا اگر سارا عالم نام آوری پر
آنحضرتؐ کے گواہی دے تو کوئی بڑی بات نہیں فردوس دیلمی
میں روایت ہے اول شی خط اللہ عزوجل فی الکتاب الاول انی انا اللہ
لا الہ الا انا سبقت رحمتی غضبی فمن شہد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہٗ
ورسولہ فلہ الجنۃ (عبد اللہ بن عباس اپنے روایت ہے عبد اللہ بن عباس رضؓ

سے کہ پہلی بات جو اللہ تعالیٰ نے پہلی کتاب میں لکھی یہ ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں میری رحمت میرے غصہ سے بڑھی ہوئی ہے پھر جو شخص گواہی دے کہ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اوسکے بندہ اور رسول ہین اوس کے واسطے جنت ہے۔

الحاصل اِن تمام روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ جو قدر و منزلت اور خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقتعالیٰ کے نزدیک ہے اوسکا کچھہ شمار و حساب نہیں۔ اب یہ معلوم نہیں کہ منشا اور سبب اوس کا کیا ہے کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی تھے تو اتنا کافی تھا کہ مثل دوسرے رسولوں کے بعد ادا کرنے فرض منصبی یعنی تبلیغ رسالت کے مستحق تحسین ہوتے۔ اسکے کیا معنی کہ ہنوز عالم کا نام تک کسی زبان پر نہیں آیا تہا کہ لسان غیب سے آپ کی نام آوری کے ہر طرف چرچے ہو رہے ہیں۔ آدم نے جب عدم سے آنکھ کھولی پہلے پہل جس چیز پر نظر پڑی آپ ہی کا نام گرامی تھا جو خالق بے ہمتا کے ساتھ ساتھ ہر جگہ جلوہ گر تھا۔ ہر پتا گواہی دے رہا ہے کہ اونکی نظیر کا کہیں پتا نہیں اور ہر فرشتہ ذکر میں آپ کے رطب اللسان اور بزبان حال نغمہ سرا ہے کہ (بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر) ایک طرف انبیائے الوالعزم نعت گوئی میں مصروف ہیں کوئی آرزو امتی ہونے کی کر رہا ہے اور کوئی اونکا توسل کرکے حق تعالیٰ سے مرادیں مانگ رہا ہے۔ معلوم نہیں کونسی جانفشانی آپ کی قبل وجود حق تعالےٰ کو ایسی پسند آگئی تھی کہ

اسقدر قدر افزائی ہوئی - یہ ظاہر ہے کہ اگر جانفشانی پر اسکا مدار ہوتا تو انبیائے سابق زیادہ تر مستحق ان مراتب کے تھے - معاذ اللہ یہاں عبودیت و عبادت کو کیا دخل - یہ ایک خاص فضیلت ہے جس کا وجود قبل تخلیق عالم ہو چکا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اب اگر بالفرض کوئی تمام ملائک وجن وانس وغیرہ کی عبادت کر کے یہ توقع رکھے کہ ہم بھی الیسا رتبہ حاصل کر سکتے ہیں تو کیا ممکن ہوگا نعوذ باللہ من ذٰلک یہ بھی ایک قسم کا جنون سمجھا جائے گا خالق عالم جل شانہٗ ازل سے ابد تک کی فضیلت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر چکا ازل کا حال تو کسیقدر معلوم ہوا ابد کا حال بھی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا شمہ یہ ہے کہ جنت کی کنجیاں حضرتؐ ہی کے ہاتھ میں ہونگی اور سلطنت جنت کی حضرتؐ ہی کو مسلم ہے پھر یہ خیال کہ کسی دوسرے کو بھی حضرتؐ کی سی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے اس خدائی میں تو اسکا ظہور ممکن نہیں - کیونکہ یہاں تو انحصار ازل و ابد کا ہو گیا - اب اس سے زیادہ اس خیال میں خامہ فرسائی کرنا کلمات کفر کی حکایت کرنا ہے - کسی مسلمان کو طمع تو درکنار - خیال تک نہیں آسکتا کہ شرافت وفضیلت ذاتی میں حضرتؐ کے ساتھ کسی قسم کی تساوی ڈھونڈھے (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ دوسرا شخص خاتم النبیین ہونا محال ہے - پھر بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ اگرچہ دوسرا خاتم النبیین ہونا محال و ممتنع ہے مگر یہ امتناع لغیرہ ہوگا نہ بالذات جس سے امکان ذاتی کی نفی نہیں ہو سکتی - کیونکہ امکان ذاتی اور امتناع لغیرہ میں کچھ

منافات نہیں۔ سواوسکا جواب یہ ہے کہ وصف خاتم النبیین خاصہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو دوسرے پر صادق نہیں آسکتا۔ اور موضوع لہ
اس لقب کا ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ عند الاطلاق کوئی دوسرا
اس مفہوم میں شریک نہیں ہو سکتا۔ پس یہ مفہوم جزئی حقیقی ہے۔ اور
کلیت مفہومی جو وضع سے قطع نظر کرنے میں معلوم ہوتی ہے بسبب وضع
کے جاتی رہی۔ جیسا کہ عبداللہ جب کسی شخص کے لئے وضع کیا جاتا ہے
جزئی حقیقی ہو جاتا ہے۔ اور مفہوم کلی اس لفظ کا اوسکی جزئیت میں کچھ فرق
نہیں لاتا۔ بلکہ اگر غور کیا جاے تو معلوم ہو کہ یہ مثال بھی پورے طور پر
بیان تائید نہیں دیتی۔ اسلئے کہ عبداللہ عین وقت وضع میں برابر دوسروں
پر کہا جاتا ہے۔ بخلاف لفظ خاتم النبیین کے جب سے واضع نے اوسکو
وضع کیا ہے کبھی دوسرے پر اوسکا اطلاق کیا ہی نہیں اور نہ اطلاق اوسکا
سواے ایک ذات کے دوسرے پر صحیح ہو سکتا ہے۔ اسلئے کہ ختم انتہا کو
کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ انتہا متجزی نہیں ہو سکتی تاکہ دو شخص اس صفت کے ساتھ
متصف ہوں۔ پھر جب عقل نے بہ تبعیت نقل ایک ذات کے اتصاف کو
مان لیا اوسکے نزدیک محال ہو گیا کہ دوسری ذات اس صفت کے
ساتھ متصف ہو سکے۔ اور بحسب منطوق لازم الوثوق قولہ تعالیٰ مَا یُبَدَّلُ
الْقَوْلُ لَدَیَّ کے جب ابدالآباد یہ لقب مختص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ہی کیلئے ٹھیرا۔ تو جزئیت اس مفہوم کی ابدالآباد کے لئے ہو گئی۔ کیونکہ یہ لقب
قرآن شریف سے ثابت ہے جو بلاشک قدیم ہے الحاصل اس مفہوم کی

جزئیت میں کوئی شک نہیں - اور یہ بات عبداللہ میں نہیں - اب اوس
دعویٰ کا قضیہ بناے کہ (غیرہ علیہ السلام خاتم النبیین بالامکان) بادنے
تامل ثابت ہوجائیگا کہ یہ قضیہ بحمل صحیح منعقد ہی نہیں ہوسکتا - اسلیئے کہ حمل
جزئی حقیقی کا کلی پر صحیح نہیں - اور اگر بنظر اہمال موضوع کے جزئی سمجھا جاے
پھر خواہ وہ معین ہو خواہ غیر معین غیر موضوع لہ محمول کا ہوگا - اور ابھی معلوم ہوا
کہ محمول جزئی حقیقی ہو تو اوسکا حمل دوسری جزئی پر ہرگز نہیں ہوسکتا - جیسا
(زید عمرو) درست نہیں - اور حمل مذکور کے عدم جواز کی دوسری وجہ
یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر درست نہیں - جیسے
الحمار کاتب) یا (غیر آدم علیہ السلام ابوالبشر) یا (زید ابوزید) یعنے زید اپنا
آپ باپ ہے مثال آخری ممثل لہ پر اسوجہ سے منطبق ہے کہ عمرو
مثلاً زید کا باپ ہے تو یہ صفت اوسکا خاصہ ہوگی - پھر یہ صفت اگر غیر عمرو
پر اطلاق کیجاے تو اس امر میں کہ موضوع غیر ذی الخاصہ ہے زید اور بکر
دونوں برابر ہوں گے پس اطلاق ابوزید خاصہ کا اگر بکر پر صحیح ہو تو چاہیئے
کہ اوسکی جہت سے زید پر بھی صحیح ہو کیونکہ غیر ذی الخاصہ ہونے میں دونوں
برابر ہیں واللازم باطل فالملزوم مثلہ - اور قطع نظر اوسکے یہ تو ظاہر ہے کہ
زید کا پدر حقیقی جب عمرو ہو تو یہ صفت دوسرے پر کیونکر صادق آسکے -
الحاصل خاصہ ایک شے کا دوسرے پر صادق نہیں آسکتا - ورنہ وہ خاصہ
خاصہ نہو گا وہو خلف - لم اس کا یہ ہے کہ محمول کو چاہیئے کہ ذاتی موضوع کا ہو
یا عرضی - اور حمل وہی صادق آتا ہے جہاں مبدا محمول کا ذاتی موضوع کا ہو

جیسے الانسان ناطق ؔ یا صفت منضمہ ہو جیسے زید کاتب یا منتزعہ ہو خواہ
بالاضافت جیسے السماء فوقنا یا بلا اضافت جیسے الاربعۃ زوج پھر جب مبدا
محمول کا خاصہ کسی دوسری چیز کا ہو تو غیر ذی الخاصہ کی نہ ذاتی ہو سکے گا ۔
نہ وصف منضمہ نہ منتزعہ ۔ اس سبب سے خاصہ کا حمل غیر ذی الخاصہ پر صحیح نہیں
پس معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کا حمل غیر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر صحیح
نہیں ۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ نسبت حکمیہ وقت حمل پیدا ہوتی ہے ۔ پھر
حمل ہی نہیں تو نسبت حکمیہ کہاں ۔ اور جب نسبت ہی کا پتا نہ ہو تو جہت
امکان کیونکر ثابت ہو سکے ۔ اسلئے کہ جہت تو نسبت کی کیفیت کا نام ہے تو
ضرور ہوا کہ ثبوت کیفیت کے پہلے ثبوت نسبت ہو کیونکہ ثبوت الشی للشی
فرع ثبوت ثبت لہ ہے ۔ یا یوں کہئے کہ ثبت العرش ثم انقش الحاصل اس سے
معلوم ہوا کہ قضیہ مذکورہ غلط ہے ۔ اور سنئے محمول قضیہ کا جو جزئی حقیقی ہے
اگر دوسری چیز پر حمل کیا جائے تو سلب الشئے عن نفسہ لازم آئیگا ۔ دیکھو
اس حمل کی نظیر بعینہ (زید عمرو) ہے سو جبتک زید سے زیدیت یا عمرو سے
عمرویت مسلوب نہ ہو عمرویت زید میں قائم نہیں ہو سکتی ۔ اور ظاہر ہے کہ
سلب الشئے عن نفسہ محال ہے ۔ پھر یہ محال جو لازم آرہا ہے وقت
حمل سے ہے یعنی ہنوز نسبت ہی کا وجود نہیں ہوا کہ محال لازم آگیا تا بہ امکان
چہ رسد اور علی سبیل التنزل اگر مساوق بھی ہو تب بھی امکان کو محل نہ ملا ۔
اس تقریر سے بھی یہی ثابت ہے کہ وہ قضیہ باطل ہے ۔ کیونکہ مستلزم محال
محال ہوا کرتا ہے ۔ اب اگر کہا جائے کہ یہ بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ ہے

سواوسکا جواب یہ ہے کہ تقریر بالا سے امکان ذاتی کا وجود باطل ہوگیا اگر
اس بطلان کو بھی منجملہ وجوہ امتناع لغیرہ کے تصور کرلیں تو امتناع کا پلہ خوب ہی
بھاری ہوجائیگا جسمیں بطلان ذاتی یعنے امتناع ذاتی بھی شریک ہوگا۔ سو وہ
دعوئ امکان ذاتی کا کہاں رہا۔ اور اوس دعوی کا ابطال اس تقریر سے
بھی ہوسکتا ہے کہ مفہوم خاتم النبیین کا اگرچہ کلی ہے مگر کلیت اسکی ایسی
نہیں جیسے انسان وغیرہ کی ہے اسلئے کہ انسان کے افراد کثیرہ
ہونے میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی بلکہ موجود ہیں بخلاف خاتم النبیین
کے کہ اسکے معنی میں کثرت صادق آہی نہیں سکتی جیسے مرکز یا اول یا
آخر یا مبدا۔ حال مرکز کا سنئے کہ مرکز اوس نقطہ کو کہتے ہیں کہ جتنے خطوط
اوس سے نکل کر محیط تک پہنچیں سب آپسمیں برابر ہوں۔ وہ خطوط
نصف قطر دائرہ ہوں گے جن کے ملتقی کا نام مرکز ہے۔ پھر اگر اون
خطوط کی ابتدا محیط دائرہ سے لیجاے تو مرکز منتہی ان خطوط کا ہوگا اور
اگر مرکز سے لیجاے تو وہ مبدا اون کا ہوگا۔ بہرحال خواہ وہ مبدا ہو یا منتہی
مرکز ایک نقطہ معین ہوگا جس کا فرض کرنا ہر جگہ مثل اور نقطوں کے
ممکن نہیں۔ اور اسی نقطہ میں یہ صفت قایم ہوگی کہ مبدا یا منتہی اون تمام
خطوط کا ہے جو نصف قطر دائرہ ہوسکیں۔ اب اگر سواے اوس نقطہ
معینہ کے دوسرا نقطہ فرض کریں اور کہیں کہ ممکن ہے کہ وہ بھی مرکز اوس
دائرہ کا ہو تو یہ فرض محال ہوگا اسلئے کہ وہ صفت مختصہ (یعنے منتہی اون
خطوط کا ہونا) دوسرے میں قایم نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ دوسرا نقطہ اوس

دائرہ میں جس جگہ فرض کیا جاوے اصلی مرکز سے ہٹکر ایک نصف قطر پر ہوگا
تو جملہ خطوط مذکورہ کا مبدا یا منتہیٰ ہونا تو درکنار خود اوس خط کا مبدا یا منتہیٰ نہیں
ہوسکتا جسپر وہ واقع ہے اسلئے کہ آخر وہ خط بھی نصف قطر ہے اور ہر نصف
قطر کا مبدا مرکز حقیقی ہونا لازم ہے ورنہ خط نصف قطر نہوگا الحاصل مصداق
مرکز کا اگر دوسرا فرض کیا جاوے تو انسلاخ الشئے عن لوازمہ بل عن ذاتہ
لازم آجائیگا اور یہ محال لذاتہ ہے۔ اب اوس دائرہ کے کسی نقطہ میں
صلاحیت اور امکان نہیں کہ مرکز اور منتہیٰ اون خطوط کا بن سکے۔ یہانتک کہ
اگر خود واضع اس دائرہ کا چاہے کہ کسی دوسرے نقطہ کو اوس دایرہ کا
مرکز قرار دے تو نہیں ہوسکتا کیونکہ کسی میں صلاحیت ہی نہیں ہاں وقت
دایرہ کھینچنے کے ممکن تھا کہ جس نقطہ کو چاہتا مرکز بنا دیتا لیکن جب اس نقطہ کو
معین کر چکا تو سب نقاط موجودہ وغیر موجودہ کو اوس دائرہ کے مایوسی
کلی حاصل ہوگئے کہ اب کوئی مرکز نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ مرکز کوئی شئے
موجود فی الخارج نہیں وجود اوسکا صرف علم میں ہے کیونکہ مرکز بھی ایک نقطہ ہے
اور ماہیت نقطہ کی یہی ہے کہ طرف خط ہو اور ظاہر ہے کہ خود خط بالفعل
موجود نہیں ورنہ ترکب سطح کا خطوط سے لازم آئیگا جو باطل ہے۔ پھر جب
خط ہی کا وجود نہیں تو مرکز جو طرف اوسکا ہے کہاں۔ مگر باوجود اسکے
مرکز ایک معین شئے ہے اسلئے اوس دائرہ یا کرہ پر اطلاق دائرہ کا
جب ہی ہوگا کہ نسبت محیط کی مرکز کے ساتھ ہر جہت میں برابر ہو اور
اگر مرکز ہی نہو جو احد المنتسبین ہے تو نسبت کیسی۔ پھر جب سے کہ مرکز

معین ہوا وہ صفت مختصہ اوسکی یعنے (منتہائے جمیع خطوط مذکورہ کا ہونا) بھی اسپر صادق آرہی ہے۔ ہرچند یہ صفت بھی کلی ہے مگر کلیت اوسکی بھی مثل کلیت مرکز کے ہے کہ قبل تعین مصداق کے علی سبیل البدلیت مصادیق اوسکے بہت سے ہو سکتے ہیں اور جب مصداق معین ہوگیا اب احتمال کثرت کا جاتا رہا۔ پس یہ صفت اگرچہ کہ علم مرکز کا نہیں مگر اختصاص میں اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ عندالاطلاق سوائے اس مرکز کے جو جزئی حقیقی ہے دوسرے کے طرف ذہن منتقل ہو ہی نہیں سکتا اسی طرح خاتم النبیین کا مفہوم کہ عندالاطلاق سوائے اس ایک ذات خاص کے دوسرا کوئی متبادر نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ بعد تعین مصداق کے مرکز اور مبدا اور منتہا میں کثرت نہیں آسکتی۔ اسی طرح اول و آخر سلسلہ کا مبدا اور منتہیٰ ہوگا وہاں بھی اس قسم کی تقریر جاری ہوگی۔ چونکہ خاتم النبیین کے معنی بھی منتہائے نبیین ہے اس سبب سے یہ بھی اس قسم کی کلی ہوگی کہ بعد تعین مصداق کے جزئی حقیقی ہو جائے اور سوائے ایک ذات کے دوسرے پر صادق نہ آسکے ہاں کلیت اوسکی قبل تعین مصداق متحقق ہے کہ علی سبیل البدلیت بہت افراد پر صادق آسکتی تھی جیسے مرکز مثال مذکورہ میں۔ اب یہ دیکھا جائے کہ مصداق اوسکا کب سے معین ہوا سو ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ابتدائے عالم امکان سے جس قسم کا وجود فرض کیا جائے ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت مختصہ کے ساتھ متصف ہیں کیونکہ حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرما چکا ہے۔

اب کونسا ایسا زمانہ نکل سکے گا کہ صفت علم و کلام باری تعالیٰ پر مقدم ہو۔ پھر تعین ذات خاصہ اور اتصاف اس صفت مختصہ کے لئے وجود خارجی شرط نہیں جیسے مرکز میں ابھی معلوم ہوا۔ اور قطع نظر اوسکے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے اور جس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین یعنی ہنوز آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے اور میں نبی تھا اب ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے متصف اس صفت خاصہ کے ساتھ ہیں۔ اور جو تقلبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عالم میں ہوئے ہیں اوسکو ہم ایسے سمجھتے ہیں جیسے لڑکپن جوانی وغیرہ کہ ذات ہر وقت میں محفوظ ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ امام سیوطیؒ نے مسالک الحنفا میں نقل کیا ہے وقد قال ابن عباسؓ فی تاویل قول اللہ وتقلبک فی الساجدین ای تقلبک من اصلاب طاہرۃ من اب بعد اب الی ان جعلک نبیا اسی مضمون کو حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے نظم میں لکھا ہے تنقل احمد نور عظیم ٭ تلالا فی جبین الساجدینا ٭ تقلب فیہم قرنا فقرنا ٭ الی ان جاء خیر المرسلینا ٭ ذکرہ الامام السیوطیؒ فی مسالک الحنفا اور حافظ العصر ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے ٭ نبی الہدی المختار من آل ہاشم ٭ فعن فخرہم فلیقصر المتطاول ٭ تنقل فی اصلاب قوم تشرفوا ٭ بہ مثل ما للبدر تلک المنازل ٭ ذکرہ السیوطیؒ فی المقامات السندسیہ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عالم شہادت کے پہلے بھی ذات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظ تھی کیونکہ تقلب صفت سے ہے اور تمام اور قیام صفت کا

بغیر ذات موصوف کے محال ہے اس عالم میں تشریف فرما ہونے کے پیشتر
آدم علیہ السلام سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو کنت نبیا اور
اول ما خلق اللہ نوری سے معلوم ہوا در بعد آدم علیہ السلام کے بھی جو
وتقلبک فی الساجدین سے معلوم ہوا الحاصل وجود جزئی حضرت کا ثابت
ہے اگرچہ اطوار وجود مختلف ہوں اور حالت جزئیت میں اتصاف اس
صفت کے ساتھ بھی موجود رہا پھر خاتم النبیین کے جزئی حقیقی ہونے میں کیا
کلام اگر کہا جاوے کہ اس تقریر سے خاتم النبیین مثل دوسرے اعلام کے
ایک علم ہو جائیگا تو اسمیں فضیلت ہی کیا ہوئی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے علم کی
حقیقت معلوم کر لیجئے کہ ہر جماعت انسان اپنے مافی الضمیر ظاہر کرنے میں
محتاج اس امر کی ہے کہ ہر چیز کے مقابلہ میں ایک لفظ مقرر کرے تا جو شخص
اوس وضع سے واقف ہو وہ لفظ سنتے ہی سمجھ جاوے کہ مقصود متکلم کا یہ ہے
اب اس وضع کے وقت یہ ضرور نہیں کہ اس لفظ میں کوئی معنے وصفی ہوں
بلکہ حروف تہجی سے چند حروف لیکر جو لفظ ترکیب دیدیا جاوے وہی علم
ہو جائیگا اور اگر کوئی لفظ معنی دار علم ہو تو معنے سابق اس میں نہیں ہوتے
اس سے معلوم ہوا کہ تقرر علم کا صرف اسیواسطے ہے کہ اسکے کہنے سے
ذات معینہ معلوم ہو جائے بخلاف صفت کے کہ سوائے ذات کے ایک
دوسرے معنی پر بھی اس سے دلالت ہوتی ہے مثلاً عالم کہ اس سے
ذات مع صفت علم سمجھی جاتی ہے اور صفت کا مبدا اوس ذات میں موجود
ہوگا۔ اور علم میں یہ بات نہیں اب دیکھئے کہ صفت ختم نبوت کی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ازل سے قائم ہے جیسے ابھی مذکور
ہوا مگر صفت مختصہ ہونے کی وجہ سے انحصار اس صفت کا ذات مبارک میں ہے
اس انحصار سے یہ لازم نہیں آتا کہ لفظ خاتم النبیین علم ہو جاوے کیونکہ یہ لفظ
ذات مع الصفت پر دلالت کرتا ہے نہ صرف ذات پر الحاصل صفت
خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ازلاً وابداً مسلم ہو گئی اب
کسی دوسرے کا اتصاف اس صفت مختصہ کے ساتھ محال ہے جیسے کہ
سوائے نقطۂ مخصوصہ کے متصف بصفت مرکزیت ہونا کسی دوسرے
نقطہ کا دائرہ خاص میں محال ہے۔ اب ہم ذرا ان صاحبوں سے پوچھتے
ہیں کہ اب وہ خیالات کہاں ہیں جو کل بدعۃ ضلالۃ پڑھ پڑھ کے ایک عالم کو
دوزخ میں لیجا رہے تھے۔ کیا اس قسم کی بحث فلسفی بھی کہیں قرآن و
حدیث میں وارد ہے۔ یا قرون ثلثہ میں کسی نے کی تھی پھر ایسی بدعت
قبیحہ کے مرتکب ہو کر بجسب واقع کیا استحقاق پیدا کیا۔ اور اس مسئلہ
میں جبتک بحث ہوتی رہے گی اوس کا گناہ کسکی گردن پر۔ دیکھئے حدیث
شریف میں وارد ہے۔ فی المشکوٰۃ وعن جریرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا
من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارہم شئے الحدیث رواہ مسلم یعنے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اسلام میں برا طریقہ نکالے تو
علاوہ اوس جرم ارتکاب کے جتنے لوگ اوس کے بعد اوس پر عمل کرتے
رہیں سب کا گناہ اوس کے ذمہ ہوگا اور اون کے گناہ میں کچھ کمی نہو گی

روایت کیا اسکو مسلم نے انتہیٰ - بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں - ویسا ہی اگر آپ کے نزدیک بھی رہتے تو اسمیں کیا نقصان تھا - کیا اس میں بھی کوئی شرک وبدعت رکھی تھی جو شاخ شانے نکالے گئے - یہ تو بتلائیے کہ ہمارے حضرت نے آپ کے حق میں ایسی کونسی بدسلوکی کی تھی جو اوس کا بدلہ ایسے طور پر کیا جارہا ہے کہ فضیلت خاصہ کا مسلم ہونا مطلقاً ناگوار ہے - یہانتک کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالے فرمارہا ہے کہ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں - کمال تشویش ہوئی کہ ہائے فضیلت مختصہ ثابت ہوئی جاتی ہے جب اس کے ابطال کا کوئی ذریعہ دین اسلام میں نہ ملا فلاسفہ معاندین کی طرف رجوع کیا - اور امکان ذاتی کی شمشیر دودم اون سے لیکر میدان میں آکھڑے ہوئے - افسوس ہے اس ذہن میں یہ بھی نہ سوجھا کہ معتقدین سادہ کو انتظار اس خاتم فرضی کا کسقدر کنوئیں جھکائیگا - مقلدین سادہ کے دلوں پر اس تقریر معقولی کا اتنا تو ضرور اثر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا گو وہ قائل معقولی کو نہ سمجھے ہوں - چنانچہ بعض اتباع نے اسی بناپر الف ولام خاتم النبیین سے یہ بات بنائی کہ حضرت ان نبیوں کے خاتم ہیں جو گزر چکے - جس کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ جو انبیا پیدا ہوں گے اون کا خاتم کوئی اور ہوگا - معاذ اللہ اس تقریر نے کہانتک پہنچادیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا - ذرا سوچئے تو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو خاتم النبیین ہونے میں یہ احتمالات نکالے

جاتے تو کسقدر حضرتؐ پر شاق ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے صرف توراۃ کے
مطالعہ کا ارادہ کیا تھا اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کیسی متغیر
ہوگئی کہ چہرۂ مبارک سے آثار غضب پیدا تھے۔ اور باوجو اس خلق عظیم کے
ایسے صحابیؓ جلیل القدر پر کیسا عتاب فرمایا کہ جسکا بیان نہیں۔ جو
لوگ مذاق تقرب واخلاص سے واقف ہیں اوسکو سمجھ سکتے ہیں۔ پھر یہ
فرمایا کہ اگر خود موسیٰؑ میری نبوت کا زمانہ پاتے تو سوائے میری اتباع کے
ان سے کچھ نہ بن پڑتی۔ دیکھ لیجئے وہ روایت مشکوۃ شریف میں ہے
عن جابرؓ ان عمر بن الخطابؓ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنسخۃ من
التوراۃ فقال یا رسول اللہ ہذہ نسخۃ من التوراۃ فسکت فجعل یقرء ووجہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر فقال ابو بکرؓ ثکلتک الثواکل ما ترے
ما بوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر عمر الی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فقال اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام
دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد بیدہ لو بدا لکم
موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان موسیٰ حیا وادرک
نبوتی لاتبعنی رواہ الدارمی یعنے روایت ہے جابرؓ سے کہ ایکبار عمرؓ نے
توریت کا نسخہ لاکر عرض کی یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے حضرتؐ
خاموش ہوگئے وہ لگے پڑھنے ادہر چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا ابوبکرؓ نے
یہ دیکھکر کہا اے عمرؓ تم تباہ ہوگئے کیا چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھتے عمرؓ
یہ دیکھتے ہی کہنے لگے میں پناہ مانگتا ہوں خدا اور رسول کے غضب سے

ہم راضی ہیں اپنے پروردگار اور دین اسلام اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسٰیؑ تم میں ظاہر ہوتے اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر اونکی پیروی کرتے تو ضرور گمراہ ہو جاتے اگر موسٰیؑ اسوقت زندہ ہوتے اور میری نبوت کے زمانہ کو پاتے تو میری ہی اطاعت کرتے اور روایت احمد وبیہقی میں وما وسعہ الا اتباعی ہے یعنی سوائے میری اتباع کے اون سے کچھ بن نہ پڑتی اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب عمر رضی اللہ عنہ کے سے صحابی با اخلاص کی صرف اتنی حرکت اسقدر ناگوار طبع غیور ہوئی۔ تو کسی زید وعمرو کی اس تقریر سے جو خود خاتمیت میں شک ڈالدیتی ہے۔ کیسی اذیت پہنچتی ہوگی۔ کیا یہ ایذا رسانی خالی جائیگی ہرگز نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ترجمہ جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو لعنت کریگا اونکو اللہ دنیا اور آخرت میں اور مہیا کر رکھا ہے اونکے واسطے ذلت کا عذاب انتہی نسال اللہ تعالیٰ توفیق الادب وہو ولی التوفیق۔

ہے درود پاک بھی ذکر شہ عالی مقام بھیجتا ہے خود درود اوس فخر عالم پر مدام	۶	ہر طرح سے جسکا خالق کو ہے منظور اہتمام اور فرشتے وا اپنا مشغول ہیں جسمیں تمام

کیسی طاعت ہوگی وہ جسمیں ہے خود حق بھی شریک
ہے جو طاعت سے بری جس کا نہیں کوئی شریک

قولہ ہے درود پاک بھی ذکر شہ عالی مقام: تیسری تسدیس میں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو ایسی کچھہ رفعت دی ہے کہ کسی کو
وہ بات نصیب نہیں۔ اور اسی وجہ سے نام مبارک ہر جگہہ آسمانوں وغیرہ میں
لکھا ہوا ہے جس کا بیان تسدیس رابع میں گذرا۔ منشا اسکا یہ ہے کہ بحسب
حدیث شریف من احب شیئاً اکثر ذکرہ حبیب کا ذکر جس قدر ہو اچھا معلوم
ہوتا ہے عام اس سے کہ خود کریں یا کوئی دوسرا۔ پھر جو سخن شناس اس
نکتہ سے واقف ہیں ظاہر ہے کہ اپنے خالق کی رضاجوئی کے واسطے
خود اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بکثرت کرینگے انکے لئے کوئی
ترغیب کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے وہ لوگ کہ جبتک کسی کام میں کوئی
نفع خاص نہیں دیکھ لیتے اوس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کے لئے
اقسام کی ترغیبیں دیگئیں۔ پھر انمیں بھی دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعضوں کا میلان
نفع دنیوی کے طرف زیادہ ہوتا ہے اور بعضوں کا نفع اخروی کے طرف ہر ایک
کو اسکی خواہش کے مطابق وعدے دئے گئے۔ چنانچہ صنف اول کے لئے
ارشاد ہوتا ہے کہ بدولت اس ذکر خاص کے فقر دفع ہوتا ہے۔ رزق کشادہ
ہوتا ہے۔ بلکہ کل امور کے لئے اسمیں کفایت ہے۔ اور کوئی فکر باقی
نہیں رہتا۔ جو لوگ کثرت ثواب کے طالب۔ اور نفع اخروی پر راغب
ہیں اونکی رعایت سے ارشاد ہے کہ ثواب اس ذکر خاص کا پہاڑوں برابر
صدقہ دینے کے اور کئی غلام آزاد کرنیکے مساوی ہے۔ اور جہاد سے بڑھکر۔
بلکہ تمام روے زمین کے لوگ جتنا عمل کریں سب کے برابر۔ اور حق تعالے
پاس سب عملوں سے زیادہ اوسکی فضیلت ہے اس کے سبب سے ہزاروں

نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ ہزار ہا گناہ مٹائے جاتے ہیں۔ درجے بلند کئے جاتے ہیں ذاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرنیکے پیشتر اپنا مقام جنت میں دیکھ لیگا روز قیامت عرش کے سایہ میں رہکر ہول و دہشت سے وہاں کے نجات پائیگا۔ شفاعت اور قربت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اوسکو نصیب ہوگی سب کام آخرت کے اوسپر آسان ہونگے۔ حق تعالےٰ کے غضب سے امن پائیگا اور برعایت اون لوگون کے جو طالب رضاے حق ہیں ارشاد ہے کہ اوس سے دل طاہر ہوتے ہیں حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے فرشتے اوس شخص کے حق میں دعائے مغفرت کیا کرتے ہیں اور خود حق تعالےٰ آمین فرماتا ہے۔ پھر عموماً اہل ایمان کی ترغیب کے واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بذات خود مع تمامی ملایک کے ذکر خیر آنحضرت کا کیا کرتا ہوں علی ہذا القیاس اسکے سواے اور بہت سی ترغیبیں دیگئیں۔ پھر اگر اسپر بھی کوئی نہ مانے۔ تو سزا اوسکی یہ ہوئی کہ نہ طہارت اسکی پوری ہو نہ نماز اور نہ دعا قبول ہو اور وہ شقی جنت کی راہ سے بھٹک کر داخل دوزخ ہوگا۔ الحاصل جس طرح حق تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرمایا رفع ذکر کے ذریعے بھی ویسے ہی قایم کئے تا قطع نظر ان طرق رفع ذکر کے جو مذکور ہوئے ہر مسلمان بھی طوعاً و کرہاً ذکر خیر میں مصروف رہے۔ پھر وہ ذکر جس کے واسطے وعدے وعید ہیں ایسا نہیں ہے کہ صرف نام مبارک کی تکرار ہوا کرے کیونکہ اسمیں بے ادبی ہے بلکہ خود حق تعالیٰ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلی نام سے یاد نہ فرمایا بلکہ جب کبھی خطاب کیا یا یاد فرمایا کسی نہ کسی صفت کیساتھ ذکر کیا جیسے یا ایہا الرسول

اور یا ایہا النبی - وما آتاکم الرسول وغیرہ - مگر ایک دو جائے جہان بالکل تعیین مقصود
تھی صفت کے ساتھ نام کو ذکر فرمایا - بخلاف دوسرے انبیا کے کہ ہر جگہ اونکے
نام کی تصریح فرمائی اور خطاب بھی اصلی نام کے ساتھ کیا جیسا قلنا یا آدم اسکن
وناد یناہ ان یا ابراہیم - اور یا موسی اقبل وغیرہ - الغرض ذکر شریف مودبانہ ہونے
کے لئے ایک خاص وضع مقرر کیگئی جو مقتضائے ادب ہے - پھر جو شخص اس
وضع کی پابندی کے ساتھ ذکر موصوف کیا کرے وہی مستحق ان وعدوں کا
ہوگا - اور وہ وضع بعینہ دعا کی سی ہے جسمیں توجہ اللہ تعالے کے طرف ہو اور
معلوم ہے کہ دعا کو خضوع وخشوع ضرور چاہئے - پھر اوسکے چند صیغہ مقرر
کئے گئے - اور ہر صیغہ میں جُدی تاثیر رکھی گئی - پھران صیغوں کو ایک خاص قسم
کی شرافت عطا ہوئی اور وہ نام سرفراز ہوا جو خاص معبود حقیقی کی عبادت
کا نام ہے - یعنے صلوۃ - پس معلوم ہوا کہ صلوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایک قسم کے ذکر کا نام ہے - نکتہ تسدیس سابق میں یہ بات ثابت ہوئی کہ
جب حق تعالے کا ذکر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوتا ہے کما قال اللہ
تعالے اذا ذُکرتُ ذکرتَ معی اور یہاں معلوم ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ذکر ہو حق تعالیٰ ذکر بھی لازم ہے اس تلازم طرفین نکتہ سنجان
رمز شناس مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى کے معنی بخوبی سمجھ سکتے ہیں
امر وجدانی بیان کے قابل نہیں قولہ ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو
منظور اہتمام ثنا بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ذکر مبارک بکثرت ہوا کرے اسلئے تمام مسلمانوں کو درود شریف

پڑہنے کا امر فرمایا اور کس خوبی کے ساتھ کہ ہیں خود اس کام میں مشغول ہوں اور
تمام ملائک بھی اے مسلمانو تم کو بھی چاہیے کہ اس کام میں مصروف رہو مطلب
یہ کہ جب خود خدا ے تعالیٰ اور تمام ملائک تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پر ہمیشہ درود بھیجا کریں تو تمکو چاہیے کہ بطریق اولی اوس میں دلدہی اور
جانفشانی کرو نہ یہ کہ ایک دو بار پر اکتفا کرلو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے جو جو احسان امتیوں پر ہیں اظہر من الشمس ہیں اگر فکر ہے تو ہماری
بخشایش کا ہے۔ اگر دعا ہے تو ہماری بخشایش کی ہے ہمیشہ ہماری
بھلائی کی ہی فکر میں گزاری۔ اگر امتیوں کو کچھ ارشاد ہوتا ہے تو یہی مقصود ہے
کہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے دنیا و آخرت میں قہر الٰہی سے محفوظ رہکر
فوائد دارین حاصل کریں۔ اور اگر حق تعالےٰ کے ساتھ گفت و شنود ہے
تو اسی بارہ میں کہ کسی نہ کسی طرح سے راستہ انکی نجات کا نکلے اور پروردگار
ان سے راضی ہو جائے باوجودیکہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضیٰ
وغیرہ آیتوں سے تسکینیں دیگئیں۔ مگر خدا جانے فرط محبت امت
نے کیا کیا خیالات پیش کروے تھے کہ ہر وقت خلوت و جلوت میں حالت
نزع تک امت ہی کا خیال اور اسی کی بخشایش کا حق تعالیٰ سے سوال وجواب
رہا۔ اب ایسا کون کمبخت ہوجا ایسے محسن کے احسانوں کو بھول جاے۔
مقتضاے انسانیت تو یہ ہے کہ بمصداق الانسان عبید الاحسان کے
ساری عمر شکر گزاری میں بسر کریں۔ اور یہ صرف مقتضاے انسانیت ہی نہیں
شریعت بھی یہی کہہ رہی ہے کہ جس نے اپنے محسن کی شکر گزاری نہ کی

خدا کا شکر بھی نہ کیا چنانچہ ارشاد ہے عن ابی ہریرہ رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ رواہ الترمذی کذا فی تجرید الاصول یعنے فرمایا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے محسن کا شکر نہ کیا اوسنے اللہ تعالیٰ
کا بھی شکر نہ کیا انتھے۔ اُن احسانوں کا شکر تو کسی سے کیا ہو سکتا ہے اتنا تو ہو
کہ ذکر خیر میں حضرت کے رطب اللسان رہیں۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ
خدائے تعالیٰ اور فرشتے تو ذکر خیر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رہیں اور
باوجود احسانوں کے ہم سے یہ بھی نہ ہو سکے۔ میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی
شخص امتی ہونیکا دعویٰ کرے اور پھر حضرتؐ کے ذکر خیر سے اوس کو انکار ہو۔
الغرض جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن مدارج سے واقف ہو جسکا
اہتمام ازل سے ہو رہا ہے۔ اور یہ جان لے کہ باوجود اس رفعت شان کے
ہمہ تن ہماری خیر خواہی کے طرف متوجہ ہیں تو پھر یہ نہو سکیگا کہ ذکر خیر میں حضرتؐ
کے کوتاہی کرے یا منتظر حکم جدید رہے اسی وجہ سے حق تعالےٰ نے
پہلے ہی سے اہتمام اس امر کا فرمادیا کہ جب عشاق حضرتؐ پر درود پڑہیں۔
(جو ایک قسم کا وہ بھی ذکر خیر ہے) تو چاہئیے کہ شکریہ اوسکا بھی عالم غیب سے
ہوا کرے۔ چنانچہ جب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے
خلق ہوئے ہیں ایک فرشتہ خاص اسی کام پر مقرر ہے کہ جب کوئی حضرتؐ
پر درود پڑہتا ہے تو وہ فرشتہ گویا شکریہ میں اس کے کہتا ہے کہ تجھپر بھی
حق تعالیٰ رحمت کرے چنانچہ کنز العمال میں روایت ہے عن ابی طلحۃ الانصاری
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبرئیل فقال یا محمد من صلی علیک

من امتك صلوٰۃ کتب اللہ لہ بہا عشر حسنات ومحا عنہ عشر سیئات ورفع بہا
عشر درجات وقال لہ الملک مثل ما قال لک قلت یا جبرئیل وما ذاک الملک
قال ان اللہ تعالیٰ وکل لک ملکا من لدن خلقک وفی روایۃ منذ خلقک
الی ان یبعثک لا یصلی علیک احد من امتک الا قال وانت صلی اللہ علیک
رواہ الطبرانی وابو الفرج ابن الجوزی فی کتاب الوفا مع زیادۃ یعنے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل نے میرے پاس آکر کہا کہ اے
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو امتی آپ کا آپ پر درود پڑہے تو حق تعالےٰ
اسکے بدلے دس نیکیاں لکھتا ہے دس گناہ مٹاتا ہے دس درجہ بڑہاتا ہے
اور فرشتہ اوس کے حق میں وہی کہتا ہے جو وہ آپ کے لئے کہتا ہے
کہا میں نے اے جبرئیل فرشتہ کیسا کہا کہ حق تعالےٰ نے جب سے آپ کو
پیدا کیا ہے ایک فرشتہ قیامت تک متعین ہے اس غرض سے کہ جو
آپ کا امتی آپ پر درود پڑہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے (وانت صلی اللہ علیک)
یعنے تجہپر بھی خدا رحمت کرے روایت کیا اسکو طبرانی نے اور ابن جوزی
نے کتاب الوفا میں مع زیادتی کے انتہیٰ ذکر کیا اس حدیث کو کنز العمال اور
مسالک الحنفا اور وسیلۃ العظمی میں۔ فتوحات ربانیہ شرح اذکار نوویہ میں
شیخ محمد بن علی نے حافظ ابو ذرہروی کا قول نقل کیا ہے کہ درود شریف کا
حکم سنہ ۲ھ دو ہجری میں نازل ہوا بعض کہتے ہیں مہینہ شعبان کا تہا اسیواسطے
شعبان کو شہر صلوٰۃ کہتے ہیں انتہیٰ اب دیکھئے کہ درود شریف پڑہنے کا حکم
سنہ ۲ھ سے ہوا اور فرشتہ موصوف پہلے ہی سے مقرر کیا گیا ہے کس قدر

اہتمام درود شریف کا اس سے ظاہر ہے اور یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ حکم سے پہلے درود شریف پڑہنے والے بھی موجود ہوں گے سوائے اوسکے
اور دو فرشتے خاص اس کام پر مقرر ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ذکر کسی کے روبرو ہو اور وہ درود پڑہے تو وہ فرشتے اسکے واسطے مغفرت
کی دعا کیا کریں جیسا کہ وسیلۃ العظمیٰ میں ہے عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وکل لی ملکین لاذکر عند عبد مسلم
فیصلی علیّ الا قال ذانک الملکان غفر اللہ لک وقال اللہ وملئکتہ جوابا لذینک
الملکین آمین ولا اذکر عند عبد مسلم فلا یصلی علیّ الا قال ذانک الملکان
لاغفر اللہ لک وقال اللہ وملائکتہ جواباً لذینک الملکین آمین -
رواہ الطبرانی وابن مردویہ ترجمہ روایت ہے حسن بن علی رضی اللہ عنہما
سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مقرر کئے حق تعالیٰ نے میرے لئے
دو فرشتے کہ جب کسی بندہ مسلمان کے آگے میرا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ
مجھپر درود پڑہتا ہے تو وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں غفر اللہ لک یعنی بخشدے
اللہ تعالیٰ تجھکو پہر خود حق تعالیٰ اور دوسرے فرشتے جواب میں اون کے
آمیں کہتے ہیں اور جس نے میرا ذکر سنکر درود نہ پڑہا تو وہ دونوں فرشتے کہتے
ہیں نہ بخشے تجھکو اللہ تعالیٰ اور آمیں فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور دوسرے
فرشتے اونکے جواب میں انتہیٰ - اور اسی مضمون کی یہ بھی روایت ہے
ویروی انہ قیل لہ یا رسول اللہ ارایت قول اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ
یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

فقال علیہ السلام ہذا من العلم المکنون ولولا انکم سالتمونی عنہ ما اخبرتکم بہ ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ وکل لی ملکین فلا اذکر عند مسلم فیصلی علی الا قال ذانک الملکان غفر اللہ لک وقال اللہ وملئکتہ جوابا لذینک الملکین آمین ولا اذکر عند عبد مسلم فلم یصل علی الا قال ذانک الملکان لا غفر اللہ لک وقال اللہ عزوجل وملئکتہ جوابا لذینک الملکین آمین کذا فی تفسیر القرطبیؒ وقال ابن حجر فی الدر المنضود اخرجہ الطبرانی وابن مردویہ والثعلبی وغیرہم بسند فیہ متروک ترجمہ

روایت ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ حق تعالےٰ جو فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیہ کیا بات ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایک علم پوشیدہ ہے۔ اگر تم نہ پوچھتے تو نہ خبر دیتا میں تمکو اوس سے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے میرے لئے مقرر فرمائے ہیں کہ جب کسی مسلمان کے آگے میرا ذکر ہوتا ہے اور وہ مجھپر درود پڑھتا ہے تو وہ کہتے ہیں غفر اللہ لک اور حق تعالےٰ اور اس کے فرشتے اون کے جواب میں آمین کہتے ہیں۔ اور جس نے میرا نام سُنا اور درود نہ پڑھا تو وہ دونوں کہتے ہیں نہ بخشے خدا اے تعالےٰ تجھکو اور ویسا ہی جواب میں آمیں ارشاد ہوتا ہے اسقدر زہے طالع اون لوگوں کے کہ جسکی خاص دعا کے واسطے فرشتے مقرر ہیں اور خود حق تعالےٰ اور تمام فرشتے آمین کہتے ہیں۔ یہ صرف طفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کا ہے ورنہ شان کبریائی کہاں اور یہ لفظ کہاں۔ اگرچہ یقین ہے کہ معنے اس لفظ کے کچھ اور ہیں۔ مگر اس لفظ کو استعمال تو فرمایا۔ سبحان اللہ

بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو کیا کیا رتبہ مل رہے ہیں
کہ جس کا بیان ہو نہیں سکتا مگر یہ بھی معلوم رہے کہ فقط امتی ہونا کافی نہیں
مدار اوسکا صرف اسی بات پر ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ معاملہ ٹھیک رہے ورنہ رتبے کیسے۔ ایمان کا پتا لگنا دشوار ہے
حدیث لایؤمن احدکم حتے اکون احب الیہ من نفسک کو دیکھ لیجئے کہ کیا
کہہ رہی ہے۔ کلام اسمیں تھا کہ حق تعالےٰ نے خاص اس کام کے لئے
دو فرشتے معین کئے ہیں کہ درود پڑھنے والوں کے حق میں دعاے خیر
کیا کریں اب ان فرشتوں کی عظمت کو سوچئے کہ کل روے زمین کے
مسلمان جب کبھی درود پڑھیں وہ سن لیتے ہیں اور ہر ایک کا جواب فوراً ادا کرتے
ہیں۔ اگر درود کی خبر اون کو پہنچنا دشوار سمجھا جائے تو چاہئے کہ جسم اون کا اتنا
بڑا ہو کہ کل آبادیوں کو گھیرے اور جسم بڑا بھی ہوا تو کیا صرف دو کان کفایت
کریں گے ہر شخص کے پاس ایک کان لگا رہنا ضرور ہوگا۔ اول تو
صرف دور کی آواز سننا ہی دشوار تھا علاوہ اوس کے ہر ایک کو فوراً جواب
دینا دوسری مشکل ہے۔ اب اگر حدیث کا بالکل انکار کر لیا جاے اس
خیال سے کہ سمجھ میں نہیں آتی تو اکابر محدثین پر الزام آجائے گا جنھوں نے
اوسکو روایت کیا ہے اور اگر کسی محدث نے اوسکو حدیث متروک کہا جب
بھی خلاصی نہیں۔ کیونکہ متروک کے معنے موضوع اور بنائی ہوئی نہیں۔
پھر جب موضوع نہ ہوئی تو بالکل اسکے مطلب کا انکار کر لینا جایز نہوا بالفرض
اگر اس ایک حدیث سے انکار کرکے جان چھڑائی بھی تو کیا۔ عزرائیل

علیہ السلام کے ہاتھ سے کہاں جاسکیں گے وہ تو مشرقی کو چھوڑیں نہ مغربی کو سب کی خبر آن واحد میں برابر لیتے ہیں۔ کیا اونکے وجود کا بھی انکار کیا جائیگا۔ پھر جب عزرائیل علیہ السلام کا وجود اس صفت کے ساتھ مان لیا جاے تو اون دو فرشتوں کے انکار سے کیا فائدہ ہوا اس قسم کے امور کا استبعاد وانکار اکثر اسی وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ جو صفت آدمی اپنی جنس یا محسوسات میں نہیں پاتا اوسکا سمجھنا دشوار ہوتا ہے اور جب سمجھ میں نہ آے تو اوسکا انکار کر بیٹھتا ہے پھر بسا وقت اسی انکار کی وجہ سے نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک نجات کا یہی طریقہ ہے کہ خداے تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لائیں اور یہ سمجھ لیں کہ حق تعالیٰ جب کسی کو قدرت دیتا ہے تو اوس سے سب کچھ ہوسکتا ہے پھر اسکے خلاف میں عقل لگانا گمراہی ہے مولانا ے روم قدس سرہ فرماتے ہیں۔

داند آنکو نیک بخت و محرم است
زیر کی ز ابلیس و عشق از آدم است

زیر کی بفروش و حیرانی بخر
زیر کی ظنست و حیرانی نظر

عقل قربان کن بہ پیش مصطفےٰ
حسبی اللہ گو و اللہ ہم کفےٰ

ہمچو کنعان سر ز کشتی در مکش
کہ غرورش داد نفس زیر کش

خویش ابلہ کن تبع میرو سپس
رستگی زین ابلہی یابی و بس

با چنین نورے چو پیش آری کتاب
جان وحی آسای او آرد عتاب

اکثر اہل الجنۃ ابلہ اے پدر
بہر این گفتست سلطان البشر

اندرین رہ ترک کن طاق و طرمب
تا قلاوزت نہ جنبد تو مجنب

جنبش شش چون جنبش کژدم بود		ہر کہ او بے سرہ بجنبد دم بود

الحاصل دو فرشتے ایسے جلیل القدر حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں کہ ہر ایک کا درود برابر سنتے ہیں اور اس کے حق میں دعاے خیر کیا کرتے ہیں اور بے انتہا فرشتے اس کام پر مقرر ہیں کہ جس قدر درود شریف پڑہا جاوے لکھہ لیا کریں چنانچہ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں نقل کیا ہے وعن عقبۃؓ

بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للمساجد اوتادا جلساؤہم

الملائکۃ ان غابوا فقدوہم وان مرضوا عادوہم وان راوہم رحبوابہم وان

طلبوا حاجۃ اعانوہم فاذا جلسوا حفت لہم الملائکۃ من لدن اقدامہم الی عنان

السماء بایدیہم قراطیس الفضۃ واقلام الذہب یکتبون الصلوۃ علے النبی

صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث رواہ ابوالقاسم ابن بشکوال وذکرہ صاحب الدر المنظوم ترجمہ روایت ہے عقبہؓ بن عامر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اوتاد ہوا کرتے ہیں کہ جن کے ہمنشین فرشتے ہیں جب وہ غائب ہوتے ہیں تو ڈہونڈتے ہیں اونکو فرشتے اور جب بیمار ہوتے ہیں تو اون کی عیادت کرتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں اونکو تو مرحبا کہتے ہیں اور اگر کوئی حاجت طلب کرتے ہیں تو وہ مدد دیتے ہیں پہر جب بیٹھتے ہیں وہ لوگ تو گہیر لیتے ہیں اونکو فرشتے اون کے پاؤوں سے آسمان تک ہاتھوں میں اون کے کاغذ چاندی کے ہوتے ہیں اور قلم سونے کے لکھتے ہیں وہ درود جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑہا جاتا ہے روایت کیا اوس کو ابوالقاسم ابن بشکوال نے اور ذکر کیا اوسکو صاحب در منظوم نے اسے تھے

امام سخاویؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ آنکھیں بند کئے ہوئے درود شریف پڑھ رہے تھے اوس حالت میں اونکو محسوس ہو رہا تھا کہ جو درود شریف وہ پڑھ رہے ہیں کوئی لکھنے والا اوسکو کاغذ پر لکھہ رہا ہے جب آنکھیں کھولیں تو وہ غائب ہوگیا اور سوا انکے کئی فرشتے اس کام کے لئے خاص کئے گئے ہیں کہ جمعہ کے دن اور رات آسمانوں سے اوتریں اور جو لوگ درود پڑہیں لکھہ لیا کریں جیسا حدیث شریف میں وارد ہے -

ان للہ ملٰئکۃ خلقوا من النور لا یہبطون الا لیلۃ الجمعہ بایدیہم اقلام من ذہب ودوی من فضۃ وقراطیس من نور لا یکتبون الا الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الدیلمی عن علیؓ ذکرہ فی الوسیلۃ العظمے وکنز العمال ترجمہ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ کئی فرشتے نورانی حق تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور دن میں آسمان سے اوترتے ہیں اونکے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور دواتین چاندی کی اور کاغذ نور کے ہوتے ہیں کام اونکا صرف یہی ہے کہ جو درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے جاتے ہیں لکھہ لیتے ہیں اسلئے اور درود شریف پڑھنے سے بسا وقت فرشتے بہ کثرت آسمان سے اتر آتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن زید بن ثابتؓ قال غدونا یوما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کنا مجمع طریق المدینہ فاذا اعرابی اخذ بخطام بعیرہ حتی وصل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن حولہ فقال السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سلامہ وجاء رجل عقبہ فقال یا رسول اللہ ہذا اعرابی سرق البعیر لی فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حنین البعیر فاقبل علیہ فقال انصرف عنہ فان البعیر لیشہد علیک انک کاذب فانصرف ثم اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاعرابی فقال ای شی قلت حین جئتنی قال قلت یابی وامی اللہم صل علی محمد حتی لاتبقی صلوٰۃ اللہم بارک علی محمد حتی لاتبقی برکتہ اللہم صل وسلم علی محمد حتی لاتبقی سلام اللہم صل وارحم محمداً حتی لاتبقی رحمۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ابدا ہالی والبعیر نطق بعذرہ وان الملائکۃ قد سدوا افق السماء رواہ الطبرانی کذافی الوسیلۃ العظمی ترجمہ

روایت ہے زید بن ثابت رضؓ سے کہ ایک روز صبح کے وقت ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب ہم مدینہ منورہ کے چراہہ میں پہونچے دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے چلا آرہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آکر اس طرح سلام کیا السلام علیک ایہاالنبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضرت نے اوسکا جواب دیا ساتھ ہی ایک دوسرے شخص نے پہنچکر کہا یارسول اللہ یہ اعرابی میرا اونٹ چرالایا ہے اونٹ نے اوسوقت کچھہ آواز کی جس کے سنتے ہی حضرت نے اوس کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ دور ہو خود اونٹ گواہی دیرہا ہے کہ تو جھوٹا ہے چنانچہ وہ چلا گیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اوس اعرابی کے طرف متوجہ ہوکر فرمایا جسوقت تو یہاں پہنچا کیا کہا تھا عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر سے فدا ہوں یہ درود پڑہا تھا جسکا ترجمہ یہ ہے یااللہ درود بھیج محمدؐ پر اتنا کہ نہ باقی رہے کوئی درود - یااللہ برکت نازل کر محمدؐ پر اتنی کہ نہ باقی رہے کوئی برکت یااللہ درود اور سلام بھیج محمدؐ پر اسقدر کہ نہ باقی رہنے کوئی سلام یااللہ درود اور رحمت نازل فرما

محمد پر اسقدر کہ نہ باقی رہے کوئی رحمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ حق تعالےٰ نے مجھپر وہ ظاہر فرما دیا تھا جب کہ اونٹ اپنا عذر بیان کر رہا تھا
اور فرشتوں نے اسوقت افق کو بھر دیا تھا۔ یعنے اس درود کی برکت
سے اونٹ نے اصل واقعہ بیان کر دیا اور فرشتے اسقدر نازل ہوئے
کہ تمام افق اون سے بھر گیا۔ الحاصل بعض درودوں کا اسقدر اہتمام ہوتا
ہے کہ بے انتہا فرشتے تعظیماً آسمان سے اوتر آتے ہیں اور جبتک
کوئی شخص درود پڑہتا ہے تمام فرشتے اوس کے واسطے استغفار کیا
کرتے ہیں چنانچہ کنز العمال اور وسیلہ عظمی اور مسالک الحنفا میں منقول ہے
عن عامر بن ربیعۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من عبد یصلی علےّ
الا صلت علیہ الملئکۃ مادام یصلی علی فلیقلل العبد من ذلک او لیکثر رواہ احمد و
ابن ماجہ والضیاء۔ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ
مجھپر درود پڑہتا ہے فرشتے اوس کے حق میں اوسوقت تک دعا
کرتے رہتے ہیں جبتک وہ درود پڑہتا رہتا ہے اب چاہیں زیادہ درود
پڑہیں یا کم انتہےٰ۔ لفظ ملائکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب فرشتے مراد ہیں کیونکہ
اس حدیث میں کوئی قرینہ ایسا نہیں جس سے الف ولام عہد کا سمجھا جاوے بلکہ
بقرینہ ترغیب معلوم ہوتا ہے کہ الف ولام استغراق کا ہے اور اس میں
کچھہ استبعاد بھی نہیں اسلئے کہ حدیث شریف سے یہ بات آیندہ
ثابت ہو جائیگی کہ ایک درود کے بدلے خود حق تعالیٰ ستر ستر صلوٰۃ
اوسپر بھیجتا ہے تو تمام فرشتے کیا اگر تمام عالم اسپر درود بھیجے جب بھی کم ہوگا

اس قرینہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الف ولام استغراق کا ہے۔ جوبات یہانتک ثابت ہوئی موید اسکی اور بہت سی حدیثیں ہیں بخوف تطویل یہ چند نقل کیگئیں بعد اس اہتمام کے نوبت اون فرشتوں کی پہنچتی ہے جو بارگاہ رب العزت میں اوسکو پیش کرتے ہیں اور اس شان وشوکت سے اوسکو عرش کے طرف لیجاتے ہیں کہ جہاں جہاں اونکا گذر ہوتا ہے وہاں کے فرشتے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اسکے بھیجنے والے پر درود پڑہو اور اوسکی مغفرت چاہو چنانچہ مسالک الحنفا اور وسیلۃ العظمی میں مروی ہے

عن ابی طلحۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایکون لصلوتہ منتہی دون العرش لاتمر بملک الاقال صلوا علی قائلہا کما صلی علی النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث کذا ذکرا لسخاوی فی القول البدیع ترجمہ ذکر کیا سخاویؒ نے قول بدیع میں کہ روایت کیا حدیث ابی طلحہ انصاری کو ابن جوزی نے کتاب الوفا میں اور انکی روایت میں یہ بات زاید ہے کہ وہ درود سوائے عرش کے کہیں تہمتا نہیں پہر جس فرشتہ پر اوسکا گذر ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ درود پڑہو اوس کے کہنے والے پر اور استغفار کرو اوسکے لئے جیسا کہ پڑہا اوسنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسکو

ف یہ تتمہ ہے ابوطلحہ انصاریؓ کی اوس حدیث کا جو کنز العمال سے ابھی نقل کیگئی جسکا شروع یہ ہے اتانی جبرئیل فقال یا محمد من صلی علیک الحدیث الحاصل لیجاتے ہیں ملائک اوس درود کو راست عرش کبریائی تک اور حاضر کرتے میں بارگاہ عزت میں اوسوقت ملائکہ کو ارشاد ہوتا ہے کہ لیجاؤ اوسکو

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تاکہ خوش ہوں اور اس پڑھنے والے کو دعائے خیر سے یاد فرماویں چنانچہ روایت ہے کنز العمال میں مامن عبد

یصلی علیّ صلوٰۃ الاعرج بہا ملک حتی یجیی بہا وجاہ الرحمن فیقول اللہ عزوجل اذہبوا بہا الی قبر عبدی یستغفر لقائلہا ولیقر بہا عینہ الدیلمی عن عائشہ رضہ۔

ترجمہ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی بندہ مجھپر درود پڑھتا ہے تو لیجاتا ہے اوسکو فرشتہ یہانتک کہ حاضر کرتا ہے اوسکو روبرو حق تعالیٰ کے (یعنے اوس مقام میں کہ منتہائے آمد وشد خلق ہے) پس فرماتا ہے حق تعالیٰ کہ لیجاؤ اوسکو میرے بندہ (یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے طرف تا استغفار کریں اوسکے کہنے والے کے حق میں اور ٹھنڈی کریں اس سے اپنی آنکھیں روایت کیا اوسکو دیلمی نے قسطلانی رح نے لکھا ہے کہ روایت کیا اسکو ابراہیم رشتہ ابن مسلم نے اور حسن بنار نے۔ اب اس اہتمام اور فضل کو دیکھیے کہ قبل اس کے کہ ہدیہ درود بارگاہ مرجع عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش ہو۔ حق تعالےٰ صرف بنظر عزت افزائی اپنی پیشگاہ میں طلب فرماتا ہے۔ اور اس ارشاد کے ساتھ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں روانہ فرماتا ہے کہ اس کے بھیجنے والے کو بدعائے خیر یاد فرماویں۔ سبحان اللہ کیسا ذریعہ عظیم الشان قایم کیا گیا ہے کہ کسی کو نصیب نہوا۔ اگر ہم لوگ درود شریف پڑھا کریں تو ہمارا ذکر خیر عالم ملکوت میں ہونے لگے فرشتے ہمارے حق میں دعائے خیر کیا کریں۔ خود رب العالمین لفظ آمیں ارشاد فرماوے۔ اور مورد عطوفت فخر المرسلین

ہو جائیں - یہ سب حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے ورنہ ہم کہاں
اور یہ مدارج کہاں - اور کیسی سرفرازی ہے کہ جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے
جبرئیل علیہ السلام بنفس نفیس حضرتؐ کی خدمت میں پہنچاتے ہیں - چنانچہ
قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلم علیّ اذا مت الا جاءنی سلامہ
مع جبرئیل ویقول یا محمدؐ ہذا فلان بن فلان یقرأ ک السلام فاقول وعلیہ السلام
ورحمتہ اللہ وبرکاتہ - ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ
جو کوئی تم سے مجھپر سلام عرض کرے میرے انتقال کے بعد تو اوس کا
سلام مجھکو پہنچے گا جبریل علیہ السلام کے ساتھ کہیں گے وہ اے محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وسلم) فلاں شخص فلاں کا بیٹا آپ کو سلام عرض کرتا ہے میں کہونگا
اوسپر بھی سلام ہوجیو اور رحمت اور برکتیں اللہ تعالیٰ کی انتہٰے - الحاصل
درود شریف پہنچنے کا ایک ذریعہ وہ ہے کہ عرش سے ہو کر مع پیام حضرت
رب العزت گذرانا جاتا ہے - دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اسیوقت بالا بالا
اوس فرشتہ کے ذریعہ سے پہونچ جاتا ہے جو خاص اسی کام پر مقرر ہے
چنانچہ فرماتے ہیں یا عمار ان للہ ملکا اعطاہ سماع الخلایق وہو قایم علی قبری
اذا مت الی یوم القیمۃ فلیس احد من امتی یصلی علیّ صلوۃ الا سمی باسمہ
واسم ابیہ قال یا محمدؐ صلی فلان علیک کذا وکذا فیصلی الرب علی ذلک الرجل
لکل واحدۃ عشرا طب عن عمار نقلہ فی کنز العمال ترجمہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے عمار حق تعالےٰ نے ایک فرشتہ

پیدا کیا ہے اوراوسکو تمام خلایق کی سماعت دی ہے وہ میرے انتقال کے بعد
میری قبر پر کھڑا ہوگا پہر جو کوئی میرا امتی مجھپر درود پڑہے گا تو وہ فرشتہ
مجھہ سے کہیگا کہ فلاں شخص فلاں کے بیٹے نے یہ درود آپ پر پڑہا پہر ہر درود کے
بدلے حق تعالیٰ اوسپر دس درود بہیجے گا یہ روایت کنز العمال میں ہے اور
وسیلۃ العظمیٰ میں طبرانی سے اسی روایت کو نقل کیا ہے مگر بجاے
فیصلی الرب الحدیث کے یہ ہے وضمن الرب تعالےٰ انہ من صلےٰ علیؐ
صلوۃ صلے اللہ علیہ عشراً وان زاد زاد اللہ یعنی حق تعالے ضامن ہوا ہے
کہ جو شخص مجھپر درود پڑہے خدائے تعالےٰ اوسپر دس درود بہیجے گا۔
اور اگر زیادہ پڑہے تو زیادہ بہیجے گا۔ اور کنز العمال میں اسی روایت کو ابن نجار سے
بھی نقل کیا ہے مگر اسمیں بجاے فیصلی الرب الخ کے وقد ضمن لی الرب
تبارک وتعالیٰ انہ ارد علیہ بکل صلوۃ عشراً یعنے ضامن ہوا ہے حق تعالےٰ
کہ اوس شخص پر ہر درود کے بدلے دس درود بہیجے۔ کہا قسطلانیؒ نے
مسالک الحنفا میں کہ روایت کیا اس حدیث کو بزار اور ابوالشیخ ابن حبان اور
اور حافظ عبدالعظیم منذری نے لیکن منذری نے کتاب الترغیب میں لکہا
ہے کہ روایت کیا اوسکو سبہوں نے نعیم بن ضمضم بن حمیری سے اور
وہ معروف نہیں اور امام بخاریؒ نے اوسکو لیّن کہا ہے یعنے اونکی روایت
میں چنداں قوت نہیں۔ مگر ابن حبان نے اوسکو ثقات تابعین میں داخل کیا
ہے انتہے۔ اور موید اسکے یہ بہی روایت ہے جو کنز العمال اور وسیلۃ العظمیٰ
میں مروی ہے اکثروا الصلوۃ علیّ فان اللہ وکل لی ملکا عند قبری فاذا صلی علیّ

رجل من امتی قال لی ذلک الملک یا محمد ان فلان ابن فلان صلی علیک الساعۃ
رواہ الدیلمی عن ابی بکر الصدیق رضؓ ترجمہ روایت ہے ابی بکر صدیق
رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے علیہ وسلم نے کہ تم لوگ
مجھپر زیادہ درود پڑہو حق تعالےٰ نے ایک فرشتہ مقرر کیا ہے کہ وہ میری
قبر کے پاس رہے گا جو میرا امتی مجھپر درود پڑہے گا تو وہ فرشتہ
مجھہ سے کہدیگا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) فلاں ابن فلاں نے
اسی وقت آپ پر درود پڑہا ہے انتہےٰ - اور اس روایت سے بھی
یہی بات ثابت ہے عن ابی امامۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم من صلے عَلَیَّ صلے اللہ علیہ وملک موکل بہا حتی یبلغنیہا رواہ
الطبرانی وسندہ جید ذکرہ ابن حجر فی مسالک الحنفاء ترجمہ فرمایا
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھپر درود پڑہے تو حق تعالیٰ
اسپر درود بہیجتا ہے اور ایک فرشتہ مقرر ہے کہ پہنچا دیتا ہے
وہ درود مجھکو - اور اسی قسم کی یہ بھی روایت ہے جس کو امام سخاوی نے
قول بدیع میں نقل کیا ہے عن یزید الرقاشی قال ان ملکا موکل یوم الجمعۃ
من صلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم یبلغ النبی صلے اللہ علیہ وسلم
یقول ان فلانا من امتک یصلی علیک رواہ بقی بن مخلد ومن طریقہ
ابن بشکوال واخرجہ سعید بن منصور فی سننہ واسمٰعیل القاضی فی فضل الصلوٰۃ
ترجمہ روایت ہے یزید رقاشی سے کہ ایک فرشتہ مقرر ہے
جمعہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کوئی درود پڑہتا ہے تو پہونچاتا ہے

اوسکو وہ فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور عرض کرتا ہے
کہ فلاں شخص آپ کا امتی آپ پر درود پڑہتا ہے اس روایت سے معلوم
ہوتا ہے کہ جمعہ کے روز جو درود پڑہے جاتے ہیں اون کے پہنچانے کے
واسطے ایک جدا فرشتہ مقرر ہے سواے اوس فرشتہ کے جس کا
ذکر اوپر کی روایتوں میں ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن درود پڑہنے کی
فضیلتیں بکثرت وارد ہیں اسلئے اس روز نہایت اہتمام ہوتا ہے اور بہت سے
فرشتے بتکلف تمام صرف درود لکھنے کو اترتے ہیں چنانچہ اس کا حال بھی
انشاء اللہ تعالے قریب معلوم ہوگا فائدہ ان روایات سے یہ بات ثابت
ہے کہ ایک فرشتہ تمام روے زمین کے درود سنتا ہے اور خدمت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرض کرتا ہے۔ اور اوسکو ویسی ہی
سماعت دیگئی ہے جیسے اون دو فرشتوں کو دیگئی جو اس کام پر مقرر ہیں کہ
درود پڑہنے والوں کے حق میں دعاے خیر کیا کریں جنکا حال ابھی معلوم ہوا
جب اتنی حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ بعض فرشتوں کے پاس
قرب وبعد یکساں ہے اور آن واحد میں ہر شخص کی آواز برابر سنتے ہیں
تو اب اہل ایمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علمی میں شک کا
کیا موقع ہوگا اسلئے مبنی شک وانکار کا یہی تھا کہ اسمیں شرک فی الصفت لازم
آتا ہے۔ پہر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام میں یہ صفت
موجود ہے توچاہئے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں بطریق اولی اور
بوجہ اتم ہو چنانچہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمادی۔

کما فی الطبرانی لیس من عبد یصلی علیّ الا بلغنی صوتہ قلنا یا رسولؐ اللہ و بعد وفاتک

قال و بعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ذکرہ ابن حجر المکی فی الجواہر المنظم ترجمہ فرمایا جو کوئی مجھپر درود بہیجتا ہے اوسکی آواز میں سنتا ہوں صحابہ نے عرض کیا کیا آپ کے وفات کے بعد بہی یا رسولؐ اللہ فرمایا ہاں خدائے تعالے نے زمیں پر حرام کردیا ہے کہ انبیاء کے اجساد کو کہائے رہی یہ بات کہ جب حضرتؐ خود سنتے ہیں تو پھر درود سلام پہونچانے پر جو اتنے عظیم الشان و کثیر التعداد فرشتے مقرر ہیں جن کا حال کچہہ معلوم ہوا اور کچہہ معلوم ہوگا اس سے کیا فائدہ سو اوسکا جواب یہ ہے کہ آخر حق تعالے کے حضور میں بہی اعمال بذریعہ ملائیک پیش ہوا کرتے ہیں اور باوجود اسکے صفت علمیہ کا انکار ممکن نہیں حاصل یہ کہ شئے واحد کے حصول علم کے طریقے اگر متعدد و مختلف ہوں تو کچہہ قباحت لازم نہیں آتی بلکہ اوس سے کمال قدرت و عظمت الٰہی معلوم ہوتی ہے اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے بہی دو طریقے ٹہیرائے گئے ہیں۔ایک یہ کہ صفت علمیہ جو کمال نشاءِ انسانی ہے عطا کیگئی تا اوس کے حاصل کرنے میں افضل مخلوقات کی احتیاج اون ملائک کے طرف نہو جو فی الحقیقت خدام آپؐ کے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ عظیم الشان ملائک اس خدمت پر مامور کئے گئے جس سے شان مصطفائی اور تزک فرمان روائی اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام انبیاء و ملائک پر آشکار ہوجائے۔ اور وہ خصوصیت و عظمت جو ازل سے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مرعی ہورہی ہے

جسکی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نام مبارک کو اپنے انجاح مرام کا وسیلہ اور
ذریعہ ٹھیرایا گئے بعد نشا عنصری حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی سب پر
مشہود و منکشف ہو جاوے امر اول یعنے علم بلا واسطہ کی نسبت یہ بھی ایک
قرینہ ہے کہ عموماً اموات کا سماع قریب سے بدلائل ثابت ہے چنانچہ
بخاری شریف میں روایت ہے کہ جو کفار بدر کے کنوین میں ڈال دئے گئے
تھے اون کی طرف جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا کہ
هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا یعنے کیا تم نے اپنے رب کے وعدے
کو سچا پالیا۔ صحابہ رضہ نے عرض کیا کیا آپ مردوں کو پکارتے ہیں یا رسول اللہ
(صلے اللہ علیہ وسلم) فرمایا ہاں ما انتم باسمع منھم ولکن لا یجیبون یعنے تم لوگ اون سے
زیادہ نہیں سنتے انتہے اور سوا اسکے سماع موتی کے باب میں کئی
روایات و آیات وارد ہیں الحاصل جب عموماً اہل قبور قریب سے سنتے ہوں
تو چاہیے تھا کہ قبر شریف کے پاس اگر کوئی شخص سلام عرض کرے تو اوسکی
اطلاع کے واسطے فرشتہ کا توسط نہو تا حالانکہ یہ سلام بھی فرشتہ ہی کے
ذریعہ سے پہونچتا ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں مامن عبد یسلم علی عند
قبری الا وکل اللہ بہا ملکاً یبلغنی رواہ فی الشعب کذا فی مسالک الحنفا۔
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ مجھپر
سلام کرے گا میری قبر کے پاس تو ایک فرشتہ مقرر ہو گا کہ وہ سلام
مجھکو پہونچا دیا کرے گا۔ اور کنز العمال میں اسی حدیث کو اس طور سے روایت
کیا ہے مامن عبد یسلم علی عند قبری الا وکل اللہ بہ ملکاً یبلغنی وکفی امر آخرتہ و

ودنیاہ وکنت بہ شہیدا یوم القیمہ ھب عن ابی ہریرہؓ ترجمہ فرمایا
رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بندہ عرض کریگا مجھپر سلام میری قبر کے پاس
تو حق تعالےٰ ایک فرشتہ مقرر فرماویگا جو وہ سلام مجھکو پہونچاوے گا اور
کافی ہوگا اوس کے دنیا و آخرت کے کامون کے لئے اور میں اوس کا
گواہ ہوں گا قیامت کے دن انتہے ۔ اور قول بدیع میں امام سخاویؒ نے
لکھا ہے وفی السمعونیات بسند ضعیف عن ابی ہریرہؓ ایضا مرفوعاً
من صلی علیّ عند قبری وکل بہا ملک یبلغنی وکفی امر دنیاہ وآخرتہ وکنت لہ
یوم القیمہ شہیداً وشفیعاً ترجمہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جو شخص میری
قبر کے پاس مجھپر درود پڑھے گا تو ایک فرشتہ مجھے وہ پہونچائے گا جو اس
کام کے لئے مقرر ہوگا اور کفایت کرے گا وہ اوس کے دنیا و آخرت کے
کاموں کو ۔ اور میں قیامت کے دن اوسکا گواہ ہونگا اور شفاعت کرونگا انتہے
اور روایت ہے کہ ایک شخص قبر شریف کے پاس آکر سلام عرض کیا
کرتا تھا حسن بن حسینؓ نے اوسکو فرمایا کہ تو اور وہ شخص جو اندلس میں ہو
برابر ہیں یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دونوں کا برابر ہے چنانچہ
اس قول کو بدیع میں نقل کیا ہے قد روی ان رجلا ینتاب قبر النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فقال الحسن بن حسین یا ہذا ما انت ورجل بالاندلس سواء انتہے ۔
فائدہ اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ مقامات دور و دراز سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا کرتے ہین وہ بھی حضوری سے محروم
نہیں ہیں آب رہی وہ حدیث شریف جو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میری

قبر کے پاس مجھپر سلام کرے تو میں سُنتا ہوں اور دور سے ملائک پہنچاتے
ہیں تو بعد ان دلائل کے جواب اسکا آسان ہے اسلئے کہ اسمیں نفی
سماع کی تصریح نہیں ہے - ایک طریقہ علم کا فرما دیا جس میں سامعین کو استبعاد
بھی نہو اور مقصود بھی حاصل ہو جاے - چونکہ عادت شریف تھی کہ حتے الامکان
بحسب عقول وفہم سامعین کے کلام فرمایا کرتے تھے - اور پہلے سے فرشتوں
کی عظمت سامعین کے اذہان میں جمی ہوئی تھی اور اونکی وسعت علم کا کسیکو
استبعاد نتھا اسلئے برعایت بعض سامعین ارشاد فرمایا کہ جو دور و دور پڑھا جاوے
فرشتہ پہونچادیا کرتا ہے - فہم سامعین کی رعایت دوسری حدیثوں سے
ثابت ہے چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے -

حدثوا الناس بما یعرفون اترید ون ان یکذب اللہ ورسولہ رواہ الدیلمی عن علی
ورفعہ وہو فی البخاری موقوف علیہ **ترجمہ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ بیان کرو تم لوگوں سے وہ باتیں جو وہ پہچانتے ہوں کیا تم چاہتے ہو کہ
اللہ اور رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تکذیب ہو جاوے انتہے - یعنے
ایسی باتیں کہنا چاہئے کہ مخاطب کی سمجھ میں آسکیں اور اسی مضمون کی موید
یہ بھی حدیث ہے جو زرقانی میں مروی ہے وروی الحسن ابن سفیان عن
ابن عباسؓ یرفعہ امرت ان اخاطب الناس علی قدر عقولہم قال الحافظ و
سندہ ضعیف جدا لا موضوع ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم کیا گیا
میں کہ خطاب کروں لوگوں سے اون کی عقلوں کے موافق انتہے اسیوجہ
سے جو وقائع شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ

فرمائے ہر شخص سے بیان نہ فرمایا بلکہ ہر ایک کو اوس کے حوصلہ کے موافق
خبر دی چنانچہ توفیق احادیث معراج میں صاحب مواہب نے اسکی تصریح کی ہے
الحاصل کسی مصلحت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع
میں اپنے علم ذاتی کی تصریح نہ فرمائی جو دوسری احادیث میں مصرح ہے
ورنہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ حق تعالٰے ایک فرشتہ کو تو اسقدر علم سے سرفراز
کرے اور خاص اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کو اوس سے ممتاز نفرماوے
بسبب غرابت مقام کے اسی پر اختصار کیا گیا - یہاں کلام اسمیں تہا کہ تمام
روے زمین پر جس قدر درود پڑہے جاتے ہیں سب کو ایک فرشتہ
سنتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اوسی وقت عرض
کر دیتا ہے - اور یہ طریقہ سواے اوسکے ہے جو عرش سے ہو کر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود گزرانا جاتا ہے اور سواے اسکے
علیحدہ فرشتے بہی مقرر ہیں جو درود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں گزرانتے ہیں چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے من صلی علی صلوۃ
جاءنی بہا ملک فاقول بلغہ عنی عشراً وقل لہ لو کان من ہذہ العشرۃ واحدۃ لدخلت
معی الجنۃ وجلت لک شفاعتی رواہ ابو موسی المدنی عن ابی ہریرۃ ذکرہ فی الوسیلۃ العظمی
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجہپر ایکبار
درود پڑہے ایک فرشتہ وہ درود میرے پاس لاتا ہے پس میں کہتا
ہوں کہ میرے طرف سے دس درود اوسکو پہونچا اور کہدے اگر ان دس
میں سے ایک بہی ہو تو میرے ساتہہ جنت میں داخل ہو جاوے اور

میں تیری شفاعت کروں انتہے - اور اسی طرح سلام پہونچانیکے لئے بہی کئی
فرشتے مقرر ہیں کہ ہمیشہ اوسی کے تلاش میں پہرا کرتے ہیں - پہر جہاں کسی نے
سلام عرض کیا فوراً گزران دیتے ہیں چنانچہ مسالک الحنفا میں روایت ہے

عن ابن مسعودؓ قال ان للہ ملئکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام رواہ
احمد والنسائی والدارمی والبیہقی وابن حبان والحاکم فی صحیحہا وقال صحیح الاسناد

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالےٰ نے
کئی فرشتے مقرر کئے ہیں کہ سیاحت کیا کرتے ہیں اور پہونچاتے ہیں
مجھکو سلام میری امت کا انتہے پس معلوم ہوا کہ جیسے درود شریف گزرانے جانیکی
دو ذریعہ ہیں اسی طرح سلام عرض ہونے کے بھی دو ذریعہ ہیں ایک جبرئیل
علیہ السلام دوسرے یہ ملائک - مناسب اس مقام کے اور بہت سی حدیثیں
صحیح وضعیف وغیرہ ہیں - منجملہ اون کے دو تین حدیثیں یہاں بیان کی جاتی ہیں
ہر چند بعض محدثین نے ان میں کلام کیا ہے مگر ہم یہاں اتباع اون محدثین کا
کرتے ہیں جنہوں نے اونکو روایت کیا ہے قسطلانیؒ نے مسالک الحنفا میں اس
حدیث کو نقل کیا عن انس بن مالک عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من

صلے علی صلوۃ تعظیما لحقی جعل اللہ من تلک الکلمۃ ملکا جناح لہ فی المشرق
وجناح لہ فی المغرب ورجلاہ فی تخوم الارض وعنقہ ملتویۃ تحت العرش
یقول اللہ تعالےٰ لہ صل علے عبدی کما صلے علی نبیی فہو یصلی علیہ الی
یوم القیمۃ رواہ ابن شاہین فی الترغیب والدیلمی فی مسند الفردوس
وابن بشکوال وہذا حدیث منکر ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے کہ جو شخص مجپر ایک درود پڑھے میرے حق کی تعظیم کے واسطے تو
حق تعالےٰ اوس کلمہ سے ایک فرشتہ ایسا پیدا کرتا ہے کہ ایک
بازو اوسکا مشرق میں ہوتا ہے اور ایک مغرب میں اور پانون زمین کے
نیچے اور عرش کے نیچے اوسکی گردن جھکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ
اوس کو فرماتا ہے تو درود پڑھ اس میرے بندہ پر جیسا کہ اوس نے
میرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ قیامت تک
اوسپر درود پڑھتا رہے گا روایت کیا اوس کو ابن شاہین نے اپنی کتاب
ترغیب میں اور دیلمی نے فردوس میں۔ اور ابن بشکوال نے۔ اور یہ روایت
بھی مسالک الحنفا میں ہے وعن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم ان اللہ اعطانی مالم یعط احداً من الانبیاء وفضلنی علیھم وجعل لامتی
فی الصلوٰۃ علیّ افضل الدرجات ووکل بقبری ملکا یقال لہ منطوش راسہ
تحت العرش ورجلاہ فی تخوم الارض السفلی ولہ ثمانون الف جناح فی کل
جناح ثمانون الف ریشۃ تحت کل ریشۃ ثمانون الف زغبۃ تحت کل زغبۃ
لسان یسبح اللہ تعالی ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علیّ من امتی ومن لدن راسہ
الی بطون قدمیہ افواہ ولسن وریش وزغب لیس فیہ موضع شبر الا وفیہ
لسان یسبح اللہ تعالےٰ ویحمدہ ویستغفر لمن یصلی علیّ من امتی حتی یموت رواہ
ابن بشکوال وہو غریب منکر بل لوائح الوضع لائحۃ علیہ ترجمہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھے وہ رتبے دے میں جو کسی
نبی کو نہ ملے اور مجھکو سب نبیوں پر فضیلت دی۔ اور اعلیٰ درجے مقرر کئے

میری امت کے لئے مجھپر درود پڑہنے میں اور متعین فرمایا میری قبر کے
پاس ایک فرشتہ جس کا نام منطوش ہے۔ اوسکا سر عرش کے نیچے اور
پانوں منتہاے زمین اسفل ہیں۔ اور اُسکے اسّی ہزار بازو ہیں اور ہر بازو میں
اسّی ہزار پر اور نیچے ہر پر کے اسّی ہزار رو ۔ نگٹے اور ہر رو ۔ نگٹے کے نیچے
ایک زبان ہے جس سے تسبیح و تحمید اللہ تعالیٰ کی کیا کرتا ہے اور اوس
شخص کے لئے دعاے مغفرت کیا کرتا ہے جو میرا امتی مجھپر درود پڑہے
اوس کے سر سے قدم کے نیچے تک تمام منہ اور زبانیں اور پر اور رو نگٹے
ہیں کہیں بالشت بھر جگہہ اوس میں ایسی نہیں کہ جس میں زبان نہ ہو
اوس کا کام یہ ہے کہ تسبیح اور تحمید اللہ تعالیٰ کی اور طلب مغفرت اون
لوگوں کے حق میں کیا کرے جو مجھپر درود پڑہا کرتے ہیں مرنے تک روایت کیا
اسکو بشکوال نے انتہےٰ اور وسیلۃ العظمی میں مروی ہے من عطس فقال
الحمد للہ علی کل حال ما کان من حال وصلی اللہ علی محمد وعلی اہل بیتہ اخرج اللہ
من منخرہ الایسر طیرا اکبر من الذباب واصغر من الجراد یرف تحت العرش
یقول اللھم اغفر لقائلھا رواہ ابن بشکوال عن ابن عباسؓ ترجمہ روایت ہے
ابن عباسؓ سے کہ جو شخص چھینک کر کہے الحمد للہ الخ نکالتا ہے حق تعالیٰ
اوسکی ناک کے بائیں نتھنی سے ایک پرندہ مکھی سے بڑا اور ٹڈے سے
چھوٹا جو عرش کے نیچے پر ہلاتا ہوا یہ کہتا ہے (اللھم اغفر لقائلھا) یعنے یا اللہ
بخش دے اس حمد و صلوٰۃ کے کہنے والے کو روایت کیا اسکو ابن بشکوال
نے انتہےٰ امام سخاوی نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ سند اس حدیث کی ٹھیک

ہے مگر اسمیں یزید بن ابی زیاد ہیں کہ اکثروں نے اونکو ضعیف کہا ہے لیکن مسلم نے اونکی حدیث کو بطور متابعت ذکر کیا ہے انتہٰی۔

ف اب یہاں بمناسبت مقام کے چند بحثیں کیجاتی ہیں۔ اگر ناظرین اوسکو پیش نظر رکھیں تو توقع ہے کہ اکثر مقامات میں بکار آمد ہوں گی۔

بحث اوّل یہ ہے کہ شاید بعض لوگوں کو اس بات کے سمجھنے میں تامل ہوگا کہ الفاظ سے پرندہ کیونکر پیدا ہو سکے۔ تو اس شبہہ کو یوں دفع کرنا چاہیے کہ اس قسم کے امور میں کبھی فکر کرنے کا اتفاق نہوا۔ ورنہ قطع نظر اس کے کہ قدرت خداے تعالیٰ کی مانی جاے۔ خود ہمارے روبرو ایک ایسا کارخانہ جاری ہے کہ جس سے اس قسم کے شبہات کا جواب ہورہا ہے۔ دیکھ لیجئے کہ ہر روز جو غذائیں از قسم نباتات کھائی جاتی ہیں اُنسے خون وغیرہ اخلاط پیدا ہوتے ہیں پہر اون سے گوشت اور بعض وہ فضلات کہ جن سے اولاد ہوتی ہے۔ اب ان صورتوں کے انقلاب کو دیکھئے کہ نبات کو حیوان سے کیا تعلق ہے جو اوس سے یہ تولید ہو رہی ہے اسی طرح اور دوسری جسمانی قوتوں کا مدار غذا ہی پر ہے حالانکہ باہم کوئی مناسبت نہیں۔ اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ کلے سے (جو ایک قسم کا کیڑا ہے) پرندہ پیدا ہوتا ہے اور اقسام کے کیڑوں کو ڈکوری اپنے جنس سے بنالیتی ہے **الحاصل** تعمق نظر سے بہت نظیریں ملسکتی ہیں جن سے معلوم ہو جاے کہ توالد کے لئے جنسیت شرط نہیں یعنے ضرور نہیں کہ ہر چیز اپنی جنس ہی سے پیدا ہوا کرے۔ پہر اگر انہیں محسوسات میں مشاہدہ

سے قطع نظر کر کے دیکھیئے تو اکثر لوگوں کی عقل اوسکے سمجھنے میں حیران ہوجائے
دیکھہ لیجئے کہ اگر کوئی خبر دے کہ غلے اور پتوں سے آج ایک لڑکا پیدا ہوا تو
یکایک یہ سمجھہ میں نہ آئے گا حالانکہ یہی بات ایک اعتبار سے صحیح بھی ہے
پھر یہ تولید جو سمجھہ میں آتی ہے یہ بھی بطفیل مشاہدہ کے ہے ورنہ عقل اوسکو
بھی باور نہ کرتی اس سے معلوم ہوا کہ مدار ایسی عقل کا صرف مشاہدہ پر ہے
اس عقل کے روبرو جبتک چراغ مشاہدہ کا نہ ہو ایک قدم نہ چل سکے گی اور
اور منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچا سکے گی اگر منظور ہو امتحاناً کسی سے پوچھ
دیکھیئے کہ تم نے کسی جسم کو مثلاً دیوار کو کبھی آنکھہ سے دیکھا بھی ہے یا
یوں ہی صرف عقل سے جانتے ہو کہ جسم ہے تو غالباً یہی کہے گا کہ جسم
شے محسوس ہے ہمیشہ دیکھا کرتے ہیں۔ پھر پوچھیئے کہ جسم کس کو
کہتے ہیں یہی کہے گا کہ جسکو طول عرض عمق ہو۔ پھر پوچھیئے کہ بھلا طول و
عرض تو دکھائی دیتا ہے۔ کیا عمق یعنے دل بھی نظر آتا ہے۔ اب اگر کہیئے کہ
ہاں نظر آتا ہے تو جھوٹ ہے کہ سطح کے اندر جسم میں نظر نہیں گھستی اور اگر
کہے نہیں تو معلوم ہوا کہ جسم کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ کیونکہ جسم کا دیکھنا تو جب ہی
صادق آئے کہ اوسکے تینوں جزو دیکھا ہوا اور جو اوس سے ایک بھی نہ دیکھا
تو وہ جسم نہ ہوا بلکہ جس چیز کو دیکھا وہ سطح ہے جو جسم کا ایک عرض ہے
اب دیکھیئے کہ سمجھہ رہے ہیں کہ جسم نظر آتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ
جسم کا ایک عرض نظر آتا ہے حالانکہ جسم جوہر ہے۔ اس سے بھی عقل کا
حال معلوم ہوگیا کہ اکثر حکم میں غلطی کیا کرتی ہے پھر ہر شخص کو اسی عقل پر

نازہے کہ جس سے بڑے بڑے عقلا پر اعتراض کردیا کرتا ہے۔ یہانتک
کہ خود مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مین عقل لگانے پر بعض
لوگ مستعد ہوجاتے ہیں سو یہ بڑی خطر کی بات ہے ہر مسلمان کو اس سے
بچنا لازم ہے ورنہ کہیں حال اون لوگوں کا سا نہ ہو جاے جو لاالہ الا اللہ
سنکر کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا
لَشَیْءٌ عُجَابٌ یعنے کیا بنادیا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) تمام معبودونکو
ایک معبود یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے جو سمجھ میں نہیں آتی دیکھ لیجئے کہ
اسی عقل نارسا نے اونکو کیسے بے راہ چلایا اور آخر کہاں پہونچادیا۔
دوسری بحث یہ ہے کہ شاید اتنے بڑے فرشتہ کا وجود مستبعد سمجھا
جائیگا تو دیکھنا چاہئے کہ یہ استبعاد کس چیز سے ناشی ہے آیا تخلیق اوسکی
مستبعد ہے یا وجود فی نفسہ۔ تخلیق میں استبعاد کی گنجایش نہیں اس لئے کہ
چھوٹی سی چھوٹی مخلوق اور بڑی سی بڑی تخلیق کے حق میں برابر ہے۔
کیونکہ وہاں تو سواے قول کُن کے کسی چیز کی ضرورت ہی نہین چنانچہ
فرماتے ہیں قولہ تعالے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ
کُنْ فَیَكُوْنُ یعنے جب ہم ارادہ کرتے ہیں کسی چیز کے پیدا کرنے کا تو صرف
کُن کہدیتے ہیں اور وہ پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر جب حق تعالیٰ اوسکو
پیدا کردے تو وجود اوسکا ضروری ٹہیرا۔ اب اوسکو عقل سے دور سمجھنا
عقل کی کوتاہی پر دلیل ہوگا۔ تیسری بحث یہ ہے کہ قسطلانیؒ نے ان
بعض حدیثوں کی نسبت جو کہا ہے کہ منکر ہیں اور آثار وضع کے اون سے

نمایاں ہیں سو اسمیں تصریح اس امر کی نہیں کہ واقع میں موضوع ہیں یہ بحث فن اصول حدیث سے متعلق ہے ہمنے اس باب میں ایک رسالہ الکلام المرفوع فی الحدیث الموضوع لکھا ہے اوسمیں محدثین کی تصریحات سے یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اس قسم کے اطلاقات سے یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ الفاظ حدیث قطعاً موضوع اور کسی کے بنائے ہوئے ہیں قولہ بھیجتا ہے خو درود واوس فخر عالم پر مدام + الخ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ترجمہ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اوسکے درود بھیجتے ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے وہ لوگو جو ایمان لائے درود بھیجو تم اون پر اور سلام بھیجو سلام کہکر۔ اس مقام میں چند فوائد لکھے جاتے ہیں جنپر اہل ایمان کو مطلع ہونا مناسب بلکہ ضرور ہے **فائدہ** معنے صلوٰۃ میں۔ صلوٰۃ لغت میں دعا کو کہتے ہیں چنانچہ خطیب شربینیؒ نے تفسیر میں لکھا ہے -

الصلوٰۃ فی اللغۃ الدعاء قال تعالیٰ وصل علیہم	اے ادع لہم اور

بخاری شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الملٰئکۃ تصلی علی احدکم ما دام فی مصلاہ ما لم یحدث تقول اللھم اغفر لہ اللھم ارحمہ ترجمہ روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائک صلوٰۃ بھیجتے ہیں جبتک کوئی تم میں کا اپنی نماز کی جگہہ بیٹھا رہتا ہے جبتک کہ حدث نہ کرے کہتے ہیں وہ یا اللہ بخش دے اوسکو یا اللہ رحم کر اوسپر انتہٰی۔ صلوٰۃ کی تفسیر اس دعا کے ساتھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ لیکن چونکہ معنی دعا کے اللہ تعالے
کی صلوٰۃ پر صادق نہیں آسکتے اسلئے اوس کے معنی میں اختلاف ہے
بعضوں نے کہا کہ اوس سے رحمت مراد ہے تا مرادی اور لغوی معنی میں مناسبت
ہو اور وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ رحمت لازم اور غایت دعا کی ہے چنانچہ
مواہب لدنیہ اور اوسکی شرح میں لکھا ہے (قال المبرد الصلوٰۃ من اللہ
الرحمۃ) اے الانعام اورادتہ لان المعنی الحقیقی للدعاء لایتصور فی حق اللہ
تعالے فارید بہ لازمہ وغایتہ اور یہی معنے بعض احادیث میں مصرح بھی ہیں
چنانچہ درمنثور میں امام سیوطیؒ نے روایت کیا ہے۔ واخرج
عبدالرزاق وابن المنذر وابن ابی حاتم عن الحسن فی قولہ ہوالذی یصلی
علیکم قال ان بنی اسرائیل سالوا موسیٰ ہل یصلی ربک فکان ذلک کبر فی صدر
موسیٰ فاوحی اللہ علیہ اخبرہم انی اصلی وان صلوتی رحمتی سبقت غضبی
واخرج عبد بن حمید عن شہر بن حوشب فی الآیۃ قال قال بنواسرائیل
یاموسیٰ سل لنا ربک ہل یصلی فتعاظم ذلک علیہ فقال یاموسی مایسالک
قومک فاخبرہ قال نعم اخبرہم انی اصلی وان صلوتی ان رحمتی سبقت غضبی
ولولا ذلک ہلکوا ترجمہ ہوالذی یصلی علیکم کی تفسیر میں روایت ہے
کہ سوال کیا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے (ہل یصلی ربک)
اور شہر بن حوشب کی روایت میں ہے کہ اون لوگوں نے درخواست کی
موسیٰ علیہ السلام سے کہ حق تعالیٰ سے اس امر کا سوال کریں الغرض شاق
ہوئی یہ بات موسیٰ علیہ السلام پر پس استفسار فرمایا حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام

سے کہ کیا پوچھتی ہے قوم تمہاری پس عرض کیا انہوں نے سوال انکا ارشاد
ہوا ہاں میری صلوٰۃ رحمت ہے جو سابق ہوئی میرے غضب پر اگر نہ ہوتی
یہ صلوٰۃ ہلاک ہو جاتے وہ لوگ انتہٰی۔ موسیٰ علیہ السلام پر انکا سوال
جو شاق گذرا سو اوسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلوٰۃ کے معنی دعا سمجھے
جو حق تعالےٰ کی نسبت محال ہے پھر حق تعالیٰ نے خود تصریح فرما دی
کہ میری صلوٰۃ میری رحمت ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی صلوٰۃ سے
مراد رحمت ہوا کرتی ہے اور یہی ہے مذہب ابن عباسؓ اور عکرمہ اور
ضحاک اور سفیان ثوری وغیرہ اہل علم کا اور ایک قول ابو العالیہ کا بھی یہی ہے
چنانچہ الدر المنضود فی الصلوٰۃ علی صاحب المقام المحمود میں ابن حجر ہیثمیؒ
نے لکھا ہے وقیل ہی (ای الصلوٰۃ) منہ تعالےٰ رحمۃ ونقلہ الترمذی
عن الثوری وغیر واحد من اہل العلم ونقل عن ابی العالیۃ ایضاً وعن الضحاک
اور در منثور میں ہے واخرج عبد بن حمید وابو المنذر عن عکرمۃ قال صلوٰۃ الرب
الرحمۃ وصلوٰۃ الملٰئکۃ الاستغفار اور مسالک الحنفا میں قسطلانیؒ نے لکھا ہے
قال ابن عباسؓ اراد اللہ ان یرحم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وملٰئکۃ یدعون وہو
معنے قول الضحاک صلوٰۃ اللہ رحمۃ اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے
الصلوٰۃ من اللہ عزوجل ہی رحمۃ ومن الملٰئکۃ الاستغفار ومن الامۃ الدعاء
والتعظیم اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے ثنا ہے کما فی البخاری
قال ابو العالیہ صلوٰۃ اللہ ثناؤہ علیہ عند الملٰئکۃ اور اسی قول کو ابن قیم نے
پسند کیا ہے چنانچہ مسالک الحنفا میں قسطلانیؒ نے لکھا ہے جس کا

ترجمہ یہ ہے کہ جلاء الافہام میں ابن قیم نے چھ وجہ قایم کئے ہیں کہ صلوٰۃ کے معنے رحمت نہیں ہو سکتے ایک یہ کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔
أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ یہاں رحمت کا عطف صلوات پر ہے اور عطف مقتضی مغایرت کو ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ رحمت غیر صلوٰۃ ہے۔ دوسری یہ کہ صلوٰۃ خاص انبیاء اور مومنین کے واسطے ہے اور رحمت عام ہے اور ہر شے کو شامل ہے۔ تیسری یہ کہ اگر صلوۃ بمعنی رحمت کے ہو تو جن لوگوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے چاہئے کہ اللھم ارحم سیدنا محمداً وآل سیدنا محمد کہنے سے وجوب ساقط ہو جاوے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر کسی نے کسی پر رحم کر کے مثلاً کھانا کھلایا تو رحمہٗ کہتے ہیں نہ کہ صلی علیہ یعنے یہاں رحمت صادق آتی ہے اور صلوٰۃ صادق نہیں آتی۔ پانچویں یہ کہ اگر صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہوں تو آیہ شریفہ کے یہ معنے ہونگے (اللہ تعالےٰ اور فرشتے رحمت اور استغفار کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو تم دعا کرو اُن کے لئے) حالانکہ وجدان سلیم گواہی دیتا ہے کہ اول و آخر کلام اس معنے پر باہم مرتبط نہیں ہوتا بخلاف اسکے کہ معنی صلوٰۃ کے ثنا ہوں تو تینوں جا ے مضمون ایک ہو جاے گا ثنا ر اللہ تعالےٰ کی اور فرشتوں کی تو ظاہر ہے رہا یہ کہ صلوٰۃ مومنین کی بصورت دعا ہے تو وہ بھی متضمن ثنا ہو گی کیونکہ ثنا کا حق تعالیٰ سے طلب کرنا بھی ایک قسم کی ثنا ہے۔ اور قطع نظر اسکے طالب رحمت کو مسترحم کہتے ہیں۔ نہ کہ مصلی جیسے طالب مغفرت کو مستغفر کہتے ہیں۔ چھٹی یہ کہ حق تعالےٰ

فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا
یعنے مت پکارو تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ آپس میں ایک
دوسرے کو پکارتے ہو یعنے رسول وغیرہ القاب سے پکارنا چاہیئے
صرف نام لیکر پکارنا درست نہیں اور یہ نہی صرف کفار کو تھی ورنہ اہل اسلام
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا رسُول اللہ کہکر خطاب کرتے تھے
اور یہ بات جب خطاب میں تھی تو جو اوس کے معنی میں ہے یعنی دعا
اوسمیں بھی یہی لحاظ چاہیئے اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حق میں دعا بھی ایسی کرنا چاہیئے جو کسی کے واسطے نہ کیجاوے۔ اور ظاہر ہے
کہ دعا رحمت کی ہر مسلمان بلکہ کفار و حیوانات کے واسطے بھی کیجاتی ہے
چنانچہ استسقا میں کہا جاتا ہے اللھم ارحم عبادک وبلادک وبھائمک یعنے
یا اللہ رحم کر اپنے بندوں پر اور شہروں پر اور جانوروں پر الحاصل ان
وجوہات سے صلوٰۃ کے معنی رحمت لینا درست نہیں انتہےٰ ملخصاً۔ اور
بعضوں نے کہا مراد اس سے مغفرت ہے کما فی مسالک الحنفاء تا نیہا ان
صلوٰۃ اللہ مغفرۃ ورجح القرار فی ہذا وقربہ البیضاوی اور مواہب لدنیہ میں ہے
وروی ابن ابی حاتم عن مقاتل بن حیان قال صلوٰۃ اللہ مغفرۃ وقال الضحاک
بن مزاحم صلوٰۃ اللہ رحمۃ وفی روایۃ عنہ مغفرۃ حاصل یہ کہ بیضاوی نے صلوٰۃ اللہ
کی تفسیر مغفرت کے ساتھ کی ہے اور میلان قُرا کا بھی اسی طرف ہے اور
یہی قول مقاتل کا ہے اور ضحاک بن مزاحم سے بھی ایک روایت
ایسی ہی وارد ہے۔ ان حضرات کی دلیل شاید یہ حدیث ہوگی جس کو

ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے حدثنی یعقوب الدورقی
حدثنا ابن علیۃ حدثنا ایوب عن محمد بن سیرین عن عبدالرحمن بن بشیر بن
مسعود الانصاری قال لما نزلت إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
قالوا یا رسول اللہ ہذا السلام قد عرفناہ فکیف الصلوٰۃ وقد غفر اللہ لک ما تقدم
من ذنبک وما تاخر قال قولوا اللّٰھم صل علی محمد کما صلیت علی آل ابراہیم
اللّٰھم بارک علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم **ترجمہ** روایت ہے
عبدالرحمن بن بشیرؓ سے کہ جس وقت نازل ہوئی آیہ شریفہ ان اللہ وملئکتہ
تو عرض کیا صحابہ نے یا رسول اللہ اس سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہے
لیکن صلوٰۃ آپ پر کیونکر ہو سکے کہ اگلے پچھلے گناہ آپ کے حق تعالیٰ نے
بخشدے ہیں فرمایا کہو اللّٰھم صل علی محمد الخ انتہیٰ ملخصاً سوال صحابہؓ سے
صاف معلوم ہوا کہ صلوٰۃ کے معنے مغفرت سمجھے گئے اور ظاہر ہے کہ یہ کام
اللہ تعالےٰ کا ہے اور پہلے ہی مغفرت ہو چکی تھی جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے
لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ
اس لئے صلوٰۃ کے امتثال میں ضرورت سوال کی ہوئی پھر جب ارشاد ہوا کہ
کہو اللّٰھم صل تو گویا صحابہ نے امتثالاً للامر تسلیم کر لیا۔ اور سوائے اسکے
یہ بھی دلیل اونکی ہو سکتی ہے کہ اس آیۃ شریفہ میں کمال درجہ کی خصوصیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بسبب اجماع ثابت ہے کما فی المواہب
اللدنیہ والاجماع منعقد علی ان فی ہذہ الآیۃ من تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

والتنویہ مالیس فی غیرہ اور جیسے رحمت میں اختصاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں رہتا ویسا ہی ثنا میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں کیونکہ حق تعالے تمام مسلمانوں کی ثنا کیا کرتا ہے۔

کما فی الدر المنثور للسیوطیؒ واخرج ابن ابی حاتم عن ابی العالیۃ فی قولہ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ قال صلوٰۃ اللہ ثناؤہ وصلوٰۃ الملٰئکۃ الدعاء البتہ مغفرت قطعیہ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کما قال تعالے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اور کسی دوسرے کو یہ بات نصیب نہیں۔

کما روی القاضی عیاضؒ فی الشفاء عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بعثت بین یدی الساعۃ ومنہ روایۃ ابن وہب انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالے سل یا محمدؐ فقلت ما اسال یا رب اتخذت ابراہیم خلیلا وکلمت موسیٰ تکلیما واصطفیت نوحا واعطیت سلیمان ملکا لاینبغی لاحد من بعدہ فقال اللہ تعالیٰ ما اعطیتک خیر من ذلک اعطیتک الکوثر وجعلت اسمک مع اسمی ینادی بہ فی جوف السماء وجعلت الارض طہورا لک ولامتک وغفرت لک ما تقدم من ذنبک وتاخر فانت تمشی فی الناس مغفورا لک ولم اصنع ذلک لاحد قبلک وجعلت قلوب امتک مصاحفہا وخبأت لک شفاعتک ولم اخبأہا لنبی غیرک ترجمہ روایت کیا قاضی عیاض نے شفا میں اور کہا ملا علی قاری نے شرح میں کہ روایت کیا اسکو احمد نے بسند حسن ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ

کہ کچھ مانگو میں نے عرض کیا اے پروردگار کیا مانگوں تونے ابراہیم کو خلیل
بنالیا اور موسیٰ سے کلام کئے نوح کو برگزیدہ کیا اور سلیمان کو وہ ملک دیا
جو اون کے بعد دوسرے کو سزاوار نہیں ارشاد ہوا جو تمکو میں نے دیا وہ اون
سب سے بہتر ہے تمکو کوثر دیا تمہارے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا جو
پکارا جاتا ہے آسمان میں اور تمہارے اور تمہاری امت کے لئے زمین
کو طہور اور پاک بنایا اور اگلے پچھلے گناہ تمہارے بخشدئے اب لوگوں میں تم
مغفور ہو یہ عطائیں پہلے کسی کے لئے نہویں تمہاری امت کے دلوں کو
مصحف بنایا اور مقرر کر رکھی ہے تمہارے لئے شفاعت کسی نبی کے واسطے
یہ بات نہ ہوئی انتہے چونکہ دوسرے انبیا کو یہ قطعیت مغفرت حاصل نہیں
اسیوجہ سے انبیا علیہم السلام روز حشر مقام خوف میں ہوں گے چنانچہ
حدیث شریف سے جو بخاری شریف میں بکرات ومرات وارد ہے یہ بات
ظاہر ہے۔ اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ مراد اس سے سلام ہے کمافی المواہب
وجوز الحلیمی ان یکون الصلوٰۃ بمعنی السلام شاید دلیل اس قول کی یہ ہوگی کہ
مغفرت ماتقدم وماتاخر وقت واحد میں بالکلیہ ہوچکی اسمیں تجدد واستمرار
صادق نہیں آتا حالانکہ آیہ شریفہ سے تجدد واستمرار ثابت ہے جیساکہ
قریب معلوم ہوگا البتہ سلام میں استمرار ہوسکتا ہے اور سوائے اس کے
ابن قیم کے ان بعض دلیلوں سے اس قول کا بھی ابطال ہوتا ہے اور بعضوں کا
قول ہے کہ مراد اس سے ثنا و تعظیم یا فقط تعظیم ہے کمافی المواہب وقیل
صلوٰتہ علی خلقہ تکون خاصۃ وتکون عامۃ فیکون صلوٰتہ علی انبیائہ ہی ماتقدم

من الثناء والتعظیم وصلوته علی غیرہم الرحمۃ التی وسعت کل شے وقال الحلیمی فی الشعب معنی الصلوۃ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تعظیمہ اور اسی کے قریب یہ قول بھی ہے کہ مراد اس سے تشریف وزیادت تکریم ہے کما فی المواہب وحکے القاضی عیاض عن بکر القشیری انہ قال الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللہ تشریف وزیادۃ تکرمۃ شاید دلیل ان اقوال کی یہ ہوگی کہ آیہ شریفہ میں صلوا علیہ وسلموا سے ظاہر ہے کہ صلوۃ کچھ اور ہے اور سلام اور چنانچہ صحابہؓ نے یہی سمجھا اور سوا اسکے سلام میں بھی کوئی خصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ وغیرہ اکثر وارد ہوا ہے الحاصل ان سب اقوال سے مقصود یہ ہے کہ کمال تعظیم وخصوصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ کے نزدیک سمجھی جاوے اور علو شان و رفعت منزلت درود شریف کی ثابت ہو یہانتک کہ جنہوں نے صلوۃ سے رحمت مراد لی ہے اونکا بھی مطلب یہ نہیں کہ وہ رحمت عامہ ہے بلکہ وہ رحمت مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے خاص کیگئی ہے چنانچہ زرقانی نے اسی قسم کا جواب اوس اعتراض کا دیا جو صاحب مواہب نے اس قول پر وارد کیا ہے کہ اس آیہ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ سے صلوۃ ورحمت میں مغایرت ثابت ہے حیث قال واجیب بان الصلوۃ الرحمۃ المقرونۃ بالتعظیم فہی اخص من مطلق الرحمۃ وعطف العام علے الخاص کثیر مستعمل اور اس تقریر سے صاحب مواہب کا یہ اعتراض بھی دفع ہوجاتا ہے کہ جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ سلام کا طریقہ

توہم نے جان لیا یعنے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صلوٰۃ آپ پر
کس طور پڑہیں فرمایا کہو اللہم صل علی محمد الحدیث سواگر صلوٰۃ کے معنی رحمت
ہی ہوتے تو فرمادیتے سلام میں ہی تم نے اسکو بہی جان لیا کیونکہ اسمیں
(ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) موجود ہے۔ یہ اعتراض اسوجہ سے دفع ہوسکتا ہے کہ
رحمۃ اللہ سے مراد رحمت عامہ ہے اور صلوٰۃ سے مراد رحمت خاصہ اور
ضرور نہیں کہ عام کے معلوم ہونے سے خاص بہی معلوم ہوجاوے۔ کما
قال الزرقانی ؤالجواب ماقد علم فسوالہم دل علی ان الصلوٰۃ اخص من مطلق الرحمۃ
پہر جب صلوٰۃ رحمت خاصہ کا نام ٹہیرا تو رحمت کے ذکر سے صلوٰۃ کا ذکر
لازم نہیں آتا کیونکہ جہاں خاص کا ذکر مقصود ہو عام کا ذکر کافی نہیں جیساکہ
انسان کا ذکر جہاں مقصود ہو وہاں حیوان کہنا درست نہوگا اسیوجہ سے
ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے
وقت رحمہ اللہ تعالیٰ کہنا درست نہیں کما قال السخاوی فی القول البدیع
جزم ابن عبد البر بالمنع فقال لایجوز لاحد اذا ذکر النبی صلے اللہ علیہ وسلم
ان یقول رحمہ اللہ لانہ قال من صلے علیّ ولم یقل من ترحم علیّ ولا من دعی لی و
ان کان معنی الصلوٰۃ الرحمۃ ولکنہ خص لہذا اللفظ تعظیما لہ فلا یعدل الی غیرہ
ویؤیدہ قولہ تعالےٰ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ
بَعْضِکُمْ بَعْضًا اس تقریر سے پانچ اعتراض ابن قیم کے بھی دفع ہوگئے
باقی رہا چہٹا اعتراض اونکا اوسکا جواب یہ ہے کہ اللہم صل الخ کی ہئیت
ہرچند دعا کی ہے مگر جب نکیف الصلوٰۃ کے جواب میں وہ ارشاد ہوا تو

بحسب تعیین شارع صلوٰۃ اسی کا نام ہوگا۔ اسی وجہ سے ان الفاظ مشروحہ کو
کوئی پڑھ لے تو صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا صادق آجاے گا نہ دعا لہ
حالانکہ وضع صیغہ دعا کے واسطے ہے نکتہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس کام کا حکم
حق تعالیٰ نے فرمایا اوس کے امتثال میں کوئی کام کیا جاتا ہے مثلاً نماز کے
حکم پر قیام ورکوع وغیرہ ادا کئے جاتے ہیں اور روزہ کے حکم پر بھوکے
پیاسے رہتے ہیں بخلاف اسکے درود شریف پڑھنے کے لئے جب
صَلُّوا ارشاد ہوا تو کوئی کام نہیں کیا جاتا بلکہ یہی کہا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیہِ
یہ تو بلا تشبیہ ایسا ہوا جیسے بنی اسرائیل نے قتال کے حکم کے جواب
میں فَقَاتِلا کہا یعنے تمہیں لڑلو وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے دیکھا کہ عہدہ برائی اوسکی کسی سے نہو سکے گی فرمایا یہ کام
اللہ تعالےٰ ہی کے تفویض کر دیا کرو یعنے تفویض کر دینا ہی صلوٰۃ ہو جاے گا
اسی مسئلہ میں امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی تفسیر مسمی بتاویلات القرآن
میں اسی قسم کی تقریر کی ہے کما قال والاشکال ان فی الآیۃ الامر
للمومنین ان یصلوا علی النبی ثم قال لما سئل عن کیفیۃ الصلوٰۃ علیہ
وماہیتہا فقال ان یقولوا اللھم صل علی محمد وہذا سوال من اللہ تعالےٰ
ان یتولی بنفسہ الصلوٰۃ علی محمد علیہ السلام وفی ظاہر الآیۃ ہم الماموروان
یتولون الصلوٰۃ بانفسہم علیہ فکیف یخرجون عن الامر بالصلوٰۃ علیہ بالدعاء
والسوال من اللہ تعالےٰ بالصلوٰۃ علیہ فنقول ہم امروا بالصلوٰۃ
وہی الغایۃ من الثناء علیہ ولکنہ لم یر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی وسعہم

وطاقتهم القیام بغایة ما امروا به من الثنا رعلیه فامرهم ان یکلوا ذلک الی اللہ تعالے

ویفوضوا الیه وان یسالوه لیتولی ذلک هو ونهم لم یرفی وسعهم القیام بغایة الثنا ر

علیه والا فلیس فی ظاهر الایة سوال للرب تعالے ان یصلی هو بنفسه علیه

ولکن فیها الامر للذین آمنوا بان یصلوا علیه واللہ اعلم تفصیل اس اجمال کی

یہ ہے کہ ہر شے کے لئے ایک حقیقت اور ہویت مختصہ حق تعالی

کے نزدیک ثابت ہے جیساکہ حق تعالے فرماتا ہے۔

وَاَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ وایضاً قَالَ وَکُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ

اور نظائر اسکے بہت ہیں جیساکہ موت کی صورت دنبے کی ہے اور

قیامت میں ذبح کیجائے گی۔ اور نیل وفرات کی حقیقت کو سدرۃ المنتہیٰ

کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کما فی کنز العمال من البخاری

رفعت الی سدرۃ المنتہیٰ منتہاها فی السماء السابعة نبقها مثل قلال هجر وورقها مثل

اذان الفیلة فاذا اربعة انهار نهران ظاهران ونهران باطنان فاما الظاهران النیل

والفرات والباطنان فنهران فی الجنة الحدیث یعنی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

میں نے دو نہریں دیکھیں دو ظاہر کی دو باطن کی ظاہر کی دو نہریں نیل و

فرات ہیں اور باطن کی جنت میں دو نہریں ہیں اسیطرح ایک خزانہ ہے

جس میں اچھے اچھے اخلاق رکھے ہیں کما فی الجامع الصغیر للسیوطی

ان محاسن الاخلاق مخزونة عند اللہ تعالے فاذا احب اللہ عبداً منحه

خلقا حسنا الحکیم عن العلا بن کثیر مرسلا ترجمہ روایت ہے علاء بن

کثیر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اچھے اچھے اخلاق

اللہ تعالیٰ کے پاس مخزون ہیں جب کسیکو حق تعالیٰ دوست رکھتا ہے تو
اوسکو کوئی اچھا خلق عنایت فرماتا ہے اور جامع الصغیر میں ہے الحمد للہ
تملا المیزان والتسبیح والتکبیر یملا السموات والارض والصلوٰۃ نور الحدیث حم
ن ھ حب عن ابی مالک الاشعری ترجمہ فرمایا حضرتؐ نے الحمد للہ میزان
کو بھر دیگا اور تسبیح و تکبیر آسمانون کو اور زمین کو بھر دیتی ہیں اور نماز نور ہے
اور زرقانی شرح مواہب میں روایت ہے واخرج احمد وابن حبان
والضیاء برجال الصحیح عن جابر مرفوعاً اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاء نی
بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس یعنے میرے پاس دنیا کی کنجیاں لائی گئیں
جن کو جبریل علیہ السلام ابلق گھوڑے پر میرے پاس لائے اور اس
قسم کی روایتیں بکثرت موجود ہیں حاصل یہ کہ حق تعالیٰ کے نزدیک ہر چیز کی
ایک حقیقت ثابت و موجود ہے لیکن بعضوں کا وجود اس عالم میں محسوس
ہے اور بعضوں کا محسوس نہیں چنانچہ احادیث مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے
پھر ہر حقیقت دوسری سے ممتاز ہے بہ تشخص خاص چنانچہ انہیں
احادیث سے یہ بات بہی ظاہر ہے اور یہ حدیث بھی اسپر دلیل ہے
جو کنز العمال میں ہے اذا کان یوم القیمۃ جاء الایمان والشرک یجثوان بین
یدی الرب فیقول للایمان انطلق انت واھلک الی الجنۃ کـ فی تاریخہ
عن صفوان بن عسال ترجمہ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز ایمان اور شرک حاضر ہونگے اور حق تعالیٰ
کے روبرو دونوں بیٹھہ جائیں گے ایمان کو ارشاد ہوگا کہ تو اپنے اہل کے ساتھ

جنت میں چلا جاتے تھے - اسی طرح درود شریف کا بھی حال سمجھنا چاہئے کہ ایک شے ممتاز ہے اور وجود اوسکا اس عالم کے جنس سے نہیں اور نہ ادراک اوسکا حواس جسمانیہ سے ہو سکتا ہے - بلکہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے متعلق ہے اور تعجب نہیں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوسکو دیکھ بھی لیتے ہوں کیونکہ ملکوت وغیرہ عوالم کی اشیا جس تک خیال کی رسائی دشوار ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس تھیں - اس سے بڑھکر کیا چاہئے کہ قیامت کی اشیا کو یہاں سے ملاحظہ فرماتے تھے کما فی الفردوس للدیلمی عن جابرؓ ان اللہ رفع لی بیت المقدس وانا عند الکعبۃ فجعلت انظر الیہ والی مافیہ ولقد رایت جہنم واہلہا فیہا واہل الجنۃ فی الجنۃ قبل ان یدخلوہا کما انظر الیکم یعنے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے بیت المقدس روبرو میرے کیا گیا جسکو میں دیکھ رہا تھا اور قبل اسکے کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائیں میں اون کو اپنے اپنے مقامات میں دیکھ لیا ہوں جس طرح تمکو دیکھتا ہوں - وفی المواہب روی الشیخان من حدیث عقبۃ بن عامر قال صلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد بعد ثمان سنین کالمودع للاحیاء والاموات ثم طلع المنبر فقال انی بین ایدیکم فرط وانا علیکم شہید وان موعدکم الحوض وانی لانظر الیہ وانا فی مقامی ہذا وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض الحدیث -

ترجمہ نماز پڑہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد پر آٹھ سال کے بعد جیسا کہ کوئی رخصت کرتا ہے زندوں اور مردوں کو پھر چڑھے حضرت

منبر پر اور فرمایا کہ میں تمہارے لئے میر منزل ہوں اور تمہارا شاہد ہوں اور ہمارے اور تمہارے ملنے کی جائے حوض ہے جسکو میں اسی جگہہ سے دیکھہ رہا ہوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھکو دیگئیں انتہیٰ اور سوا اسکے اس دعوٰی پر اور بہت سی دلیلیں ہیں۔ الغرض صلوٰۃ کا ادراک و احساس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے دوسرا اوسپر واقف ہو نہیں سکتا جیسا کہ کور مادر زاد سیاہ و سفید پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور مثال اوسکی ایسی سمجھنا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال یعنے پے در پے روزے بلا افطار رکھنا شروع کے صحابہؓ نے بھی اتباع کا قصد کیا ارشاد ہوا کہ مجھکو اپنے پر قیاس مت کرو کہلاتا ہے مجھکو میرا رب اور پلاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے عن ابی سعید الخدریؓ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تواصلوا فایکم اراد ان یواصل فلیواصل حتی السحر قالو فانک تواصل یا رسول اللہ قال لست کہیئتکم انی ابیت لی مطعم یطعمنی وساق یسقین۔ وفی روایۃ منہ یطعمنی ربی ویسقین اس کہانے پینے کی حقیقت دوسروں کو کیا معلوم ہو سکے۔ اگر وہ ہمارے کہانے پانی کی جنس سے ہوتا تو صوم وصال ہی کیوں کہا جاتا اور لست کہیئتکم وغیرہ کیوں فرماتے۔ ایسا ہی صلوٰۃ کا ادراک و احساس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے اور تعجب نہیں کہ وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ سے اسی کے طرف اشارہ ہوا اگرچہ اکثر محدثین نے معنی اسکے نماز کے لئے ہیں مگر اسپر کوئی قرینہ نہیں بخلاف معنی درود کے کہ اسپر یہ حدیث قرینہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی ما من عبد

یصلی علی الاعرج بہا ملک حتی یجیئ بہا وجاہ الرحمن فیقول اللہ عزوجل اذہبوا
بہا الی قبر عبدی یستغفر لقائلہا وتقربہا عینہ الدیلمی عن عائشہ کذا فی کنز العمال
یعنے درود جب حق تعالےٰ کے پاس گزرانا جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اوسکو لیجاؤ تا اس سے اونکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں
انتہے۔ اسی وجہ سے بعضوں کا مذہب یہی ہے کہ مراد قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
سے درود ہے کما قال القسطلانی فی مسالک الحنفا معنے قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
فی حدیث حبب لی من دنیاکم ثلاث النساء والطیب وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
الصلوٰۃ التی ذکرہا فی قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ عند بعض انتہے
یہ تو اللہ تعالےٰ کی صلوٰۃ کا حال تھا اب رہی صلوٰۃ ملائکہ اور مومنین سو محدثین
نے لکھا ہے کہ مراد اوس سے استغفار و دعا ہے وجہ اوسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ
صلوٰۃ یعنے رحمت خاصہ کا خزانہ حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کسی کو اوس میں
دخل نہیں۔ خیر خواہوں کا کام صرف دعاگوئی ہے۔ اور وہ بھی صرف اس
غرض سے کہ ہم بھی دعاگو رہیں ورنہ پیاپے رحمت خاصہ کا اترنا بغیر دعا کے ہمیشہ
جاری ہے جیسا کہ خود حق تعالےٰ اس آیہ شریفہ میں بصیغہ استمرار اوسکی خبر
دیتا ہے۔ مگر چونکہ اس دعا و استغفار پر بھی صلوٰۃ ہی کا اطلاق فرمایا اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس صلوٰۃ کی صورت
دعائیہ کو بدل کر اوسی صلوٰۃ کی صورت میں جلوہ گر فرماتا ہے جو مختص آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ جب ایمان
لانیوالوں کی سیئات کی صورت کو بدلکر حسنات کی صورت میں جلوہ گر کرتا ہے

تو اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دعا کی صورت کو اونکی خوشنودی
کے واسطے بدل دینا مالک کن فیکون کے نزدیک کونسی بڑی بات ہے
دیکھیے لیجئے سیئات کو حسنات بنا دینا اس آیہ شریفہ سے ثابت ہے قال تعالے
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ
اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔
ترجمہ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک پس بدل دیتا ہے
اللہ تعالے اون لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھہ اور اللہ غفور رحیم ہے
اس صورت میں تینوں صلوات کی صورت بالمآل ایک ہی ہوگی۔ اوسپر
یہ بھی قرینہ ہو سکتا ہے کہ جب آیہ صلوٰۃ نازل ہوئی صحابہؓ نے عرض کیا
یارسول اللہ سلام کی کیفیت تو ہمیں معلوم ہوئی صلوٰۃ کا کیا طور ہوگا چنانچہ
در منثور وغیرہ اکثر کتب میں اس مضمون کی روایتیں وارد ہیں منجملہ ان کے
ایک یہ ہے واخرج ابن ابی سعد واحمد وعبد بن حمید والبخاری والنسائی
وابن ماجہ وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول اللہ ھذا السلام علیک
قد علمناہ فکیف الصلوٰۃ قال قولوا اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت
علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم۔ کذا فی الدر المنثور
للسیوطی فی تفسیر آیہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ اس سے معلوم ہوا کہ صلوا
سے مراد صحابہ نے دعا نہ سمجھی ورنہ ہر شخص دعاگوئی میں مصروف ہو جاتا استفسا
کی وجہ یہی ہوگی کہ رحمت نازل کرنا تو خاص اللہ تعالے کا کام ہے اس امر کا
امتثال ہم سے کیونکر ہو سکے ارشاد ہوا کہ تمہارا کام اتنا ہی ہے کہ ان الفاظ

کو کہہ پاکرو اس تقریر سے ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا
مطلب بھی معلوم ہو گیا جو ابھی مذکور ہوا اور وہ اشکال بھی دفع ہو گیا جو قسطلانی رح
نے شرح بخاری میں وارد کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ میں لفظ
اللہ کی خبر محذوف ہے یا اللہ و ملئکۃ دونوں کی خبر یصلون ہے یہ نہیں ہو سکتا
کہ یصلون دونوں کی خبر ہو کیونکہ اللہ کی صلوٰۃ کچھہ اور ہے اور ملئکہ کی
کچھہ اور ایک لفظ کا استعمال دو معنے مختلف میں وقت واحد میں درست
نہیں۔ اور اگر کہا جاوے کہ لفظ اللہ کی خبر محذوف ہے یعنے یصلی اور
یصلون ملئکۃ کی خبر ہے تو وہ بھی درست نہیں اسلئے کہ نحو میں تصریح
ہو چکی ہے کہ جب معنی دو خبروں کے جدا جدا ہوں تو اسوجہ سے کہ دوسری
خبر محذوف پر دلالت نہیں کرتی ایک کو حذف کرنا درست نہیں اگرچہ
لفظ دونوں کا ایک ہو جیسے زید ضارب و عمرو میں اگر محذوف ضارب
سے چلنے والا مراد ہو یعنے مسافر اور مذکور سے مارنیوالا کما قال القسطلانی نے
شرح البخاری اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
اختلف ہل یصلون خبر عن اللہ وملائکتہ او عن الملئکۃ فقط و خبر الجلالۃ محذوف لتغایر
الصلاتین لان صلوۃ اللہ غیر صلوتہم ای ان اللہ و ملئکتہ یصلون الا ان فیہ
بحثا و ذلک انہم نصوا علی انہ اذا اختلف مدلولا الخبرین فلا یجوز حذف احدہما
لدلالۃ الآخر و ان کانا بلفظ واحد فلا تقول زید ضارب و عمرو یعنے و عمرو
ضارب فی الارض اے مسافر وجہ دفع اشکال یہ ہے کہ تینوں صلوٰۃ
حقیقت میں ایک ہیں اور مصداق سب کا ایک ہی قسم کا ہے۔ نہ مختلف

نکتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین فرمایا ہے تو
گویا ذات مبارک منبع رحمت ہے کہ تمام عالموں سے متعلق رحمتوں کا افاضہ
یہیں سے ہوتا ہے۔ اسلئے صلوٰۃ درحمت الہی پیاپے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے تا ادہر سے استفادہ اور ادہر سے افاضہ برابر
جاری رہے۔ فائدہ اس آیۂ شریفہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ یعنے اُسکے فرشتہ درود پڑہتے ہیں اور
آدم علیہ السلام کے سجدہ کے باب میں فرمایا فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ یعنے تمام فرشتوں نے اون کو سجدہ کیا۔ اہل مذاق
وجدان سلیم سے سمجھہ سکتے ہیں کہ اس اضافت وترک اضافت میں کسقدر
لطف رکہا ہے امر وجدائی تو بیان میں آنہیں سکتا مگر بجسب ظاہر ہر شخص
اسقدر سمجھہ سکتا ہے کہ اس اضافت میں کوئی معنی زاید ایسے ہوں گے جو صرف
ملائک کہنے میں نہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ یہ اضافت تعریف یا تخصیص کے
کے واسطے ہو جیسے غلام زید میں۔ کیونکہ زید کے سوائے دوسروں کے
بھی غلام ہوتے ہیں تو غلام زید سے فائدہ تعریف یا تخصیص کا ہوگا بخلاف
ملائک کے اسلئے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں کسی دوسرے کے نہیں
پس ملائکتہ کہنے سے نہ تعریف ہوئی نہ تخصیص۔ بلکہ اس اضافت سے یہ
معلوم ہوا کہ جس فرشتہ کو نسبت حق تعالیٰ کے طرف۔ ہے یعنے تمام
فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہا کرتے ہیں اور اس حکم
سے کوئی فرشتہ مستثنے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو مستثنے ہوگا اوس سے یہ

نسبت جاتی رہے گی اور یہ محال ہے۔ پھر یہ بات ظاہر ہے کہ سب فرشتے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں باوجود اسکے جب نسبت اپنی طرف فرمائی تو معلوم ہوا کہ صرف عزت افزائی اونکی اس نسبت سے مقصود ہے جیسے فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ یعنے جب شیطان نے آدمیوں کو گمراہ کرنے پر اپنی آمادگیاں ظاہر کیں ارشاد ہوا کہ میرے بندوں پر تیرا کچھ غلبہ نہیں حالانکہ سب بندے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ تو جیسے عبادی کی اضافت سے شرافت اون عباد کی ظاہر ہوتی ہے جو دام میں شیطان کے نہیں آتے ویسا ہی ملائکتہ کی اضافت سے شرافت اون ملائک کی ظاہر ہوتی ہے جو درود پڑھتے ہیں۔ اور شرافت کی وجہ یہی ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی نسبت اون کے طرف کی گئی ورنہ یہی ملائکہ ہیں جن کا ذکر فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ میں بھی کیا گیا ہے پچھ ایسے طور پر کہ جس سے کوئی شرافت ظاہر نہین ہوتی۔ کیون نہو حبیب کا خیرخواہ بھی اپنا ہی سمجھا جاتا ہے۔ الحاصل وملئکتہ یصلون کا یہ مطلب ہوا کہ جتنے فرشتے عالم علوی اور سفلی میں ہیں سب کے سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود پڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے اونکو وہ فضیلت وخصوصیت عطا ہوئی کہ جس کا عوض مذہب عشاق میں شاید جان بھی فدا کریں تو نہو سکے کیونکہ عشاق اسبات کو خوب جانتے ہیں کہ محبوب جب کسی عاشق کو اپنا کہدے تو اوسکی کیا حالت ہوگی غرض وملئکتہ میں جو باتیں رکھی ہوئی ہیں فسجد الملئکتہ میں نہیں ہیں فائدہ تعداد تمام ملائک کی جو ہمیشہ درود شریف

کے پڑھنے میں مشغول ہیں حق تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کسقدر ہے چنانچہ مصرح
ارشاد ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ ترجمہ نہیں جانتا ہے
آپ کے پروردگار کے لشکروں کو کوئی سوائے اوسکے انتہٰی۔ مزید توضیح
کے واسطے یہاں چند حدیثیں ذکر کیجاتی ہیں جن سے یہ بات ثابت
ہو جائیگی کہ شمار فرشتوں کا حد سے باہر ہے منجملہ انکے ایک یہ ہے جو امام
سیوطیؒ نے حبایک میں ذکر کیا ہے واخرج ابوالشیخ عن الحکم قال بلغنی انہ ینزل
مع المطر من الملٰئکۃ اکثر من ولد آدم والبیس یحصون کل قطرۃ واین یقع و
من یرزق ذلک النبات ترجمہ یعنے پانی کے ساتھ اسقدر فرشتے
اترتے ہیں کہ اونکی تعداد آدمیوں اور جنات سے بڑہی ہوئی ہے وہ ہر قطرہ
کو شمار کر لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیتے کہ وہ کہاں گرے گا اور اوس
سے جو سبزی پیدا ہوگی کس کا رزق ہے انتہٰی اور ایک یہ ہے جو حبایک
ہی میں مذکور ہے واخرج ابوالشیخ من طریق مجاہد عن ابن عباس عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس من خلق اللہ اکثر من الملٰئکۃ ما من شیئ ینبت
الا ملک موکل بہا ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مخلوق خدا
کی فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے کوئی نبات وروئیدگی ایسی نہیں کہ جس پر
ایک فرشتہ موکل اور متعین نہیں انتہٰی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہے
کہ تمام عالم میں جس قدر موجودات ہیں سب سے زیادہ فرشتے ہیں اور
خصایص کبری میں سیوطیؒ نے روایت کیا ہے واخرج الترمذی
وابن ماجہ وابو نعیم عن ابی ذرؓ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی

اری مالاترون واسمع مالاتسمعون اطت السماء وحق لہا ان تئط لیس فیہا

موضع ربع اصابع الا و ملک واضع جبہتہ ساجداً ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے کہ میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا

ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان بوجھہ کے سبب سے چرچراتا ہے اور یہ بات

اوسکو سزاوار ہے کیونکہ اوسمیں کوئی چار انگل کی بالیسی جگہہ نہیں ہے جس میں

کوئی فرشتہ پیشانی رکھے ہوئے سجدہ میں نہو انتہے اور حاکم نے مستدرک

میں روایت کیا ہے عن عبداللہ بن عمران اللہ تعالیٰ جزء الخلق عشرۃ

اجزاء فجعل الملئکۃ تسعۃ اجزاء وسائر الخلق جزءً ترجمہ روایت ہے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے دس

حصے کئے نو۹ حصے فرشتے بناے اور ایک حصہ تمام مخلوقات انتہے اور

سوائے اسکے کئے حدیثیں ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ ملائک

اس کثرت سے موجود ہیں اور ہمیشہ پیدا ہوتے جاتے ہیں کہ جس کا شمار

نہیں اگر اسکی تفصیل پر مطلع ہونا ہو تو الحبائک فی اخبار الملائک جو

خاص ملایک ہی کے احوال میں امام سیوطیؒ نے لکھی ہے اوسکو دیکھہ لیجیے

حاصل یہ کہ اسقدر مقربان بارگاہ الٰہی جنکی تعداد تمام عالم کے موجودات سے

کئی حصہ بڑھکر ہے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑہنے میں معروف

ہیں اور خود حق تعالےٰ ہمیشہ کے لئے اس کام میں اپنی مشغولی بلا کیف

ظاہر فرماتا ہے تو تھوڑے سے آدمیوں کا درود وہاں کس قطار و شمار

میں ہو سکتا ہے مگر نہ ہے شان رحمۃ للعالمینی کہ باوجود اس کے

امتیون سے اس تحفہ محقرہ کی درخواست فرماتے ہیں اور وہ بھی کس خوبی کے ساتھہ کہ اگر تم ایکبار درود پڑہو گے تو خدائے تعالیٰ تمپر ستر بار درود بھیجے گا اور تمام فرشتے تمہارے حق میں دعا کرینگے اور کل حاجتیں دینی و دنیاوی تمہاری روا ہونگی۔ اگر انصاف ہو تو معلوم ہو کہ یہ صرف بندہ نوازی ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک وہاں یہ تحفہ محقرہ کس قطار و شمار میں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ خود شاہ کونین جن سے ہر طرح کی امیدیں ہیں ایک اس قسم کا ہدیہ ہم سے طلب فرماویں اور اوسکی کچھ پروا نگی جاوے پہر یہ بھی نہیں کہ اعتراف قصور ہو بلکہ مخالفانہ ایسی دلیلیں قایم کی جائیں جس سے یہ بات ثابت ہو کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رغبت کے موافق عمل کیا جاوے تو اوسمیں قباحتیں لازم آئیں گی نعوذ باللہ من ذلک واقع میں اُدہر سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں مگر ادہر جب تنگی حوصلہ ہو اور قابلیت و استعداد نہو تو اوسکا کیا علاج سچ ہے ؎ طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

آلہ العالمین جیسا تو نے اپنے حبیب صلعم کو ہماری خیر خواہی کی طرف متوجہ فرمایا ایسا ہی اونہیں کے طفیل سے ہمیں فہم سلیم بہی عطا کیجو کہ اونکی نوازشوں اور خیر خواہیوں کو سمجھیں اور تیری اور اونکی قدر کریں۔

اب ہم ذرا ان حضرات سے پوچھتے ہیں (جنکے مشرب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر چنداں ضرور نہیں) کہ کیا آپ نے کچھہ اللہ تعالیٰ کی بہی قدر کی ہے یا وہ بہی صرف دعوی زبانی ہے۔ کیونکہ اس آیہ شریفہ سے آپ سمجھہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر کس قدر ہوگی جو ہمیشہ

کے لئے اوپر اپنا صلوٰۃ بھیجنا ظاہر فرماتا ہے۔ پہر اگر عظمت حق تعالےٰ کی مسلم ہے تو چاہیے تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بہی دل میں متمکن ہوتی۔ برخلاف اوسکے جب تعظیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق آگیا تو معلوم ہوا کہ یہ اور امثال اس کی جو قدردانیاں اور عزت افزائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالےٰ نے فرمائی ہیں اوسکی کچہہ وقعت نہیں۔ اور یہ بالکل منافی دعویٰ عظمت کبریائی ہے۔ میری دانست میں کسی مسلمان کا عقیدہ ایسا نہو گا۔ کیونکہ جملہ اہل اسلام جانتے ہیں کہ شیطان نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ نکیا اوسکی وجہ یہی تہی کہ اوسنے اپنے زعم میں حق تعالےٰ کی عظمت خوب جما رکھی تہی کہ کسی کی عظمت کو اوس کے دل میں مطلقاً جائے نہ تہی۔ مگر جب حق تعالےٰ نے اون کا مرتبہ ظاہر فرمایا اور اوس نے اونکی بیقدری کی اور معظم نہ سمجہا صرف اسی وجہ سے مردود ٹہیرا۔ اور اس سے یہ بات بہی ظاہر ہوگئی کہ گو حق تعالےٰ کی تعظیم کا اوسکو دعوے تہا مگر دل میں اوسکا اثر نہ تہا اور اس کی مثال بعینہ ایسی ہوئی جیسے کفار حق تعالیٰ کو خالق ارض وسما کہتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ مگر بت پرستی اور لوازم اوسکے اس قول کو انکے باطل کئے دیتے تہے چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

گر بپرسی گبر را کاین آسمان	آفریدۂ کیست وین خلق جہان
گوید آنہا آفریدہ آن خداست	کافرینش بر خدائیش گواست

کفر و ظلم و استم بسیار او	نیست لائق با چنین اقرار او
فعل او کردہ دروغ آن قول را	باشد او لائق عذاب ہول را

اسی طرح جسکے دل میں درود شریف کی وقعت نہو اوس کے نزدیک حق تعالی کی بہی عظمت نہیں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے (جس کا ذکر قریب آتا ہے) کہ جو شخص ایکبار درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑہے حق تعالی اوسپر دس بلکہ ستر درود بہیجتا ہے۔ اب دیکہئے کہ جسکے نزدیک حق تعالی کے صلوٰۃ کی کچہہ بہی وقعت ہوگی تو درود شریف کی ضرور اوسکو رغبت ہوگی۔ اور جب درود شریف پر رغبت نہیں جسکی وجہ سے صلوٰۃ الٰہی حاصل ہوسکے تو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الٰہی کی اوسکو کچہہ قدر نہیں ایسی ہی باتوں سے شاید حق تعالی نے فرمایا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔ اللھم وفقنا لما تحب وترضی **فائدہ** علماء رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے کہ یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالی اور ملائکہ کی طرف راجع ہے یا صرف ملائکہ کی طرف۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کا قول ہے یُصَلُّوْنَ کی ضمیر اللہ تعالے اور ملائکہ کی طرف راجع ہے۔ مقصود اوس سے فرشتوں کو شرافت دینا ہے کہ ایک کام کے اسناد اور نسبت ایک ہی صیغہ سے اپنے اور اونکی طرف ہو یہ بڑی تشریف و تکریم ہے کہ اس امر خاص پر جو صیغہ دلالت کرتا ہے اوسمیں حق تعالے نے اون کو اپنے ساتہہ جمع فرمایا یہاں اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ کسی خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں خطبہ پڑہا جس میں

یہ الفاظ تھے ومن یطیع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوی یعنے جس شخص نے خدا اور رسول کی اطاعت کی راہ راست پائی اور جس نے اون دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو برا خطیب ہے ـ

ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی کہہ مقصود یہ کہ ایک ضمیر میں خدا اور رسول کو جمع کرنا نچاہیے اس صورت میں یصلون کی ضمیر خدا ے تعالیٰ اور ملائک کی طرف پہیرنا کیونکر درست ہوگا اسکا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ مختار ہے عدم جواز کا حکم وہاں جاری نہیں ہو سکتا اور ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ضمیر یصلون کی صرف ملائکہ کی طرف راجع ہے اور خبر لفظ اللہ کی محذوف ہے یعنے ان اللہ یصلی اس صورت میں اجتماع اللہ اور ملائکہ کا ایک ضمیر میں لازم نہیں آتا جسکی ممانعت ہے جماعت اولی کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ جمع مذکور مطلقا ممنوع نہیں ـ رہا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطیب کو لفظ یعصہما سے منع فرمایا سو اوسکا سبب یہ نہیں تہا کہ ایک ضمیر میں اللہ و رسول کو اوسنے جمع کیا تھا بلکہ وجہ اوسکی یہ تھی کہ اوس نے ومن یعصہما پر سکوت کیا تہا جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس نے نافرمائی خدا و رسول کی کی وہ بھی راہ راست پر ہے چنانچہ ابو داؤد نے عدی بن حاتم سے روایت کیا ہے ان خطیبا خطب عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقال قم بئس الخطیب انت لیکن اسکا جواب ہو سکتا ہے کہ مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر تثنیہ ہی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس خطیب کو زجر فرمایا تھا

کیونکہ اِس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد زجر کے فرمایا کہ ومن یعص اللہ ورسولہ کہہ اور اگر وقف وسکوت کی وجہ سے زجر مقصود ہوتا تو فرماتے ومن یعصہما فقد غوی متصل کہہ انتہیٰ ملخصاً اگرچہ امام قرطبیؒ نے اس مقام میں طویل وعریض بحث کی ہے جیساکہ معلوم ہوا مگر ہنوز اسمیں نظر کو گنجایش ہے اسلئے کہ مسلم شریف کی روایت باوجود معارض ہونے روایت ابی داؤد کے اگر مسلم بھی ہو تو اُس سے قطعائیہ لازم نہیں آتا کہ ایک ضمیر میں خدا ورسولؐ کو جمع کرنا درست نہیں۔ اسلئے کہ جایز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُوس خطیب کو (اس وجہ سے کہ قریب العہد بشرک ہے) جمع کرنے سے منع فرمایا ہو تو یہ منع کرنا ایک مصلحت خاص کی وجہ سے ہوگا نہ عموماً جیسا کہ ابتدائے زمانہ حرمت خمر میں ظروف خمر یعنے دبا حنتم نقیر اور مزفت کا استعمال ممنوع تھا اسوجہ سے کہ انسے شراب یاد آتی تھی پھر بعد ایک زمانہ کے جب خمر سے نفرت پیدا ہوگئی استعمال اُن ظروف کا جایز کر دیا گیا چنانچہ حرمت اور اجازت کی روایتیں صحاح میں موجود ہیں اور دلیل اس بات پر کہ کسی دوسری وجہ سے خاص اُس خطیب کو ومن یعصہما کہنے سے منع فرمایا تھا یہ ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا ایسے صیغوں کو استعمال فرمایا ہے چنانچہ کنز العمال میں روایت ہے عن ابی ذرؓ قال قلت یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ما الایمان قال ان تشہد ان لا الہ اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ وان یکون اللہ ورسولہ احب الیک مما سواہما الحدیث رواہ احمد فی مسندہ ترجمہ یعنے ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کیا ہے فرمایا یہ کہ گواہی دو توحید و رسالت کی اور یہ کہ اللہ اور رسول کی
محبت تمام چیزوں سے زیادہ ہو دیکھیے سا ہما کی ضمیر خدائے تعالیٰ اور رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف پھرتی ہے۔ بلکہ خود لفظ من یعصہما آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خطبہ میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ابوداؤد میں ہے عن ابن مسعودؓ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا تشہد قال الحمد للہ نستعینہ ونستغفرہ
ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ
واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ ارسلہ بالحق بشیراً ونذیراً
بین یدی الساعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فانہ لا یضر الا نفسہ ولا
یضر اللہ شیئاً۔ وعن یونس انہ سال ابن شہاب عن تشہد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یوم الجمعۃ فذکرہ نحوہ وقال ومن یعصہما فقد غوی الحدیث رواہما ابوداؤد
ترجمہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ
پڑھتے تو اسمیں فرماتے ومن یعصہما فانہ یضر الا نفسہ اور ایک روایت
ومن یعصہما فقد غوی ہے انتہی ملخصاً ان حدیثوں سے یہ بھی بات ثابت ہے
کہ یہ خطبہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور ابن ابی الدنیا نے
کتاب الحذر میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں موسی ابن عقبہ سے خطبہ طولانی
نقل کیا ہے جسمیں یہ الفاظ بھی موجود ہیں ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن
یعصہما فقد ضل ضلالاً مبیناً ذکرہ فی کنز العمال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور صدیق اکبرؓ کا ومن یعصہما ہمیشہ خطبہ میں پڑھنا ثابت ہے تو یہ کہنا کیونکر صحیح
ہوگا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ضمیر میں جمع کرنا درست نہیں

فائدہ اہل عربیت کے نزدیک مسلم ہے کہ جملہ میں ثبوت محکوم بہ کا محکوم علیہ کیلئے ہوا کرتا ہے خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو خواہ اسمیہ لیکن جملہ اسمیہ میں بہ نسبت فعلیہ کے دو باتیں زائد ہوتی ہیں ایک اُس ثبوت کی تاکید دوسرا اُسکا دوام چنانچہ سعدالدین تفتازانی رح نے مختصر معانی میں لکھا ہے الجملۃ الاسمیۃ تفید تاکید الثبوت ودوامہ اس سے ثابت ہوا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ سے تاکید اس امر کی مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتے ہیں۔ یہ مفاد صرف جملہ اسمیہ کا ہوا۔ پھر مسند یعنے یصلون کے فعل مضارع ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فعل مسند الیہم سے آناً فاناً صادر ہوتا جاتا ہے کما قال ابن حجر فی الدر المنضود وکما افاد الجملۃ الدوام لکونہ اسمیۃ کذلک تفید التجدد نظراً لخبرہا کما قال فی اللہ یستہزئ بہم وکما قال القسطلانی فی شرح البخاری تحت الآیۃ الموصوفۃ وعبر بصیغۃ المضارع لیدل علی الدوام والاستمرار غرض استمرار صلوٰۃ کا دو طور سے ثابت ہوا ایک بدلیل جملہ اسمیہ۔ دوسرا اس وجہ سے کہ فعل مضارع خبر ہے اور اُسکی تاکید بھی جملہ اسمیہ ہونے کے سبب سے ہو گئی جب اللہ تعالیٰ نے کلام قدیم میں اپنے اور ملائکہ کے ہمیشہ درود بھیجنے پر ایسے قرائن قائم کردیے تو اب کون مسلمان ہوگا کہ باوجود اسکے اسمیں تردد یا انکار کرے۔ مگر حق تعالیٰ نے اُس پر بھی کفایت نہ کر کے اس جملہ کو لفظ اِنَّ کے ساتھ مؤکد فرمایا جو تردد اور انکار کے دفع کرنے کو لایا جاتا ہے کما فی التلخیص وان کان المخاطب متردداً فی الحکم طالباً لہ حسن تقویتہ بمؤکد وان کان منکراً وجب توکیدہ بحسب الانکار۔ اب یہاں دیکھنا چاہئے کہ وہ کون لوگ ہونگے جنکا تردد

اور انکار اس کلام قدیم میں ملحوظ ہوا۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ زمانہ نزول آیہ شریفہ
میں یا اہل ایمان تھے یا منافق یا کفار۔ کفار و منافقین تو اس خطاب میں
شریک ہی نہیں اسلئے کہ مخاطب اہل ایمان ہیں جو یاایُّھَا الذِیْنَ اٰمَنُوا
کے ساتھ ندا کئے گئے ہیں۔ اب رہے اہل ایمان یعنے صحابہ بفضلہ تعالیٰ ایمان
اُن حضرات کا اس درجہ قوی تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو
کوئی خبر دیتے تو بلا تردد مان لیتے تھے چہ جائیکہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام قدیم میں
خبر دے اور اُنکو تردد ہو شان صحابیت ہرگز اسکو قبول نہیں کرسکتی غرض
اُنکا حال بھی مقتضی تاکید نہ تھا جب تینوں اصناف موجودہ کے لحاظ سے
تاکید بنوئی تو ضرور ہوا کہ سوائے اُن کے کوئی اور لوگ ہوں گے جن کا لحاظ
اس تاکید میں کیا گیا اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر لحاظ کسی کے تردد اور انکار کے
اس کلام بلیغ معجز میں تاکید لائی گئی ہو۔ اگرچہ مصداق اُنکا معین کرنا ہمارا
کام نہیں۔ مگر ہر شخص کا ذہن بادنے تامل انہیں آخری زمانے کے مسلمانوں
کی طرف متبادر ہو گا جن کا ایمان قرآن شریف پر تو ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو مستحق ایسے مدارج عالیہ کے نہیں سمجھتے فی الحقیقت یہ کمال عنایت حق تعالیٰ
کی ہے کہ ظہر فرما دیا۔ تا سمجھ جائیں کہ جب اِس درجہ کی اعتنا بالشان اور
مشغولی دائمی اپنی اور ملائک کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ میں
اِس اہتمام سے بیان فرماتا ہے تو کسقدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہم لوگوں کے دلوں میں متمکن ہونا چاہئے۔ اگر اپر بھی عقیدہ کو کچھ حرکت نہو
تو بارگاہ لاابالی میں کیا پروا وہاں تو نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى کا عمل جاری ہے

فائدہ جب حق تعالیٰ نے کمال عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اہتمام صلوٰۃ عالم ملکوت میں اور استمرار اپنی صلوٰۃ کا صراحۃً اور کنایۃً ہر طرح سے فرما دیا۔ عنایات ازلی نے جوش کیا اور توجہ اس طرف ہوئی کہ حضرتؐ کے امتی بھی اس دولت عظمیٰ اور ذریعہ قصویٰ سے بے نصیب نہ ہیں اول اُن کو یَاۤاَیُّھَا کہہ کر خواب غفلت سے جگایا تا ہوشیار ہو جاویں اور بگوش جان سنیں کیا ارشاد ہوتا ہے کیونکہ اہل عربیت نے تصریح کی ہے کہ لفظ اَیُّھَا تنبیہ کے واسطے ہے اہل ایمان تو پہلے ہی سے مستعد اور مشغول تھے چنانچہ بیشتر اُسکا حال معلوم ہو چکا اسپر یہ تنبیہ گویا تازیانہ شوق ہو گئی اب تو یہ حضرات بیخود ہیں اور مارے خوشی کے اپنے میں سماتے نہیں۔ اول تو یہ خوشی کہ اپنے ہدیہ محقرہ کو بھی ایسی صلاحیت عطا ہوئی کہ بارگاہ باعث ایجاد عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرانا جاسکے۔ اور اسپر یہ سرفرازی کہ ایسے امر میں اشتغال مطلوب ہے جس کے طرف حق تعالیٰ اپنی توجہ دائمی ظاہر فرماتا ہے اس حسن خطاب کا لطف وہی حضرات جانتے ہیں جن کے دل ایمان اور محبت خدا و رسولؐ سے مالا مال ہیں

فائدہ جب حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ یہ باوقعت کام یعنے تحفہ صلوٰۃ بارگاہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں گزرانا جن و انس سے بھی لیا جاوے تو اُنمیں سے اعلیٰ درجہ کے افراد منتخب کر کے خطاب فرمایا یَاۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ۔ کیونکہ مومنیں وہ باوقعت اور معزز لوگ ہیں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اُن سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شیء اکرم علی اللہ من المؤمن

طص عن ابن عمر ذکرہ فی کنز العمال وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم المومن اکرم علی اللہ من الملئکۃ المقربین ابن النجار ذکرہ فی کنز العمال
ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک
ملائکہ مقربین سے اور ہر چیز سے زیادہ تر بزرگ ہے اور ابن ماجہ میں روایت ہے
عن عبد اللہ بن عمرو قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ
ویقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد
(صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لحرمۃ المومن اعظم عند اللہ حرمۃ منک مالہ ودمہ
وان نظن بہ الا خیرا ترجمہ عبد اللہ بن عمرو کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو میں نے دیکھا کہ عین طواف خانہ کعبہ میں فرماتے تھے کہ کیا اچھا ہے تو
اور تیری خوشبو اور کیا عظمت ہے تیری اور تیرے حرمت کی خدا کی قسم
مومن کی حرمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ ہے انتہی ملخصاً
اور اہل ایمان کی شان میں صدیقین و شہدا کا لقب وارد ہے چنانچہ تفسیر
درمنثور میں امام سیوطی رح نے کئی حدیثیں اس مضمون کے نقل کی ہیں منجملہ
اُن کے ایک یہ ہے واخرج ابن جریر عن البراء بن عازب سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول مومنوا امتی شہداء ثم تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّھَدَاءُ
عِنْدَ رَبِّھِمْ ترجمہ براء بن عازب رض کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے میری امت کے مومنین شہدا ہیں پھر پڑھا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والذین آمنوا الآیہ یعنے جو لوگ اللہ و رسول پر

ایمان لائے وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیقین و شہدا ہیں انتہی

اور ایک روایت یہ ہے اخرج ابن ابی حاتم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال یوماً وہم

عندہ کلکم صدیق و شہید قیل لہ ماتقول یا اباہریرۃ قال اقرؤا الذین

آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم ترجمہ ایک روز

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقا سے کہا کہ تم لوگ سب صدیقین و شہدا ہو کسی نے

کہا اے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کیا کہتے ہو کہا اگر تامل ہو تو اس آیت کو پڑھ لو والذین

آمنوا الآیہ اور اسمیں یہ روایت بھی ہے واخرج عبدالرزاق وعبد ابن حمید عن

مجاہد قال کل مومن صدیق و شہید ثم تلا والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک

ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم ترجمہ مجاہد نے کہا کہ ہر مومن صدیق و شہید

ہے اور استدلال میں یہ آیت پڑھی والذین آمنوا باللہ ورسولہ الآیۃ تفسیر

درمنثور میں اسی مضمون کی کئی روایتیں ابن جریر اور ابن منذر اور ابن

ابی حاتم اور عبدالرزاق اور عبد بن حمید اور ابن حبان سے ذکر کی ہیں جنکا

مطلب یہ ہے کہ مومنین کو مراتب صدیقین و شہدا کے حاصل ہیں اور مومنین

وہ لوگ ہیں جنکو گناہ کچھ ضرر نہیں دیتا چنانچہ ارشاد ہے قال النبی صلے اللہ

علیہ وسلم کما لاینفع مع الشرک شئی کذلک لایضر مع الایمان شئی خط عن عمر

حل عن ابن عمر ذکرہ فی کنز العمال ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے جیسا کہ شرک کے ساتھ کوئی چیز نفع نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ

کوئی چیز ضرر نہیں دیتی انتہی یعنے اہل ایمان کو گناہ سے کچھ ضرر نہیں اہل ایمان

وہ لوگ ہیں جنکی دل شکنی حق تعالیٰ کو بالکل منظور نہیں چنانچہ بخاری شریف

میں روایت ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالی وما ترددت عن شیئ انا فاعلہ ترددی عن قبض المومن یکرہ الموت وانا اکرہ مسائتہ الحدیث ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالے فرماتا ہے کہ جس کام کو میں کرنا چاہتا ہوں اُسمیں مجھے کبھی تردد نہیں ہوتا جس قدر کسی ایماندار کی روح کے قبض کرنے میں ہوتا ہے کہ وہ موت کو مکروہ جانتا ہے اور اُسکے رنجیدہ کرنیکو مین مکروہ جانتا ہوں انتہی اللہ اکبر مومن کی کیا شان ہے باوجودیکہ موت خود اُسکے حق میں ایک نعمت عظمیٰ ہے مگر صرف اُسکی خاطر شکنی کے لحاظ سے حق تعالیٰ کو اُسمیں تردد ہوتا ہے اور اون لوگوں کی بینائی کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عز وجل تخ عن ابی سعید الحکیم الترمذی وسمویہ طب عد عن ابی امامۃ وابن جریر عن ابن عمر کذا فی الجامع الصغیر ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے الحاصل اہل ایمان کے فضائل وخصوصیات بکثرت ہیں جنمیں سے چند بطور مشتی نمونہ از خروارے ذکر کی گئیں۔ اب غور کیجئے کیا ہر مسلمان مستحق ان مراتب عالیہ کا ہو سکتا ہے یا ہر کس وناکس اپنے آپ کو مصداق ان کرامات کا سمجھ سکتا ہے واقع میں ایمان حقیقی نہایت ہی عزیز الوجود ہے فقط چند اعمال ظاہری سے یہ رتبہ نہیں مل سکتا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ

لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

ترجمہ کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لائے کہو کہ تم ایمان نہیں لائے لیکن یوں کہو
کہ فرمانبرداری ہمنے قبول کی اور ہنوز تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا انتہی
اسی وجہ سے جب حارثہ بن سراقہ نے کہا اصبحت مومنا حقا فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انظر ماذا تقول یعنے دیکھو کیا کہتے ہو سمجھکر کہو جب صحابی کی نسبت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استبعاد ظاہر فرمایا ہو تو ہر کس وناکس کا
ایمان کس شمار میں پورا واقعہ اسکا یہ ہے جسکو ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ
فی معرفۃ الصحابہ میں ذکر کیا ہے عن انس قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یمشی اذا استقبلہ شاب من الانصار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف اصبحت
یا حارثۃ قال اصبحت مومنا حقا قال انظر ماذا تقول فان لکل قول حقیقۃ فما حقیقۃ
ایمانک قال یا رسول اللہ عزلت نفسی عن الدنیا فاسہرت لیلی واظمأت نہاری
وکانی بعرش ربی عزوجل بارزا وکانی انظر الی اہل الجنۃ یتزاورون وکانی انظر
الی اہل النار یتعادون فیہا قال الزم عبد نور اللہ الایمان فی قلبہ فقال یا رسول اللہ
ادع اللہ لی بالشہادۃ فدعا لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنودی یوما فی الخیل
فکان اول فارس رکب واول فارس استشہد فبلغ ذلک امہ فجاءت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان یکن فی الجنۃ لم ابک ولم احزن
وان یکن فی النار بکیت ما عشت فی دار الدنیا قال یا ام حارثۃ انہا لیست بجنۃ
واحدۃ ولکنہا جنات وان حارثۃ فی الفردوس الاعلی فرجعت امہ وہی تضحک
وتقول بخ بخ لک یا حارثۃ ترجمہ روایت ہے انس رضؓ سے کہ ایکبار آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک جوان انصاری سامنے آیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کس حالت میں تم نے صبح کی
عرض کی اِس حالت میں کہ سچا مومن ہوں فرمایا دیکھو کیا کہتے ہو ہر بات کی ایک
حقیقت ہوتی ہے بتلاؤ تو تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے عرض کی میں نے
اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کیا راتیں بیداری میں بسر کرتا ہوں اور دن تشنگی میں
اب حالت یہ ہے کہ عرش رب العالمین کو گویا دیکھ رہا ہوں اور گویا دیکھ رہا ہوں
کہ اہل جنت آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور اہل نار دوزخ میں چلا رہے
ہیں حضرت نے فرمایا اسی بات پر ہمیشہ رہو۔ تمہارے دل میں ایمان منور ہے
انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے حضرتؐ نے
دعا کی تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ معرکہ جہاد پیش آیا وہ سب سے پہلے سوار
ہوئے اور سب سے پہلے شہید ہوئے جب اُنکی والدہ کو اُنکی شہادت کی خبر
پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یا رسولؐ اللہ
اگر میرا لڑکا جنت میں ہے تو نہ میں روؤنگی اور نہ غمگین ہونگی۔ اور اگر دوزخ میں
ہے تو عمر بھر روتی رہونگی۔ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ام حارثہ
جنت ایک نہیں ہے بلکہ بہت سی ہیں اور تمہارا فرزند فردوس اعلیٰ میں ہے
یہ سُنتے ہی وہ ضعیفہ ہنستی ہوئی لوٹیں اور کہتی تھیں واہ واہ اے حارثہ انتہیٰ
مقصود یہ ہے کہ ایمان حقیقی کے دعوے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
استبعاد ظاہر فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حقیقتِ ایمان کچھ اور ہی ہے صرف
مومن کہدینا یا سمجھ لینا کافی نہیں۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ تیس صحابیوں سے

مجھے ملاقات ہے جسکو دیکھا اسی خوف میں پایا کہ مرتبہ صحابیت تو در کنار کہیں منافقوں میں شریک نہوں جیسا کہ بخاری شریف میں ہے قال ابن ابی ملیکۃ ادرکت ثلاثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخاف کلھم النفاق علی نفسہ - اصل یہ ہے کہ ایمان کے تمام شرایط ولوازم جبتک پورے طور پر نپائے جائیں گویا ایمان ہی نہیں چنانچہ امام احمد ابن حنبل اور بیہقی اور نسائی اور ابن ماجہ نے انس رض سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ وولدہ ووالدہ والناس اجمعین - کذافی کنز العمال ترجمہ کوئی ایماندار نہیں ہوتا جبتک میری محبت اپنی اولاد اور والد اور سب لوگوں سے بلکہ اپنی ذات کی محبت سے بھی زیادہ نہو کمافی مسند احمد ابن حنبل لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ کذافی کنز العمال اور مواہب لدنیہ میں بخاری شریف سے منقول ہے ان عمر بن الخطاب رض قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لانت یارسول اللہ احب الی من کل شیء الا من نفسی التی بین جنبی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لن یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ فقال عمر والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الی من نفسی التی بین جنبی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآن یا عمر ترجمہ ایکبار عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ سوائے اپنی ذات کے آپ کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں حضرت نے فرمایا جبتک میری محبت اپنے نفس سے زیادہ نہو ایمان ہی نہیں تب عمر رض نے عرض کی قسم ہے خدا کی جس نے آپ پر کتاب اتاری آپ کی محبت میرے نفس کی محبت سے بھی زیادہ ہے فرمایا اب

ایمان کامل ہوا اے عمرؓ انتہیٰ - اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ایمان والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں پھر جسکو یہ رتبہ حاصل ہو تو ظاہر ہے کہ کس قدر درود شریف میں وہ شخص اہتمام کرتا ہوگا - کیونکہ بظاہر درود شریف بھی ایک دعاے خاص کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کیجاتی ہے - اور قاعدہ ہے کہ آدمی جسکو زیادہ دوست رکھتا ہے اُسکے حق میں زیادہ دعا کیا کرتا ہے اسیوجہ سے ہر شخص پہلے اپنے واسطے دعا کرتا ہے اور پھر والدین وغیرہ کے واسطے - اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی ذات سے بھی زیادہ ہو تو بحسب اقتضاے طبع درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر بھی مقدم کرنا لازم ہوگا - اِس سے تو یہ بات ثابت ہے کہ درود شریف کو اپنی ذاتی دعا پر مقدم کرنا صرف مقتضاے ایمان ہے اسمیں امر الٰہی کو کچھ دخل نہیں - پھر جب ویسے لوگوں کو حکم الٰہی بھی ہو گیا تو غور کرنا چاہئے کہ درود شریف کی کس درجہ وقعت اُن کے نزدیک ہوگی -

الحاصل خطاب یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ کے مخاطب اولاً و بالذات مومنین ہیں جن کے احوال کسی قدر ابھی مذکور ہوے اور وہی لوگ اِس خطاب اور درود شریف کی عظمت کو جانتے بھی ہیں اور اُن کے سوا عموماً اہل اسلام گویا انکے طفیلی ہیں - اس تقریر سے فی الجملہ ایک شناخت بھی حاصل ہوگئی کہ جسکے نزدیک درود شریف کی عظمت نہو تو سمجھ سکتے ہیں کہ اُسمیں اس خطاب کی قابلیت ہی نہیں شیخ ابو منصور ماتریدی رح نے تفسیر میں لکھا ہے کہ جن آیات میں زیادت ایمان کا ذکر ہے مثل وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْہِمْ اٰیٰتُنَا زَادَتْهُمْ

ایمانًا مراد اس سے تفصیل ہے یعنے قبل نزول آیات کے ایمان اجمالی تھا کہ ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سچ ہے پھر جب آیات بدفعات نازل ہوئیں اُسی کی تفصیل ہوئی اور اصل کیفیت ایمان میں کوئی زیادتی نہوئی۔ ہرچند شارح عقاید نسفی رح وغیرہ نے اس تقریر پر بھی اعتراض کیا ہے کہ تفصیل میں بنظر اجمال کے زیادتی ہوتی ہے۔ مگر ماتریدی رح کے قول پر یہ اعتراض نہیں آسکتا اسلیئے کہ اگر تفصیل میں زیادتی ہوئی تو مصدق بہ کی توضیح میں ہے۔ نفس اذعانی تصدیق میں کیونکہ کیفیت اذعانی دونوں وقت میں یکساں ہے جو ممتاز ہے ظن وغیرہ سے ہاں مصدق بہ اجمال کے وقت اور تھا اور تفصیل کے وقت اور ہوا توضیح اُسکی اس مثال میں ہوجائیگی کہ جب کوئی دلیل بیان کیجاتی ہے اور اُسپر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اکثر اعتراض ختم ہونیکے پیشتر مجیب کے ذہن میں جواب اُسکا خطور کرجاتا ہے اس خطور کرنیکے وقت جو چیز اُسکے ذہن میں ہے وہ اجمال ہے پھر اُسکو جو واضح کرکے بیان کرتا ہے وہ تفصیل ہے فرق دونوں میں ظاہر ہے کہ اجمال گویا ایک امر آنی ہے اور تفسیر دیر طلب لیکن باعتبار انکشاف جواب کے دونوں برابر ہیں اسی وجہ سے بمجرد اس خطور کے مجیب اپنے میں ایک کیفیت انشراح اور فرحت کی پاتا ہے جو جواب دینے پر مرتب ہوتی ہے پس اصل جواب جسکی تفصیل دیر تک کیجاتی ہے وہی ہے جو اجمال میں موجود تھا یعنے تفصیل کے وقت جواب کوئی دوسرا نہوا جو اجمال میں تھا اسیطرح ماجاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق جب اجمالاً ہوگئی تو ہر ایک آیت سننے کے وقت اسی تصدیق اجمالی کا ظہور ہوگا کوئی تصدیق ایسی پیدا نہوگی جو اس اجمال

سے خارج ہو کیونکہ ہر آیت ماجاریہ کے افراد سے ہے جسکی تصدیق پہلے ہو چکی
ہاں تفصیل کے وقت ایک نئی بات یہ ہوتی ہے کہ علم اس آیت کے مضمون کا
حاصل ہوتا ہے جو اجمال کے وقت نہ تھا مثلاً بعد تصدیق ماجاریہ کے موسیٰ
علیہ السلام کا قصہ سُنا تو اس واقعہ کا علم نیا حاصل ہوا اور یہ بات دوسری ہے
سوائے اسکے اور دلائل و توجیہات امام صاحب کے مذہب کے کتب مطولہ
میں مذکور ہیں۔ مگر یہاں دیکھنا چاہئے کہ امام صاحب نے اس مسئلہ میں جو
اسقدر تشدد کیا ہے اسکا منشا کیا ہے اور کتاب و سنت بھی اسکی مساعد ہیں
یا نہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مدار و مناط اقرار و عمل کا صرف تصدیق قلبی ہے
یعنے جبتک تصدیق نہو عنداللہ نہ اقرار مفید ہے نہ عمل کما قال تعالےٰ
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ
وقال تعالیٰ فی الکفار أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ اگرچہ یہ بھی مسلم
ہے کہ صرف تصدیق باوجود مخالفت و انکار کے مفید نہیں جیسے بعض کفار
خدائے تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تو کرتے ہیں مگر امتثال سے
انکار کرتے ہیں لیکن کلام اسمیں ہے کہ تصدیق اگے ساتھ انقیاد ہو تو ضرور مدار اقرار و عمل کا
تصدیق پر ہوگا اور مدار تصدیق کا واقع میں نہ اقرار پر ہوگا نہ عمل پر گویا عتبار
استدلال کے معاملہ بالعکس ہو پس معلوم ہوا کہ عمدہ اور اصل شے دین میں تصدیق
قلبی ہے اور سوائے اُسکے دوسری اشیا شروط ہونگے یا لوازم و فروع پس ضرور ہوا
کہ جہانتک ہو سکے کمال درجہ کا اہتمام اصل ایمان یعنے تصدیق میں کیا جاوے
تاکہ کوئی شخص اُسمیں ساہلت اور سہل انکاری نکرے اسلئے امام صاحب نے

فرمایا کہ ایمان کل کا یکساں ہے کچھ زیادتی نہیں اور اس قسم کا تشدد فتوےٰ ہی
میں بلحاظ مصلحت خاص ماثور بھی ہے کما ورد فی الخبر قال شقیق بن سلمۃ کنت
جالسا بین عبد اللہ و ابی موسیٰ فقال ابو موسیٰ یا ابا عبد الرحمن ارایت لو ان
رجلا اجنب فلم یجد الماء شہرا اما کان تیمم فقال لا وان لم یجد الماء شہرا فقال ابو موسیٰ
فکیف تصنعون بہذہ الایہ فی سورۃ المائدہ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا
صَعِيدًا طَيِّبًا فقال ہذا لاو شک اذا برد علیہم الماء ان تیمموا بالصعید الحدیث
رواہ البخاری و ابوداؤد واللفظ لہ ترجمہ شقیق کہتے ہیں کہ میں بیٹھا ہوا تھا عبد اللہ
بن مسعودؓ اور ابو موسیٰؓ کے بیچ میں پس کہا ابو موسیٰؓ نے عبد اللہ سے اے ابا
عبد الرحمن جب کوئی جنب ہو اور پانی نہ پاوے تو کیا تیمم نہ کرے کہا عبد اللہ نے
ہاں نہ کرے اگرچہ مہینا بھر پانی نہ پاوے کہا ابو موسیٰؓ نے کیا کروگے تم اس ایت
میں جو سورۂ مائدہ میں ہے فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا
پس کہا عبد اللہ بن مسعودؓ نے اگر رخصت تیمم کی دیجاوے تو یہ نوبت پہنچ جاویگی
کہ پانی سرد ہوتے ہی لوگ مٹی سے تیمم کرنے لگ جاوینگے انتہی اور عبد اللہ
بن مسعودؓ وہ شخص ہیں کہ جنکی ثقاہت کو جملہ صحابہ تسلیم کرتے تھے اور فضائل
میں انکے کئی احادیث وارد ہیں جسمیں ایک یہ ہے عن علیؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت مستخلفا احدا من غیر مشورۃ لاستخلفت ابن ام عبد رواہ
ابن ماجہ فی باب عبد اللہ بن مسعود ترجمہ روایت ہے علی سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورت کے خلیفہ بناتا تو ابن ام عبد کو
یعنے عبد اللہ ابن مسعودؓ کو خلیفہ بناتا انتہی الغرض جبتک تصدیق قلبی پورے طور پر

نہو ایمان کا وجود ہی نہیں ہوتا تا ہر مومن ترددات اور شکوک کو دل سے دور
کرے برخلاف اُسکے کمی وزیادتی ایمان کی صورت میں یہ گنجائش ملسکتی ہے
کہ مُومن بہ میں اگرچہ شک ہو ایمان تصور کرلے اور کہے کہ وجود ایمان کا تو
ہو گیا کامل نہیں ناقص ہی سہی حالانکہ یہ ایمان ہی نہیں کیونکہ شک تو
کیا ظن بھی ایمان نہیں ہوسکتا کما فی البخاری قال ابن مسعودؓ الیقین الایمان
کلہ اور کل محدثین کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ایمان میں تصدیق قلبی ضرور
چاہئے الحاصل مقصود امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ بغیر تصدیق قلبی کے ایمان
متحقق نہیں ہوتا اور یہی تصدیق ویقین ایمان ملائکہ وغیرہم کا ہے۔ رہی
یہ بات کہ مراتب یقین کے متفاوت ہیں سو یہ امر آخر ہے کلام نفس یقین
میں ہے۔ اسی وجہ سے امام فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے کہ یہ نزاع لفظی
ہے جن کے نزدیک ایمان نفس تصدیق کا نام ہے قایل زیادت ونقصان
کے نہیں اور جن کے نزدیک اعمال داخل ایمان ہیں زاید وناقص ہوگا کما مر
آنفا اس تقریر سے وہ اعتراض صاحب مواقف کا کہ نفس کیفیت تصدیق کم وزیادہ ہوتی
ہی دفع ہو گیا کیونکہ امام رازیؒ کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ منشا اس اختلاف
کا اختلاف تعریف ایمان ہے۔ اور یہ بات ظاہر بھی ہے اسلیئے کہ خود محدثین
تعریف ایمان میں اقرار وعمل کو ظاہرا داخل کیا کرتے ہیں ہاں اگر محدثین تعریف
ایمان میں مثل امام صاحب کے صرف تصدیق کو ایمان کہتے تو
اعتراض امام رازیؒ پر وارد ہوتا الحاصل مقصود امام صاحب کا یہی ہے کہ یہ
آدمی وہ تصدیق واقعی حاصل کرے جسکے ساتھ کسی قسم کا شک وشبہ نہو

پھر اگر اس سے زیادہ کوئی درجہ پایا جاوے تو اُسکو اطمینان کہینگے کما قال اللہ تعالےٰ وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ترجمہ اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اے رب میرے دکہا مجھکو کہ کیسا زندہ کرتا ہے تو مردہ کو فرمایا حق تعالیٰ نے کیا ایمان نہیں لائے تم کہا کیوں نہیں یعنے ایمان تو لایا لاکن غرض یہ ہے کہ دل میرا مطمئن ہوجائے انتہی پس معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد ایک درجہ اس سے بڑہکر ہے جسکو اطمینان کہتے ہیں البتہ اُسمیں عام مومنیں کو حصہ نہیں ہے ۔ اسی طرح خواص کو ایک اور خصوصیت حاصل ہے جو عمل سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ منشا عمل کا وہاں نفس ایمان ہوا کرتا ہے جسمیں کسی غرض نفسانی کو دخل نہیں اور یہ بات عامیوں میں کمیاب ہے تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ ایمان تو وہی تصدیق خاص ہے جس کا متعلق توحید و رسالت وماجاربہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر اُسکے مقارن کیفیت عملی ہوگی خواہ وہ عمل دل سے متعلق ہو جیسے رضا و تسلیم و توکل وغیرہ خواہ جوارح سے مثل نماز و روزہ وغیرہ اسلیے کہ منشا ہر عمل کا دل ہوتا ہے پھر اگر وہ منشا درست ہے تو عمل جو اُسپر متفرع ہے درست ہوگا ورنہ قابل قبولیت کے نہوگا کما فی الحدیث عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات و انما لامرءٍ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ و رسولہ فہجرتہ الی اللہ والی رسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امراۃ یتزوجہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ متفق علیہ کذا فی المشکوۃ ترجمہ روایت ہے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں معتبر ہوتے عمل مگر ساتھ نیتوں کے اور نہیں ہے واسطے کسی کے مگر وہ چیز کہ نیت کی پس جو شخص کہ ہووے ہجرت اُسکی طرف اللہ اور رسول اسکے کے پس ہجرت اُسکی طرف اللہ اور رسول کے ہے اور جو شخص کہ ہو ہجرت اُسکی طرف دنیا کے کہ پہنچے اُسکو یا طرف عورت کے کہ نکاح کرے اُس سے پس ہجرت اُسکی طرف اُس چیز کی ہے کہ ہجرت کی طرف اُس کے روایت کی یہ بخاری و مسلم نے انتہی اسی وجہ سے جن اعمال کا منشار ریا و سمعہ وغیرہ اغراض نفسانی ہوں مردود ہیں کما ورد فی الاحادیث الکثیرۃ پھر اگر منشار عمل صرف ایمان ہو تو ایک نورانیت دل میں پیدا ہوتی ہے یا یوں کہئے کہ اس نورانیت کی وجہ سے اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں الحاصل منشار اعمال صالحہ کے ساتھ ایک نورانیت دل میں ہوتی ہے جسکی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ترجمہ جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کیلئے کھولدیتا ہے سو وہ نور میں ہے اپنے رب کیطرف سے اگر بیان اسلام بمعنی انقیاد ظاہری ہو جو مقابل ایمان ہے تو ظاہر ہے کہ رتبہ نورانیت کا بعد ایمان کے ہوگا اور اگر مطلق انقیاد مراد ہو جسمیں ایمان بھی شریک ہے جب بھی نورانیت مقارن ایمان ہوگی نہ عین ایمان اسلئے کہ ایمان ظاہرا کسبی ہی جسکے سب مامور ہیں اور نورانیت امر وہبی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر من نور اللہ الایمان فی قلبہ فلینظر الی ابی

سہذا الحدیث رواہ الدار قطنی فی سننہ المسمی بالمجتبی فی سنن المصطفیٰ ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو خوش آوے یہ کہ دیکھے طرف اُس شخص

کے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو نورانی کیا تو چاہیے کہ دیکھے ابی حنظلہ
کو انتہیٰ اب یہاں نظر تفصیلی میں کئی چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ ایک نفس ایمان
دوسری نورانیت تیسری نیت جو منشا عمل اور مدار صلاحیت و عدم صلاحیت
عمل ہے بحسب حدیث شریف انما الاعمال بالنیات کے۔ چوتھا عمل مگر جب
عمل نفس ایمان ہو تو اُن مراتب میں تقدیم و تاخیر ہو جائیگی اس لئے کہ ایمان
لانیکے وقت نیت ایمان پر بھی مقدم ہوگی سوائے اس ایک صورت کے
سب صورتوں میں رتبہ ایمان کا نیت پر مقدم ہوگا پھر اگر عمل فعل جوارح سے
ہو تو خود بنفسہ ممتاز ہے اور اگر فعل قلب سے ہو تو ان سب امور و مدارج کا
وجود دل میں ہوگا اگرچہ اجتماع اُنکا محل واحد میں ہے مگر باہم فی نفسہ ممتاز
ہیں اور باوجود امتیاز کے ارتباط و تعلق ہر ایک کا دوسرے سے کچھ ایسے
طور پر ہے کہ گویا باہم شیر و شکر ہیں۔ پس اس مقارنت کی وجہ سے اطلاق
ایک دوسرے پر ہو سکتا ہے جیسا کہ بجائے سال المازن کے سال المیزاب
کہتے ہیں کما ہو مصرح فی المعانی پس زنا و سرقہ کے وقت ایمان کا جدا ہونا جو
اس حدیث شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا
زنی العبد خرج منہ الایمان فکان فوق راسہ کالظلۃ فاذا خرج من ذالک العمل
عاد الیہ الایمان رواہ الترمذی اُسکا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نورانیت
جو مقارن ایمان ہے جدا ہو جاتی ہے کیونکہ بظاہر اُس فعل کے وقت اصل
ایمان یعنے تصدیق سے اُس شخص کو کچھ تعرض نہیں ہوتا بلکہ منشا اُسکا ایک غرض
نفسانی ہوتی ہے پھر جب تصدیق سے اُسکو کچھ تعرض نہ ہو تو ایمان کا زایل ہونا

اس حدیث شریف سے ثابت ہے جسکو طبرانی نے روایت کیا ہے کما فی کنز العمال

عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یخرج احدکم من الایمان الا بجحود ما دخل فیہ۔ طس۔ ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہرگز نہ نکلے گا کوئی تم میں کا ایمان سے مگر بسبب انکار کرنے اُس چیز کے جو اسمیں داخل ہوئی انتہی یعنے جحود جو منافی ایمان ہے جبتک نہ پایا جاوے ایمان نہیں جاتا اور محدثین کے نزدیک بھی یہی بات ہے کہ اس قسم کا کفر جو احادیث میں وارد ہے بنا بر تغلیظ ہے یعنے حقیقی نہیں جو ضد ایمان ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اِس حدیث شریف کے تحت میں لکھا ہے من اتی حایضاً او امراۃ فی دبرہا او کاہنا فقد کفر بما انزل علی محمدؐ انتہی و انما ہذا عند اہل العلم علی التغلیظ اور امام ترمذیؒ نے جامع کے باب لایزنی الزانی ہو مومن میں لکھا ہے۔

وہذا قول اہل العلم لا نعلم احداً کفر احداً بالزنا والسرقۃ وشرب الخمر وقال صاحب المولف ومن وجوہ المعتزلۃ نحو قولہ علیہ الصلوۃ والسلام لایزنی الزانی وہو مومن ولا ایمان لمن لا امانۃ لہ قلنا مبالغۃ ثم انہا معارضۃ بالاحادیث الدالۃ علی انہ مومن وانہ یدخل الجنۃ حتی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی ذر لما بالغ فی السوال عنہ وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر انتہی۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث زنا و سرقہ وغیرہ میں اطلاق ایمان کا اصل ایمان پر نہیں بلکہ نورانیت پر ہے۔ اِسی طرح اطلاق ایمان کا منشاعمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے جو باب شفاعت میں وارد ہے کہ جو برابر ایمان اور حبہ برابر ایمان اسلئے کہ بخاری شریف میں بجاے لفظ ایمان کے لفظ خیر کی بھی روایت ہے جیسا کہ قریب نقل کیجاے گی تو جانتے

ایمان سے بھی مراد خیر ہی ہو نہ یہ کہ خیر سے مراد یہاں ایمان ہے جیسا کہ ابن تیمیہ نے
کتاب شرح الایمان میں لکھا ہے اسلیئے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے جسکو بخاری
اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ قیامت میں حکم ہوگا شفاعت کرنیوالوں کو کہ
جس کے دل میں دینار یا نصف دینار یا ذرہ برابر خیر ہو اُسکو دوزخ سے نکال لو
پس نکالیں گے وہ اس قسم کے سب لوگوں کو پھر عرض کریں گے ربنا لم نذر فیہا
خیراً یعنے کوئی خیر ہمنے دوزخ میں نہیں چھوڑی یعنے سب اہل خیر کو نکال لیا پس ارشاد
ہوگا کہ انبیا وغیرہم شفاعت کر چکے اور باقی نرہا کوئی سوا ارحم الراحمین کے
پس نکالیگا حق تعالیٰ ایک قبضہ جسمیں نکل آئیں گے وہ لوگ جنھوں نے کبھی
نیک کام نہیں کیا تھا اور وہ حدیث شریف یہ ہے فیقول ارجعوا فمن وجدتم
فی قلبہ مثقال دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقول ارجعوا فمن وجدتم
فی قلبہ مثقال نصف دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقول ارجعوا
فمن وجدتم فی قلبہ ذرۃً من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقولون ربنا
لم نذر فیہا خیراً فیقول اللہ شفعت الملٰئکۃ وشفع النبیون وشفع المؤمنون ولم
یبق الا ارحم الراحمین فیقبض قبضۃ من النار فیخرج منہا قوماً لم یعملوا خیراً قط الحدیث
رواہ البخاری ومسلم بطولہ کذا فی المشکوٰۃ تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث گویا تفسیر ہے
اُس حدیث شریف کی جسمیں لفظ شعیرۃ من ایمان وحبۃ من ایمان
وارد ہے اور یہ حدیث بھی اُسکی مؤید ہے فاقول (ای النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یارب ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ قال لیس لک ذلک ولکن وعزتی وجلالی
وکبریائی وعظمتی لاخرجن منہا من قال لا الٰہ الا اللہ متفق علیہ کذا فی المشکوٰۃ الحاصل

جملہ شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت اُن لوگوں کو ہوگی جنہیں کسی قدر منشا عمل
پایا جاوے اگرچہ ذرہ برابر ہو اور حق تعالیٰ جنکو خود نکالے گا اُنمیں سوائے
ایمان کے کسی قدر بھی منشا عمل کا نہو گا اگر کہا جائے کہ شاید وہ لوگ اہل فترۃ
سے ہونگے تو یہ نہیں ہو سکتا اسلئے کہ اُنکا اہل لا الہ الا اللہ ہونا ثابت نہیں
اور سوائے اس کے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب وہ عذر کرین گے
تو ایک رسول بھیجا جائیگا جسکی امتثال سے جنت میں اور عدم امتثال سے
دوزخ میں جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے جسکو امام احمد اور
ترمذی نے روایت کیا ہے اسود بن سریع اور ابی ہریرہؓ سے قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الذی مات فی الفترۃ فیقول ما اتانی لک رسول
فیاخذ مواثیقھم لیطیعوہ فیرسل الیھم ان ادخلوا النار فمن دخلھا کانت علیہ برداً و
سلاماً و من لم ید خلھا سحب الیھا حم ت الحدیث کذا فی کنز العمال پس معلوم
ہوا کہ مثقال ذرۃ من ایمان میں ایمان سے مراد منشا عمل ہے جو کم زیادہ ہوتا ہے
نہ ایمان بمعنی تصدیق اور یہاں اطلاق عمل پر اسوجہ سے نہیں کیا گیا کہ تصریح فمن
وجدتم فی قلبہ کی ہر جاے پر اس معنی سے آیا کرتی ہے اسی طرح اطلاق ایمان کا
قول و عمل پر اس حدیث شریف میں معلوم ہوتا ہے اور کنز العمال میں ہے
الایمان قول و عمل اور جو ابن ماجہ میں ہے عن علیؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الایمان معرفۃ بالقلب و قول باللسان و عمل بالارکان
اسلئے کہ خود حدیث شریف سے ایمان و عمل میں مغایرت ثابت ہے کما فی
کنز العمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والعمل شریکان فی قرن

لایقبل اللہ احد ہما الا بصاحبہ اب رہی وہ حدیث شریف جسمیں صراحۃً الایمان یزید وینقص وارد ہے تو اُسمیں بھی زیادتی ونقصان کا رجوع اسی کیفیت عملی کی طرف معلوم ہوتا ہے جیسا اوپر گذرا کیونکہ حدیث شریف میں صرح ہے الایمان قول و عمل یزید وینقص جب ایمان مجموع قول وعمل سے تعبیر کیا گیا تو زیادتی بھی راجع مجموع کی طرف ہوگی **الحاصل** امام صاحب انہیں وجوہات سے کہتے ہیں کہ کمی زیادتی نفس ایمان میں نہیں بلکہ مقارنات ایمان میں ہے پھر جسمیں مقارنات ایمانیہ علی وجہ الکمال پائے جاویں وہ شخص کامل الایمان اور منجملہ خواص کے ہوگا۔ اور عامی برخلاف اُسکے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف عمل سے بھی کچھ نہیں ہوتا جبتک مقارنات ایمانیہ معتد بہانہ ہوں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے عن ابی سعید الخدری رضی قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یقسم قسما اذا تاہ ذوالخویصرۃ وہو رجل من بنی تمیم فقال یارسول اللہ اعدل فقال ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمر یارسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتہم وصیامہ مع صیامہم یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ الحدیث رواہ البخاری ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رضی سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم فرمارہے تھے کہ آیا ایک شخص قبیلہ بنی تمیم کا اور کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجیے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہو تیری کون عدل کریگا جب میں عدل نکروں تو محروم و بےنصیب ہوجائے گا

اور نقصان پائیگا تو - عرض کیا عمرؓ نے یا رسول اللہ حکم دیجیے کہ گردن ماروں میں اُسکی - فرمایا چھوڑ دو اُسکو کہ اُسکے ساتھ والے ایسے لوگ ہیں کہ حقیر سمجھو گے تم لوگ اپنی نماز کو اُنکی نماز کے مقابلہ میں اور روزوں کو اپنے اُنکے روزوں کے مقابلہ میں - پڑھتے ہیں وہ لوگ قرآن مگر حلق سے اُنکے تجاوز نہیں کرتا اور بھاگتے ہیں دین سے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے روایت کیا اُسکو بخاری نے انتہیٰ اب اس عمل کو دیکھیے کہ کس درجہ کا ہوگا جو صحابہ کا عمل اُنکے مقابلہ میں حقیر معلوم ہو پھر آخر کیا ہوا وہاں تو دین ہی کا ٹھکانا نہیں - یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی شخص کا قول ہے بیرہا ہمہ دارد و ایمان ندارد خلاصہ یہ ہے کہ صرف عمل مفید نہیں جبتک مقارنات ایمان جو متعلق عمل ہیں درست نہوں اور قریب قریب اسی تقریر کے ہے وہ جو ابن بطال رحمہ نے شرح بخاری شریف میں نقل کیا ہے حیث قال قال المہلب الذرة اقل الاشیاء الموزونات وہی فی ہذا الحدیث التصدیق الذی لا یجوز ان یدخلہ النقص وما فی البرة والشعیرة من الزیادة فانما ہی زیادة من الاعمال تکمل التصدیق بہا ولیست زیادة فی التصدیق بما قدمناہ انہ لا ینقص التصدیق فان قیل فانہ لما اضاف ہذہ الاجزاء التی فی الشعیرة والبرة الزائدة علی الذرة الی القلب دلت انہا زیادة من التصدیق لا من الاعمال فالجواب انہ لما کان الایمان التام انما ہو قول وعمل والعمل لا یکون الا بنیة واخلاص من القلب جاز ان نسب العمل الی القلب اذ تمامہ تصدیق القلب وقد عبر عن ہذہ الاجزاء من الایمان مرة بالخیر ومرة بالایمان وکل ذلک سائغ واسع وقولہ یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ یدل ان ما ذکر بعدہا من الذرة

والبرۃ والشعیرۃ ہی من الاعمال والطاعات اذا لامۃ مجتمعۃ علی ان قول لا الہ الا اللہ
ہو صریح الایمان والتصدیق الذی شبہ بالذرۃ عمل القلب ایضاً انتہیٰ
فائدہ مواہب اللدنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ علمار رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے
کہ امر صلوا علیہ وجوب کے واسطے ہے یا نہیں اور اگر ہے تو درود شریف
مثل کلمہ شہادت کے عمر بھر میں ایک بار پڑھنا فرض ہے - یا خاص خاص
اوقات میں مثل نماز وغیرہ کے - یا عموماً جمیع اوقات میں بقدر امکان
لیکن تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ نفس وجوب صلوٰۃ میں کسی کو خلاف نہیں
بلکہ صرف اوقات میں اختلاف ہے کما قال ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم واجبۃ لقولہ تعالیٰ ان اللہ وملئکتہ الآیۃ وہذہ الآیۃ التی تدل علی
وجوب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لاخلاف للعلماء فی ان ہذا
الامر للوجوب وانما الخلاف فی اوقاتہ اور قاضی عیاض رح نے شفا میں لکھا
ہے اعلم ان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض علی الجملۃ غیر محدود
بوقت لامر اللہ تعالیٰ بالصلوٰۃ وحمل الائمۃ والعلماء لہ علی الوجوب واجمعوا علیہ
وحکی ابو جعفر الطبری ان محمل الآیہ عندہ علی الندب وادعی فیہ الاجماع ولعلہ
فیما زاد علی مرۃ ظاہراً وجوب ہی کی دلیل ٹھیک معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ
صلوا اور سلموا صیغے امر کے ہیں اور اصول فقہ میں بدلائل عقلیہ ونقلیہ ثابت ہے
کہ امر خاص وجوب کے واسطے وضع کیا گیا ہے اسی وجہ سے عند الاطلاق اُس سے
وجوب ہی سمجھا جاتا ہے نہ استحباب وغیرہ چنانچہ توضیح میں لکھا ہے لما علم ان
المطلق ینصرف الی الکامل لزم ان الامر المطلق یکون امراً کاملاً بان یکون للایجاب

فان الامر الذی للاباحۃ والندب ناقص فی کونہ امراً اور جہاں امر اباحت وغیرہ
کے واسطے ہوتا ہے وہاں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اس آیہ شریف میں قطع
نظر صیغہ امر کے اگر قراین دیکھے جائیں تو قرینے بھی وجوب ہی پر قائم ہیں اسلئے
کہ حق تعالیٰ نے قبل امر کے تمہیداً اپنا اور ملائکہ کا ہمیشہ درود بھیجنا ظاہر فرمایا
جس سے اعتنا بالشان درود شریف کا کمال درجہ پر ظاہر ہے جب عالم علوی
میں اسقدر اہتمام ہو تو امت کو بطریق اولی اسمیں مشغول چاہئے خصوصاً
جب امر ہو گیا تو امتثال امر کی دو بالا ضرورت ہو گئی یہی قرینہ وجوب ہو سکتا ہے
ورنہ سیاق وسباق میں مناسبت نہو گی حالانکہ مناسبت ضرور ہے کما فی التوضیح
سباق الآیۃ لایجاب اللہ تعالی اقتدار المومنین باللہ وملائکتہ فی الصلوۃ علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فلابد من اتحاد معنی الصلوۃ من الجمیع لانہ لو قیل ان اللہ یرحم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم والملئکۃ یستغفرون یاایہا الذین آمنوا ادعوا لہ کان ہذا
الکلام فی غایۃ الرکاکۃ مقصود اس استدلال سے اسیقدر ہے کہ سیاق وسباق میں
مناسبت نہونے سے کلام رکیک ہو جاتا ہے۔ اب رہا یہ کہ جب استمرار صلوۃ ضرور
ہو تو اور ضروریات طبعیہ وشرعیہ کیونکر ادا ہوں سو اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ اوقات
اُن امور کے عقلاً وعادۃً مستثنیٰ ہیں الحاصل اس آیہ شریفہ میں قرینہ استمرار ومداومت
کا بھی وجود ہے پس صلوا علیہ اور اقیموا الصلوۃ جیسے نفس وجوب میں برابر ہیں
اسی طرح استمرار میں برابر ہیں اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقات نماز کے معین
فرمائے ویسے ہی اوقات درود شریف کے بھی معین فرمائے ہاں فرق اتنا ہی کہ تعین اوقات
نماز بتواتر ثابت ہے اور تعین اوقات درود شریف باخبار احاد مگر جب تمامی

حدیثیں دیکھی جائیں جنمیں درود شریف پڑھنے کا امر اور ترغیبیں اور نہ پڑھنے پر
ترہیبیں اور تہدیدیں اور اوقات کثیرہ مختلفہ کی تعیینیں اور ازمان و اماکن کی
تعمیم بتصریح وارد ہے تو اتنا تو بتواتر معنوی ضرور ثابت ہوگا کہ درود شریف کی
کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے اور یہ تواتر ایسا ہوگا جیسے
معجزات میں کہا جاتا ہے کہ ہر معجزہ میں اخبار احاد وارد ہیں اور اُن احاد سے
نفس معجزہ کا ثبوت بتواتر معنوی ہوتا ہے اسلئے کہ مجموع پر وہ احکام مرتب ہوتے
ہیں جو اجزا پر نہیں ہو سکتے مثلاً ظاہر ہے کہ ایک بال کسی مصرف کا نہیں ہوتا
پھر اگر انہیں سو بالوں سے ایک رسی بنائی جائے تو نہایت مضبوط ہوگی دیکھئے
مجموع میں ایک صفت جدیدہ ایسی قایم ہوئی جو کسی جز میں نہ تھی اسی طرح
مجموع احاد میں صفت تواتر قائم ہوئی جس سے مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر ہوتا
ہے اور ظاہر ہے کہ وجود مطلق کا بغیر افراد کے ممکن نہیں پس معلوم ہوا کہ وجود
مطلق من حیث انہ وجد فی الافراد متصف بصفت تواتر ہے اور اسی مطلق کے
معنی کثرت اجمالی ہیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مطلق معجزہ کا ثبوت بتواتر حقیقی ہے
اسلئے کہ جتنے احاد ہیں نفس خرق عادت و معجزہ پر متفق اللفظ ہیں اسی کا نام
تواتر حقیقی ہے کما قال شہاب الدین الخفاجی رح فی شرح الشفا التواتر الحقیقی
ان یخبر جماعۃ من جماعۃ الی آخرہ یؤمن تواطؤہم علی الکذب فی خبر واحد متفق اللفظ
والمعنی البتہ ثبوت کثرت کا اسطور پر نہیں بلکہ مجموع احاد سے کثرت اجمالی استفاد
ہوتی ہے اور یہ تواتر معنوی ہے کما قال الخفاجی رح والتواتر المعنوی ہو حصول
العلم القطعی من مجموع امور جزئیۃ واخبار واردۃ مستفیضۃ خلاصہ یہ ہوا کہ جیسے

کثرت احادیث احاد سے ثبوت مطلق معجزہ کا تواتر ہوتا ہے ویسا ہی کثرت اجمالی
معجزات کی بھی بتواتر معنوی ثابت ہے کما فی الشفا قال بعض المتناخرین یجری ہذا المجری
علی الجملہ انہ قد جری علی یدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایات وخوارق عادات ان لم
یبلغ واحد منہا بعینہا القطع فیبلغہا جمیعہا فلا مریۃ فی جریان معانیہا علی یدیہ ولا
یختلف مومن ولا کافر انہ جرت علی یدیہ العجائب اب یہاں چند حدیثیں وہ
ذکر کیجاتی ہیں جنمیں درود شریف کے اوقات معین فرمائے ہیں منجملہ اُن کے
وقت طہارت ہے کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا وضوء لمن لم یصل علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود و فی روایۃ ابی عاصم
عن سہل بن سعد لا وضوء لمن لم یصل الحدیث ذکرہما القسطلانی فی مسالک الحنفا
ترجمہ روایت ہے ابن مسعودؓ اور سہل بن سعدؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ وضو اُس شخص کا نہیں ہوتا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود
نہ پڑھا انتہیٰ اور سوا اسکے اور روایات بھی اِس باب میں وارد ہیں - اور
نماز میں چنانچہ امام فاکہانی نے الفجر المنیر فی الصلوٰۃ علی البشیر النذیر میں نقل کیا ہے
عن سہل بن سعد قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لا یصلی علی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث ترجمہ نہیں ہوتی نماز اُس شخص کی جس نے درود
نہ پڑھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہیٰ سوا اسکے اور احادیث اس باب میں
وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع نقل کیجائینگی - اور بعد اذان کے چنانچہ
ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں نقل کیا ہے عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من

صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرا الحدیث رواہ الجماعۃ الا البخاری و ابن ماجہ
ترجمہ روایت ہے عبد اللہ بن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
موذن سے تم اذان سنو تو جیسا کہ کہتا ہے اوسی طرح کہو پھر پڑھو مجھپر درود کیونکہ جو شخص مجھ پر
ایک درود پڑھتا ہے حقتعالی اُسپر دس صلوۃ بھیجتا ہے روایت کیا اُسکو جماعہ اہل صحاح
نے سوائے بخاری اور ابن ماجہ کے انتہی۔ اور دعا کے وقت کما یہ قال السخاوی فی القول
البدیع عن الحسن بن علی رضی اللہ عنہما قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہولاء الکلمات
فی الوتر قال قل اللہم اہدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت وبارک لی فیما اعطیت
وتولنی فیمن تولیت وقنی شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل
من والیت تبارکت وتعالیت وصلی اللہ علی النبی اخرجہ النسائی وسندہ صحیح کما قال
قالہ النووی یعنے بروایت صحیح ثابت ہی کہ دعاے قنوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے درود شریف کو داخل فرمایا۔ اور اثناے تکبیرات عیدین میں ومنہا اثناء تکبیرات
العیدین للمارودی اسمعیل القاضی ان ابن مسعود وابا موسی وحذیفہ رضی اللہ عنہم خرج
علیہم الولید بن عقبۃ فقال ان ہذا العید قد دنی فکیف التکبیر فیہ فقال عبد اللہ تبدا
فتکبر تکبیرۃ تفتتح بہا الصلوۃ وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو
وتکبر وتفعل مثل ذلک ثم تفعل مثل ذلک ثم تکبر وتفعل مثل ذلک ثم تقرا ثم تکبر وترکع
ثم تقوم فتکبر وتحمد ربک وتصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم تدعو وتکبر وتفعل مثل ذلک
ای الذی فعلتہ فی الرکعۃ الاولی قالہ الزرقانی) فقال حذیفۃ وابو موسی صدق ابو
عبد الرحمن قال ابن کثیر اسنادہ صحیح کذا فی المواہب اللدنیہ وقال السخاوی فی القول
البدیع واسنادہ صحیح وہو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب العید من حدیث علقمہ عن ابن مسعود رض

قال تكبر تكبيرة تدخل بها في الصلوة وتحمد ربك وتصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وتدعو ثم تكبر تفعل مثل ذلك وبه تمسك ابو حنيفه واحمد في احدى الروايتين عنه في الموالاتين القرائتين وابو حنيفه رح فقط في تكبيرات العيد الزوائد ثلثا ثلثا والشافعي واحمد في حمد الله والصلوة على رسول الله صلى الله عليه وسلم بين التكبيرات واما مالك فلم ياخذ به اصلاً ووافقه ابو حنيفه على استحباب سرد التكبيرات من ذكر بينها رضي الله تعالى عنهم اجمعين حاصل يہ درود شریف اثنائے تکبیرات عیدین میں پڑھنے کے واسطے بھی ارشاد ہوا اور اول واوسط وآخر دعا میں کما في المواهب اللدنيه عن جابر رض ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تجعلوني كقدح الراكب فان الراكب يملأ قدحه ثم يضعه ويرفع متاعه فان احتاج الى شرب شربه او الوضوء توضأ والا اهراقه ولكن اجعلوني اول الدعاء واوسطه وآخره رواه احمد ترجمہ روایت ہے جابر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مت بناؤ مجھکو مثل پیالہ سوار کے جو اسمیں پانی بھر رکھتا ہے اور اٹھاتا ہے اسباب پھر اگر احتیاج ہوتی ہے تو پی لیتا ہے یا وضو کر لیتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہے بلکہ ذکر میرا اول اوسط و آخر دعا میں کیا کرو زرقانی رح نے لکھا ہے کہ مراد اس سے درود شریف ہے اور انشاء اللہ تعالی بحث تفصیلی اسکی آئندہ آویگی۔ اور ہر مجلس میں کما في الزرقاني عن ابي سعيد رض عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يجلس قوم مجلساً ثم لا يصلون فيه على رسول الله (صلى الله عليه وسلم) الا كان عليهم حسرة وان دخلوا الجنة لما يرون من الثواب رواه النسائي ترجمہ روایت ہے ابو سعید خدری رض سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھیں تو ضرور انکو حسرت ہوگی اگرچہ جنت میں جاویں اسلئے کہ وہاں اُسکے ثواب کا حال دیکھینگے روایت کیا اُسکو نسائی نے اور وقت ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چنانچہ کنز العمال

میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رغم انف رجل ذکرت عندہ فلم یصل علی الحدیث ت ک ترجمہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلودہ ہو ناک اس شخص کی یعنے ذلیل وخوار ہو وہ شخص کہ جس کے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اُس نے مجھ پر درود نہ پڑھا روایت کیا اُسکو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں انتھی۔ سوائے اسکے اس باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں انشاء اللہ تعالیٰ قریب میں نقل کیجاویگی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جیساکہ کنزالعمال میں ہے عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم یذکرون اللہ عزوجل لم یصلوا علی نبیہم الا کان ذلک المجلس علیہم ترۃ الحدیث ک ترجمہ روایت ہے ابوہریرۃؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لوگ خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے بیٹھیں اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نہ پڑھیں تو وہ مجلس ضرور انکے واسطے باعث نقصان ہوگی روایت کیا اُسکو حاکم نے مستدرک میں انتھی اور کان میں سن سناہٹ کی آواز آنے کے وقت چنانچہ روایت ہے ابی رافع سے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا طنت اذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علی ولیقل ذکر اللہ من ذکرنی بخیر ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی شخص کے کان میں آواز ہونے لگے تو چاہیے کہ مجھکو یاد کرے اور مجھپر درود پڑھے اور کہے کہ خدا تعالیٰ ذکر خیر کرے اُنکا جنہوں نے یاد کیا ہے مجھکو انتھی اور شیخ یعقوب جلوتی رح نے وسیلہ عظمی الی حضرۃ المجتبیٰ میں لکھا ہے کہ روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اور کہا امام سیوطی رح نے جامع صغیر میں کہ روایت کیا اسکو عقیلی نے

صعفا میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی اور ابن سنی نے ۔ اور زرقانی
نے کہا ہے کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے اپنے تینوں کتابوں میں اور خرایطی
اور حکیم ترمذی نے بھی ۔ ہر چند سخاوی نے اس حدیث کو ضعیف اور ابن جوزی رح
نے موضوع کہا ہے لیکن اسکا تعقب کیا گیا ہے کہ حافظ نور ہیثمی نے لکھا ہے
کہ اسناد طبرانی کی کبیر میں حسن ہے ۔ اور روایت کیا ہے اُسکو ابن خزیمہ نے
حالانکہ اُنہوں نے تخریج احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہے اور اسی طرح جمع الجوامع
کے دیباچہ میں امام سیوطی رح نے لکھا ہے کہ جو حدیث ابن خزیمہ کی طرف منسوب
ہو وہ صحیح ہے انتہی ۔ اور جب کسی چیز کو بھول جاوے چنانچہ مواہب اللدنیہ
اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نسیتم
شیئاً فصلوا علی تذکروہ انشاء اللہ رواہ ابو موسی المدینی ترجمہ روایت ہے
انس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھول جاؤ تم کسی چیز کو
تو مجھپر درود پڑھو جس سے وہ چیز انشاء اللہ تعالیٰ یاد آجائیگی روایت کیا اُسکو
ابو موسی مدینی نے انتہی ۔ اور ہر مکان میں جیسا کہ زرقانی رح نے نقل کیا ہے عن الحسن
بن علی عن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیثما کنتم
فصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی رواہ الطبرانی وغیرہ ترجمہ روایت ہے حسن بن علی
رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں رہو مجھپر درود پڑھو
کہ پہنچ جائیگا وہ مجھکو روایت کیا اُسکو طبرانی وغیرہ نے انتہی ۔ اور روز جمعہ
چنانچہ ابن قیم نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں نقل کیا ہے عن اوس بن اوس
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض .

وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یارسول اللہ
وکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت یعنے قد بلیت قال اللہ عزوجل حرم
علی الارض اجساد الانبیاء رواہ الحاکم وابن حبان فی صحیحھما ترجمہ روایت ہے
اوس بن اوسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے دنوں میں
افضل جمعہ کا دن ہے اسی روز آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی روز انتقال کیا
اسی روز نفخ صور ہوگا اور اسی روز صعقہ ہوگا اسلئے اس روز زیادہ مجھ پر
درود پڑھا کرو تمہارا درود مجھپر عرض کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ
کیونکر درود آپ پر عرض کیا جائیگا جس حالت میں کہ جسد مبارک آپکا بوسیدہ
ہوگیا ہوگا فرمایا حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کہ انبیاؑ کے اجساد کو کھاوے
روایت کیا اوسکو حاکم اور ابن حبان نے اپنے صحیحوں میں انتہی انشاء اللہ تعالیٰ
اور مباحث جو اس حدیث شریف سے متعلق ہیں آیندہ ذکر کئے جائیں گے
سوائے ان احادیث کے تعیین اوقات درود شریف میں بہت حدیثیں وارد
ہیں چنانچہ امام سخاوی رحؒ نے قول بدیع میں ایک باب صرف اوقات و مواقع
درود شریف میں مدون کیا ہے اور ہر بات کو باحادیث و آثار ثابت کیا ہے
چنانچہ اس باب کے عنوان کا ترجمہ یہ ہے۔ پانچواں باب درود شریف کے
اوقات مخصوصہ میں جیسے بعد وضو۔ تیمم اور غسل جنابت کے۔ اور نماز میں۔
اور بعد نماز کے۔ اور اقامت کے وقت۔ اور بعد صبح۔ اور مغرب کے۔ اور تشہد
میں۔ اور قنوت میں۔ اور تہجد کے واسطے اٹھنے کے وقت۔ اور بعد تہجد کے۔
اور جب کسی مسجد میں گزرہو۔ اور مسجد کو دیکھنے۔ اور داخل ہونے۔ اور نکلنے کے وقت

اور بعد جواب دینے موذن کے۔ اور جمعہ کے روز۔ اور اُسکی رات میں۔ اور ہفتہ
اور اتوار۔ اور پیر۔ اور منگل کے دن۔ اور خطبہ میں جمعہ۔ اور عیدین۔ اور استسقا
اور کسوف و خسوف کے۔ اور اثنائے تکبیرات عیدین۔ و جنازہ میں۔
اور میت کو قبر میں اتارنیکے وقت۔ اور رجب۔ و شعبان میں۔ اور جب کعبہ شریف
کو دیکھے۔ اور صفا اور مروہ پر۔ اور تلبیہ سے فارغ ہو کر۔ اور حجر اسود کے بوسہ
کے وقت اور ملتزم کے پاس۔ اور عرفہ کی دوپہر کے بعد۔ اور مسجد خیف میں۔
اور مدینہ منورہ کو دیکھنے۔ اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے کے وقت
اور جب کبھی آثار شریفہ اور اماکن متبرکہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما
ہوئے ہیں نظر پڑ جائیں۔ اور ذبح اور بیع اور کتابت وصیت کے وقت
اور نکاح کے خطبہ میں۔ اور صبح و شام۔ اور جب ارادہ سونے کا ہو۔ اور سفر کا
کرے اور سواری پر سوار ہونے کے وقت۔ اور جب نیند اُچٹ جاوے
اور بازار یا دعوت میں جانے کے وقت۔ اور جب گھر میں داخل ہو۔ اور خط
میں بعد بسم اللہ کے اور جب کوئی غم۔ یا مصیبت۔ یا سختی آپڑے۔ یا محتاج
و فقیر ہو جاوے اور ڈوبنے کے وقت۔ اور طاعون میں۔ اور دعا کے شروع
اور درمیان۔ اور آخر میں۔ اور جب کان میں آواز ہونے لگے اور جب پاؤں
سُن ہو جائیں اور چھینکنے کے وقت اور جب کسی چیز کو بھول جاوے اُس کے
یاد آنیکے لئے۔ اور جب کوئی چیز اچھی معلوم ہو۔ اور مولی کھانے کے وقت۔ اور
جب گدھے کی آواز سنے۔ اور گناہ سے توبہ کرنے کے وقت۔ اور جب کوئی حاجت
پیش آوے۔ اور تمامی احوال میں۔ اور جب کسی شخص پر تہمت لگائی جاوے

اور وہ اُس سے بری ہو اور دوستوں سے ملنے کے وقت - اور جب چند آدمی مجلس میں سے اُٹھنے لگیں - اور قرآن شریف ختم کرنے اور حفظ کرنے کے وقت - اور جب مجلس سے اُٹھنے لگے - اور جس مجلس میں خدائے تعالیٰ کے ذکر کے واسطے جمع ہوں - اور بات کرنیکے وقت اور علم پڑہنے اور پڑہانے - اور وعظ کرنے - اور فتوی دینے - اور حکم کرنیکے وقت اور جب نام مبارک آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھے - انتہیٰ - الحاصل ان احادیث و آثار سے اوقات مخصوصہ مختلفہ درود شریف کے لئے ثابت ہیں اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت درود شریف ہے بلکہ صراحۃً بھی اسکا امر فرما دیا ہے چنانچہ کنز العمال - اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے عن الحسن بن علی وابی ہریرہ رضی اللہ عنہم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علیَّ فانّ صلوتکم علیّ مغفرۃ لذنوبکم الحدیث ابن عساکر عن الحسن بن علی ت ک عن ابی ہریرہ - ترجمہ روایت ہے حسنؓ بن علیؓ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیادہ درود مجھپر پڑہا کرو جس سے تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے اور حاکم نے مستدرک میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے انتہیٰ اور وسیلہ عظمیٰ میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا من الصلوٰۃ علیّ لان اول ما تسالون فی القبر عنی رواہ السخاوی ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیادہ مجھپر درود پڑہا کرو کیونکہ سب سے پہلے قبر میں تم لوگوں سے میرے ہی بارہ میں سوال ہوگا روایت کیا اُسکو سخاوی نے - اور سوائے

اسکے انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع اکثر حدیثیں نقل کیجائینگی جس سے یہ بات بتواتر
معنوی ثابت ہو جائیگی کہ ایتوں کا بہ کثرت درود شریف پڑھنا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور ہے۔ اسی وجہ سے کثرت درود شریف علامت
اہل سنت وجماعت کی ٹھیرائی گئی ہے چنانچہ امام سخاوی نے قول بدیع
میں روایت کی ہے روی ابوالقاسم التیمی فی الترغیب لہ من طریق علی بن
الحسین قال علامۃ اہل السنۃ کثرۃ الصلوۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور
ظاہر ہے کہ کلام سعادت پیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود وحی ہے۔
کما قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ تو
معلوم ہوا کہ کثرت درود شریف کی حق تعالیٰ کو بھی منظور ہے۔ اور یہ دوسرا
قرینہ ہے اسپر کہ امر صلوا علیہ استمرار کیلئے ہے الحاصل صرف ایک دوبار
درود شریف اسقاط فرضیت کے خیال سے پڑھ لینا اور ایسی تقریریں بنانا
کہ جس سے مسلمانوں کی رغبت کم ہو جاوے خلاف مسلک اہل سنت وجماعت
کے ہے اور خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلکہ خلاف مرضی حق تعالے
کے بھی ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک **فائدہ** متعلق وسلموا تسلیما
سلام اسم ہے تسلیم کا اور کئی معنی میں مستعمل ہے صلح۔ انقیاد وفرماں برداری
وبذل الرضا بالحکم وغیرہ قال القاضی عیاض فی الشفاء فی معنی السلام علیہ صلی اللہ
علیہ وسلم ثلثۃ اوجہ احدہا السلامۃ لک ومعک ویکون السلامۃ مصدرا کاللذاذ
واللذاذۃ الثانی السلام علی حفظک ورعایتک متول لہ وکفیل ویکون ہنا
السلام اسم اللہ الثالث ان السلام بمعنی المسالمۃ والانقیاد کما قال اللہ تعالے

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اور معنی بذل ارضا صحاح میں مذکور ہیں پس معنی السلام علیکم کے یہ ہوے کہ تم سلامت رہو۔ یا ہم تمہارے فرمانبردار اور تمہارے حکم پر راضی ہیں بہرحال دونوں صورتوں میں اظہار اخلاص اور دعا گوے سلام سے مقصود ہے پیشتر اہل عرب ملاقات کے وقت انعم اللہ علینا وغیرہ الفاظ کہا کرتے تھے بجائے اُسکے ان الفاظ کے مقرر ہونے میں بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جب کوئی ان الفاظ کے ساتھ کسی کو خطاب کرتا ہے تو مخاطب کو تصریح سلامتی کی وجہ سے اطمینان اُس شخص سے ہو جاتا ہے اسی سبب سے مخاطب پر جواب بھی اسی قسم کا واجب ہو گیا تا اُسکو بھی اُس شخص سے اطمینان ہو جاوے چنانچہ ابتک کل اہل عرب میں بدویوں تک یہ بات جاری ہے کہ جب سلام کرتے ہیں یا جواب سلام کا دیتے ہیں تو پھر کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچاتے اور جب ضرر پہنچانا منظور ہوگا تو نہ سلام کریں گے نہ اُسکا جواب دیں گے پس معلوم ہوا کہ سلام صداقت و اخلاص کی دلیل ہے۔ اور اس سے یہ بات جتائی جاتی ہے کہ ہم آپ کے دعا گو اور خیر خواہ ہیں اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے جملہ اہل ایمان کو بمنطوق لازم الوثوق وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا بتاکید امر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ سلام عرض کیا کریں تا ہر وقت اخلاص عقیدت کا اظہار بارگاہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوا کرے اسیواسطے ہر نماز میں خواہ فرض یا نفل ایک دو بار سلام عرض کرنا ضروری ٹھیرایا گیا۔ اس تکرار میں نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو بسبب مشاغل ضروری کے جو لازمہ بشری ہیں ہر وقت

حضوری نصیب نہیں ہو سکتی اسلئے نماز کے واسطے جو افضل عبادات ہے چند اوقات
خاص خاص مقرر کئے گئے پھر جب توجہ اُسکی حق تعالیٰ کی طرف ہوئی تو ضرور ہوا
کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی متوجہ ہو کیونکہ حضرتؐ کی ذات
مبارک مخلوق و خالق کے درمیان میں واسطہ جمیع فیوضات کا ہے پس یہ
متوجہ ہونا گویا بہ نسبت اُس شخص کے حضوری ہے اور ظاہر ہے کہ ہر حضوری
کے وقت سلام عرض کرنیکی ضرورت ہے۔ اب یہاں یہ بات قابل غور ہے
کہ جب کوئی شخص بار بار سلام عرض کر کے اپنی عقیدت و خیر خواہی جتاتا جاوے
اور ہر وقت اعتراف کیا کرے کہ مجھ سے کسی قسم کی اذیت نہ پہنچے گی باوجود اسکے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسے کلمات ناشائستہ اور غیر مہذب کہے
جس سے سننے والوں کو اذیت پہنچے تو اس اظہار اخلاص کو کیا سمجھنا چاہیے
بجز اسکے اور کیا کہا جاوے کہ حق تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو توفیق ادب
عطا فرماوے **الحاصل** ہر نماز میں سلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مقرر
ہونا دلیل ہی اس بات پر کہ کثرت اس سلام کی حق تعالیٰ کو نہایت پسند ہے اور
اور یہی وجہ ہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے حق تعالیٰ اُس
پر سلام کرتا ہے کما فی المشکوٰۃ عن عبد الرحمٰن بن عوفؓ قال خرج رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حتی دخل نخلا فسجد فاطال السجود حتی خشیت ان یکون اللہ تعالیٰ
قد توفاہ قال فجئت انظر فرفع راسہ فقال مالک فذکرت ذلک لہ قال فقال
ان جبرئیل علیہ السلام قال لی الا ابشرک ان اللہ عزوجل یقول لک من صلی
علیک صلوٰۃ صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ رواہ احمد ترجمہ

روایت ہے عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اور داخل ہوئے کسی نخلستان میں پھر سجدہ کیا آپ نے اور دراز کیا سجدہ یہانتک کہ خوف ہوا مجھکو کہ شاید انتقال ہوگیا ہو پس قریب آیا کہ دیکھوں کیا حال ہے۔ پس اُٹھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اور فرمایا کہ کیا ہوا تمکو جو گھبرائے ہو پس عرض کیا میں نے سرگذشت کو فرمایا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ خوشخبری دیتا ہوں میں آپ کو کہ حق تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے جو شخص آپ پر درود پڑھے صلوٰۃ بھیجتا ہوں میں اوسپر اور جو شخص آپ پر سلام کرے سلام کرتا ہوں میں اُس پر روایت کی اسکو امام احمد نے انتہی اور درمنضود میں ابن حجر ہیثمی رح نے اسی مضمون کی روایت نقل کی اور کہا کہ صحیح کہا اسکو حاکم نے۔ اور ایسا ہی کہا قسطلانی رح نے مسالک الحنفا میں کہ عبد بن حمید نے بھی روایت کی ہے اسکو اپنے سند میں وفی الوسیلۃ العظمی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی رایت جبرئیل فبشرنی وقال ان ربک یقول من صلی علیک صلیت علیہ ومن سلم علیک سلمت علیہ فسجدت اللہ شکراً رواہ احمد والحاکم ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا میں نے جبرئیل کو پس خوشخبری دی اُنہوں نے مجھکو اور کہا کہ فرماتا ہے رب آپ کا جو شخص آپ پر درود بھیجے میں اُسپر صلوٰۃ بھیجتا ہوں اور جو شخص سلام عرض کرے آپ پر میں اُسپر سلام کرتا ہوں پس سجدہ شکر بجالایا میں اللہ تعالےٰ کا روایت کیا اُسکو امام احمد اور حاکم نے انتہیٰ بعد اسکے رحمت الٰہی نے اور ترقی کی اور ایک سلام کے بدلے دس کی بشارت دیگئی کما روی عن ابی طلحۃ

الانصاری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء ذات یوم والبشری تری فی وجھہ فقال انہ جاءنی جبرئیل علیہ السلام فقال اما یرضیک یا محمد ان لا یصلی علیک احد من امتک الا صلیت علیہ عشرا او لا یسلم علیک احد من امتک الا سلمت علیہ عشرا رواہ النسائی والحاکم فی صحیحہ وابن حبان والدارمی کذا فی مسالک الحنفا وقال السخاوی فی القول البدیع رواہ احمد ترجمہ روایت ہے ابی طلحہ انصاری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز برآمد ہوئے اور چہرہ مبارک سے خوشی نمایاں تھی پس فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ کیا آپ راضی نہیں ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو امتی آپکا ایک درود آپ پر بھیجے میں دس صلوۃ اُس پر بھیجوں اور جو ایک سلام آپ پر کرے میں دس بار اس پر سلام کروں انتھی جائز ہے کہ یہ قول جبرئیل علیہ السلام کا ہو اپنی سے یا بر سبیل پیام ہو حق تعالی کے طرف سے یہاں سمجھنا چاہیے کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرے تو اُس کے جواب کا حق حضرت پر ہے حق تعالی جو جواب ارشاد فرماتا ہے اس سے کس قدر خوشنودی حق تعالی کی اس سلام سے ثابت ہوتی ہے۔ اس موقع میں یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد نہ فرماتے ہوں اس لیے حق تعالی آپ کی طرف سے جواب دیتا ہو۔ کیونکہ احادیث میں مصرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جواب سلام کا ادا فرماتے ہیں کما روی الامام القرطبی فی تفسیرہ عن عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یسلم علی اذا مت الا جاءنی سلامہ مع جبرئیل یقول

یا محمد ہذا فلان ابن فلان یقرئک السلام فاقول وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ترجمہ روایت ہے عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی شخص تم میں کا سلام کرے مجھپر میرے انتقال کے بعد تو پہنچے گا سلام اُسکا مجھکو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اور کہیں گے وہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شخص فلاں بن فلاں سلام عرض کرتا ہے آپ پر کہونگا میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ انتہی اور سوائے اسکے کئی فرشتہ سلام پہنچانے پر مقرر ہیں جیسا کہ گذرا الحاصل جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرتا ہے تو حضرتؐ سے بھی جواب پاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی اِس سے ظاہر ہے کہ اس سلام میں خدا و رسولؐ کی کمال درجہ کی خوشنودی ہے اسی وجہ سے فرشتوں سے لیکر جھاڑ پہاڑ تک بکمال شوق سلام عرض کیا کرتے تھے کما فی مسالک الحنفا عن علیؓ قال کنا بمکۃ فخرج فی بعض نواحیہا فما استقبلہ ولا شجر ولا مدر ولا جبل الا قال لہ السلام علیک یارسول اللہ رواہ الدارمی والترمذی وحسنہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابونعیم والبیہقی ترجمہ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ہم لوگ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرف پھر جو جھاڑ یا ٹیلا یا پہاڑ سامنے آتا السلام علیک یارسولؐ اللہ کہتا تھا انتہی وفی المواہب اللدنیہ۔ وفی حدیث یعلی بن مرۃ الثقفیؓ قال ثم سرنا حتی نزلنا منزلا فنام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت شجرۃ تشق الارض حتی غشیتہ ثم رجعت الی مکانہا فلما استیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرت لہ فقال ہی شجرۃ استاذنت ربہا ان تسلم علی فاذن لہا الحدیث رواہ البغوی فی شرح السنۃ

وقال الزرقانی رواہ احمد والطبرانی والبیہقی ترجمہ روایت ہے یعلی بن مرہ ثقفی سے کہ پھر چلے ہم یہانتک کہ اوترے کسی منزل میں پس آرام فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پس آیا ایک جھاڑ زمین شق کرتا ہوا یہانتک کہ ڈھانپ لیا حضرت کو پھر لوٹ گیا اپنے مقام پر پس جب بیدار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا میں نے قصہ اُس جھاڑ کا فرمایا اجازت چاہی اُس نے اپنے رب سے کہ سلام کرے مجھپر پس اجازت دیگئی اُسکو انتہی۔ اور مسالک الحنفا میں قسطلانی رح نے نقل کیا ہے عن ابی بکر الصدیق رض قال الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امحق للخطایا من الماء البارد للنار والسلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عتق الرقاب وحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل من مہج الانفس او قال افضل من ضرب السیف فی سبیل اللہ رواہ النمیری وابن بشکوال موقوفا ترجمہ فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہ درود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑہا جاوے مٹانیوالا گناہوں کا ہے زیادہ اس سے کہ پانی آگ کو نابود کردے۔ اور سلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا جاتا ہے غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے اور محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل ہے خون دل کو بہانے سے یعنے جان بازی سے۔ یا کہا افضل ہے تلوار مارنے سے راہ خدا میں انتہی کہا قسطلانی رح نے مسالک الحنفا میں کہ ذکر کیا امام فاکہانی رح نے کہ یہ سلام غلام آزاد کرنے سے بہتر اس لئے ہے کہ عتق رقبہ کا مقابلہ عتق نار کے ساتھ ہے یعنے جو شخص غلام آزاد کرتا ہے تو ہر عضو اُس شخص کا مقابلہ میں اعضاے غلام کے دوزخ سے آزاد ہوتا ہے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنیکے مقابل اور عوض اللہ تعالیٰ کا سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا سلام لاکھ جنتوں سے بہتر ہے انتہی۔ اسکے سوا اور بہت حدیثیں سلام کی فضیلت میں وارد ہیں انشاءاللہ تعالیٰ حسب موقع لکھی جائینگی اب یہاں یہ امر پیش نظر ہے کہ اس سلام کی کس قدر وقعت ہے جو عین نماز میں ضروری ٹھیرایا گیا حالانکہ نماز عبادت محضہ ہے اور ظاہر ہے کہ عبادت میں توجہ صرف معبود حقیقی کی طرف چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ سلام جو التحیات میں پڑھا جاتا ہے یعنے السلام علیک ایہا النبی اس سے خطاب مقصود نہیں بلکہ حکایت ہے شب معراج کی۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں التحیات کا کچھ مطلب ہی نہ ہوا صرف الفاظ ہی رہ گئے۔

نہ التحیات للہ سے تمام تحیات اللہ تعالیٰ کیلیے ہونے کا اعتراف ہوا نہ اشہد ان لاالہ الا اللہ سے توحید پر شہادت ہوئی حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے التحیات کی تعلیم فرمائی یہ نہ کہا کہ شب معراج اس قسم کا مخاطبہ ہوا تھا اور بطور حکایت اُسکو پڑھنا چاہیے حدیث تعلیم التحیات کی یہ ہے جس کو ابن تیمیہ نے منتقی الاخبار میں روایت کی ہے عن ابی مسعودؓ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التشہد کفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لاالہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ رواہ الجماعۃ وفی لفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قعد احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات للہ وذکرہ وفیہ عند قولہ وعلی عباد اللہ الصالحین فانکم اذا فعلتم

ذلک فقد سلمتم علی کل عبد للہ صالح فی السماء والارض وفی آخرہ ثم یتخیر من المسألہ ماشاء متفق علیہ وعن ابن مسعودؓ قال کنا نقول قبل ان یفرض علینا التشہد السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقولوا ہکذا ولکن قولوا التحیات للہ ذکرہ الدار قطنی وقال اسنادہ صحیح وہذا یدل علی انہ فرض علیہم ترجمہ خلاصہ ان تینوں روایتوں کا یہ ہے کہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہا اُنہوں نے کہ تشہد فرض ہونیکے پیشتر ہم لوگ السلام علی اللہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل کہا کرتے تھے پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا مت کہو بلکہ جب کوئی نماز میں بیٹھے تو چاہیے کہ کہے التحیات للہ آخر تک اور سکھایا مجھکو حضرت نے یہ التحیات میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر جیساکہ کوئی سورہ قرآن کا تعلیم فرماتے تھے۔ اور فرمایا کہ جب تم نے وعلی عباد اللہ الصالحین کہا توگویا سلام کیا تم نے ہر بندہ صالح پر خواہ آسمان میں ہو وہ یا زمین میں روایت کیا اسکو اہل صحاح ستا اور امام احمد بن حنبل اور دار قطنی نے یہ جب تفصیل مذکور بر کہا ابن تیمیہ نے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ التحیات صحابہ پر فرض تھی انتہی مخلصا ہر چند الفاظ التحیات کے مختلف طور پر وارد ہیں مگر جنمیں السلام علیک ایہا النبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اُن احادیث کو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ امام احمد ابن حبان ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے روایت کی ہے کمافی کنز العمال ان روایات سے کسی میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ سلام بطور حکایت پڑہا جاوے پھر جب حکایت ہونا اُسکا ثابت نہ ہوا تو معنی مقصود بالذات ہوے جس سے ثابت ہوا کہ بطور انشا کہا جاوے جیساکہ

شیخ عابد سندہی نے جنے طوالع الانوار شرح درمختار میں اُسکی تصریح کی ہے کما یجئی
دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ السلام علی جبرئیل ومیکائیل اور بروایت امام احمد
بن جنبل السلام علی فلاں وفلاں کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُس سے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ جب تم السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین
کہوگے تو تمہارا سلام تمام مقربین ومرسلین وصلحین کو پہنچ جائیگا اس سے
ظاہر ہے کہ یہ سلام بطور انشا ہے نہ بطور حکایت۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی اسی تعمیم میں سلام پہنچ سکتا تھا لیکن چونکہ اُس میں کوئی خصوصیت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں رہتی تھی اس لئے ضرور ہوا کہ
بجسب مرتبہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر خطاب کے
ساتھ سلام عرض کرے اور تکمیل تحیت کے واسطے ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بھی زیادہ
کرے جس سے اعتنا بالشان اس سلام کا ظاہر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جیسا
السلام علینا وعلی عباداللہ الصالحین انشا ہے ویسا ہی السلام علیک بھی انشا ہے
تیسری دلیل یہ ہے السلام علیک ایہا النبی جسمیں خطاب وندا ہے متواتر ہی بتواتر
لفظی اگر معنی اسکے مراد نہ لئے جائیں تو ایک قسم کا نسخ لازم آیگا پھر دلیل نسخ
کو چاہیے کہ ویسی ہی قطعی ہو اور مخاطبہ شب معراج کا احادیث صحیحہ سے اگر
ثابت ہو جائے جب بھی اس متواتر کا نسخ اس سے نہو سکے گا اسلئے کہ ان تو
وہ احادیث احاد ہونگی جسمیں قطعیت نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس التحیات کو اُس کے
ساتھ کچھ نسبت نہیں غایۃ الامر یہ ہے کہ ہئیت دونوں کی ایک ہوگئی لیکن اس سے
یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اُسکی حکایت ہو بلکہ وہاں جیسا حق تعالیٰ نے بطور انشا

فرمایا تھا ویسا ہی یہاں مصلی بطور انشا عرض کرتا ہے الحاصل بعد تصحیح ان احادیث کے اس متواتر کے نسخ کے لئے یہ بات ضرور ہے کہ بطور حکایت پڑھنے کا امر بتواتر ثابت کیا جاوے واذلیس فلیس۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ نازل ہوئی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہم نے جان لیا صلوٰۃ کا طور ارشاد فرمائے چنانچہ درمنثور میں امام سیوطی رح نے روایت کی ہے

واخرج ابن ابی سعد و احمد ابن حمید و البخاری و النسائی و ابن ماجہ و ابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال قلنا یا رسول اللہ ہذا السلام علیک قد علمناہ فکیف الصلوۃ قال قولوا اللہم صل علی محمد الحدیث امام بخاری رح نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ مراد اس سلام سے جسکی نسبت صحابہ نے اپنا علم ظاہر کیا سلام تشہد ہے یعنے السلام علیک ایہا النبی حیث قال والمراد بقولہم السلام علیک فقد عرفناہ فکیف الصلوۃ علیک فاعلمہم ایاہ فی التشہد من قولہم السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ فیکون المراد بقولہم فکیف نصلی علیک ای بعد التشہد قالہ البیہقی اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کے نزدیک یہ سلام انشاے تحیت تھا اسلئے کہ سلموا کے امتثال میں اسکو قرار دیا تھا اور امتثال کے لئے انشا کی ضرورت ہے حکایت مفید نہیں ہوسکتی۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام سخاوی رح نے لکھا ہے کہ سلام عرض کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی مواقع میں واجب ہے ایک تشہد اخیر میں امام شافعی رح کے نزدیک دوسرا نام مبارک آپ کا سنکر تیسرا جب قبر شریف کے پاس حاضر ہووے حیث قال فی القول البدیع ولیعلم انہ یرتقی درجۃ التسلیم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الوجوب فی مواضع الاول فی

التشہد الاخیر نص علیہ الشافعی الثانی مانقلہ الحلیمی انہ یجب التسلیم علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم کلما ذکر وفی الشفاء نقلاً عن القاضی ابی بکر بن بکر نزلت ہذہ الآیۃ
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر اللہ اصحابہ ان یسلموا علیہ وکذلک من بعدہم
امروا ان یسلموا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند حضورہم قبرہ وعند ذکرہ

چھٹی دلیل شیخ عابد سندھی رح نے طوالع الانوار شرح در مختار میں لکھا ہے
کہ السلام علیک ایہا النبی کے معنی کو مقصود بالذات سمجھے اور بطور انشا سلام
عرض کرے کما قال ویقصد بالفاظ التشہد معانیہا حال کون تلک الالفاظ مرادۃ
لہ ای مقصودۃ لنفسہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالی ویسلم علی نبیہ صلی اللہ
علیہ وسلم بقولہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فان قیل کیف شرع
ہذا اللفظ وہو خطاب بشر مع کونہ منہیا فی الصلوۃ اجیب عن ذلک باجوبۃ انتہی

ساتویں دلیل یہ حدیث ہے جو بخاری شریف میں ہے عن عبداللہ بن سخبرۃ ابومعمر
قال سمعت ابن مسعودؓ یقول علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ
کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ والصلوۃ والطیبات السلام علیک
ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان
لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ وہو بین ظہرانینا فلما قبض قلنا السلام
یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ روایت ہے ابومعمر سے کہ ابن مسعودؓ
سے میں نے سنا ہے کہ کہتے تھے سکھایا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
التحیات مذکور اپنے دونوں ہاتھوں میں میرا ہاتھ لیکر جیساکہ کوئی سورہ قرآن کا
سکھاتے ہیں اُس حالت میں کہ حضرت ہم میں تشریف رکھتے تھے پھر جب حضرتؐ

نے انتقال فرمایا تو کہا ہم نے السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے ورد فی بعض طرق حدیث ابن مسعودؓ ما یقتضی المغایرة بین زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم وما بعدہ فی الخطاب ففی الاستیذان من صحیح البخاری من طریق ابی معمر عنہ بعد ان ساق حدیث التشہد قال وہو بین اظہرنا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبیؐ واخرجہ ابو عوانة فی صحیحہ وابو نعیم والبیہقی من طرق متعددة بلفظ فلما قبض قلنا السلام علی النبی وکذلک رواہ ابو بکر بن شیبة قال السبکی فی شرح المنہاج بعد ان ساقہ مسند الی ابی عوانة وحدہ ان صح عن الصحابة ہذا دل علی ان الخطاب فی السلام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر واجب انتہی قلت قد صح بلا ریب وقد وجدت لہ متابعا قویا قال عبد الرزاق اما ابن جریج اخبرنی عطاء ان الصحابة کانوا یقولون والنبی صلی اللہ علیہ وسلم حی السلام علیک ایہا النبیؐ فلما مات قالوا السلام علی النبیؐ واسنادہ صحیح واما ما روی سعید بن منصور من طریق ابی عبیدة بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم علمہ التشہد فذکرہ قال فقال ابن عباس انما کنا نقول السلام علیک اذا کان حیا فقال ابن مسعود ہکذا علمناہ وہکذا نعلم فظاہرہ ان ابن عباس قالہ بحثا وان ابن مسعودؓ لم یرجع الیہ لکن روایة ابی معمر اصح لان ابا عبیدة لم یسمع عن ابیہ والاسناد مع ذلک ضعیف۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اس سلام کو بطور انشا کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے لفظ خطاب وندا کو بدل دیا اور السلام علی النبیؐ کہنا شروع کیا کیونکہ اگر یہ سلام بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی کچھ ضرورت نہ تھی پس ثابت ہوا

کہ یہ سلام انشا ہے نہ حکایت۔ اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ بعد وفات شریف کے اگر صحابہ کا خطاب وندا کو بدلنا ثابت ہو تو سبب اُسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرمائے عالم ابدی ہوئے اور صحابہ نے مسند خلافت الٰہی کو وجود عنصری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خالی پایا عالم آنکھوں میں تیرہ و تاریک ہو گیا غم و الم کی یہانتک نوبت پہنچی کہ بعضوں سے دیوانوں کے سے حرکات صادر ہونے لگے بات بات پر یاد اشفاق و مراحم مربیانہ ایک مصیبت برپا کئے دیتے تھے باوجودیکہ بلال رضؓ اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر مامور تھے مگر اس صدمہ نے اُنکو اس فضیلت عظمیٰ سے باز رکھا تھا کیونکہ جب نام مبارک زبان پر آجاتا تو نقشہ حضوری کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا پھر اس حالت جانکاہ کا بیان کیا ہو سکے کہ جسکی وجہ سے ایسی فضیلت عظمیٰ کی طرف مبادرت نہیں کر سکتے تھے ہر چند صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہوں نے اُنہیں آزاد کیا تھا حکم بھی فرمایا مگر جب بھی نہو سکا حالانکہ امتثال امر اونکا اُنہیں دو طور سے ضرور تھا ایک بحیثیت آقائی دوسرے خلافت کہ کسی مسلمان کو انحراف اُن کے امر سے جائز نتھا۔ لیکن کیا کر سکتے غم کا تسلط کچھ اسقدر ہو گیا تھا کہ دل ہی قابو میں نتھا اور یہی وجہ تھی کہ آخر معذور رکھے گئے چنانچہ کنز العمال میں منقول ہے عن محمد

بن ابراہیم بن الحارث التیمی قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذن بلال ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یقبر فکان اذا قال اشہد ان محمداً رسول اللہ انتحب الناس فی المسجد فلما دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابو بکر اذن

فقال ان کنت انما اعتقتنی لله فخلنی ومن اعتقتنی لہ فقال انما اعتقتک لله فقال

انی لا اوذن لاحد بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم قال فذاک الیک فاقام حتے

خرجت بعوث الشام فسار معہم حتی انتھی الیھا ابن سعد ترجمہ روایت ہے

محمد ابن ابراہیم سے کہ جب وفات فرماے رسول الله صلی الله علیہ وسلم اذان کہی بلال رضؓ نے اسوقت کہ ہنوز حضرتؐ دفن نہیں کیئے گئے تھے جب اُنہوں نے اشہد ان محمداً رسول الله کہا مسجد شریف میں کہرام مچ گیا کسی سے ضبط گریہ نہو سکا اور بے اختیار آوازیں بلند ہوگئیں۔ پھر بعد دفن کے جب صدیق اکبرؓ نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ عرض کیا کہ اگر آپنے الله کے واسطے مجھے آزاد کیا ہے تو مجھے الله کے حوالہ کردیجئے فرمایا میں نے صرف الله واسطے تمہیں آزاد کیا ہے کہا بعد رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے اب کسی کا موذن ہونگا فرمایا تمہیں اختیار ہے پہر اقامت کی مدینہ منورہ میں چند روز اور جب شام کی طرف لشکر روانہ ہوا تو اسکے ہمراہ چلے گئے اور وہیں رہے انتہیٰ اور بعض صحابہ نے وفات شریف کی خبر سنتے ہی دعا کی کہ الٰہی اب ہمیں نابینا کردے کہ بعد اپنے حبیب کے کسی کی صورت نہ دیکھیں کما فی المواہب اللدنیہ وذکر ابن الظفر ایضاً"

ابن عبد الله بن زید ہذا کان یعمل فی جنتہ لہ فاتاہ ابنہ فاخبرہ ان النبی صلی الله علیہ

وسلم توفی فقال اللھم اذہب بصری لا اری بعد حبیبی محمد احداً فکف بصرہ اے

عمی واقع میں اس مصیبت کی کچھ انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس صدمہ کا وہ اثر ہوا کہ متحمل نہ ہو سکا آخر خودکشی کی چنانچہ محدثین رحؒ نے اُس کی تصریح کی ہے جب جانور کا یہ حال ہو تو اُن جانبازان خستہ جگر کا کیسا حال ہوا ہو گا

جسکو محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم سے اور جان سے زیادہ تر تھی۔ مگر ہر آسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر اُسکو تو وہی لوگ جانیں جو مذاق محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اُٹھا چکے ہوں الحاصل کمال غم و الم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ نے خطاب کو ترک کر دیا پھر جب وہ حالت بسبب امتداد زمانہ کے فرو ہو گئی بحسب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر اُسی طور پر بصیغہ خطاب وندا پڑھنا شروع کیا چنانچہ صحابہ و تابعیں کا عمل اسی پر رہا اور آجتک وہی جاری ہے اثبات اس دعوی کا کئی وجوہ سے ہو سکتا ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ بروایت متعددہ ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم برسر منبر علی رُوس الاشہاد اپنے خلافتوں میں تعلیم التحیات کی بلفظ السلام علیک ایہا النبی کیا کرتے تھے اور یہ تعلیم کچھ ایسی نہتھی کہ کسی پر پوشیدہ رہ سکے پھر اگر کسی کو نداء خطاب میں کلام ہوتا ضرور کہدیتے کیونکہ صحابہ کی شان سے بعید ہے کہ کسی مسئلہ کو خلاف واقع سُنکر خاموش رہ جائیں خصوصاً ایسا مسئلہ کہ جسمیں آخری زمانہ والوں کے خیال کے مطابق شرک کا اندیشہ ہے امام زیلعی نے شرح کنز میں لکھا ہے وعن جماعۃ من اہل النقل ان تشہد ابن مسعودؓ اصح مایروی وعلیہ عمل اکثر اہل العلم من الصحابۃ والتابعین حتی قال ابن عمر کان ابو بکر الصدیقؓ یعلمنا التشہد علی المنبر کما یعلم الصبیان فی الکتاب فذکر تشہد ابن مسعودؓ یعنے بروایت ابن عمرؓ ثابت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ برسر منبر تعلیم تشہد ابن مسعودؓ کی کیا کرتے تھے جیسا کہ مکتبوں میں لڑکوں کو تعلیم کیا کرتے ہیں یہ تشہد وہ ہے جسمیں السلام علیک ایہا النبی موجود ہے

اسلئے کہ محدثین و فقہا جب تشہد ابن مسعودؓ کی کہتے ہیں تو مراد اُس سے وہ تشہد ہوتا ہے جو مرفوع ہے یعنے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کما ہو الظاہر عند اہل العلم وعن عبد الرحمن بن القاری انہ سمع عمر بن الخطاب رضؓ وہو علی المنبر وہو یعلم الناس التشہد یقول قولوا التحیات الزاکیات للہ الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ مالک و الشافعی عب و الطحاوی ک ق کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے عبد الرحمن ابن القاری سے کہ عمر بن خطابؓ سے میں نے سُنا ہے کہ التحیات مذکور برسر منبر تعلیم کرتے تھے روایت کیا اسکو امام طحاویؒ نے شرح معانی الاثار میں عن سعید بن جبیر وطاؤس عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التشہد کما یعلمنا القرآن فکان یقول التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبیؐ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحدیث وعن ابن جریج قال سئل عطاء وانا اسمع عن التشہد فقال التحیات المبارکات الصلوۃ للہ ثم ذکر مثلہ قال لقد سمعت عبد اللہ بن الزبیر یقولہن علی المنبر یعلمہن الناس ولقد سمعت عبد اللہ بن عباس یقول مثل ما سمعت ابن الزبیر یقول قلت فلم یختلف ابن الزبیر وابن عباسؓ فقال لا یعنے کہا عطاء رحؒ نے کہ سُنا میں نے عبد اللہ بن زبیر سے کہ برسر منبر التحیات مذکور کی تعلیم کیا کرتے تھے اور وہی التحیات عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی سُنی ہے انتہیٰ مخصاً جب اس قسم کے مجمعوں میں جسمیں ہزارہا صحابہ ہوتے تھے خلفا نے تشہد بصیغہ خطاب تعلیم کیا اور کسی نے اُسکا انکار نکیا تو ثابت ہوا کہ صحابہ کا اجماع اسی پر تھا۔ اب بعد ثبوت اجماع کے ضرورت

نہ رہی کہ افراد صحابہ کا بھی عمل بیان کیا جاوے مگر تبرعاً چند اکابر صحابہ کا عمل بھی
بیان کیا جاتا ہے تا طالبین حق کو کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ ابن عباسؓ
کا عمل اور تعلیم کرنا بصیغہ خطاب ابھی معلوم ہوا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے بھی اسی قسم کی التحیات ثابت ہے کما فی الموطا لامام محمدؒ قال مالک رح
اخبرنا عبد الرحمن بن قاسم عن امہ عن عائشہؓ انہا کانت تتشہد فتقول التحیات
الصلوات الزاکیات للہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان
محمداً عبدہ ورسولہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا و
علی عباد اللہ الصالحین السلام علیکم اسی طرح ابن عمرؓ سے مروی ہے کما فی الموطا
لامام محمدؒ قال مالک اخبرنا نافع عن ابن عمرؓ انہ کان یتشہد فیقول بسم اللہ التحیات
للہ والصلوات للہ والزاکیات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین الحدیث اور شرح معانی الآثار میں امام
طحاویؒ نے روایت کی ہے عن مجاہد قال کنت اطوف مع ابن عمرؓ بالبیت
وہو یعلمنی التشہد یقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا
النبی ورحمۃ اللہ قال ابن عمر وزدت فیہا وبرکاتہ یعنے مجاہد کہتے ہیں کہ سکھایا
مجھکو ابن عمرؓ نے حالت طواف کعبہ میں تشہد مذکور۔ اسی طرح معاویہ اور سلمان
فارسی اور ابو حمید رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ مولانا مولوی محمد عبد الحی صاحب
لکھنوی مرحوم نے تعلیق الممجد میں لکھا ہے ومنہم معاویۃ اخرج الطبرانی فی الکبیر
مثل تشہد ابن مسعود ومنہم سلمان اخرج الطبرانی والبزار مثل تشہد ابن مسعودؓ
وقال فی آخرہ قلہا ولا تزد فیہا حرفاً ولا تنقص منہا حرفاً واسنادہ ضعیف ومنہم

ابو حمید اخرج الطبرانی عنہ مرفوعاً مثلہ یعنے یہ حضرات ابن مسعودؓ کی تشہد پڑھا کرتے اور روایت کیا کرتے تھے اور کہا سلمان فارسیؓ نے نہ اِس سے زیادہ کرو نہ کم۔

اور ایسا ہی ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے عن ابی المتوکل قال سالت ابا سعید عن التشہد فقال التحیات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ وقال ابو سعید کنا لانکتب شیئاً الا القرآن والتشہد ش کذا فی کنز العمال۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ابن مسعودؓ تابعین کو اسی التحیات کی تعلیم کیا کرتے تھے جسکی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی کما روی ابن الہمام فی فتح القدیر۔ قال ابو حنیفہؒ اخذ حماد بن سلیمان بیدی وعلمنی التشہد وقال حماد اخذ ابراہیم بیدی وعلمنی التشہد وقال ابراہیم اخذ علقمۃ بیدی وعلمنی التشہد وقال علقمۃ اخذ عبد اللہ بن مسعودؓ بیدی وعلمنی التشہد وقال عبد اللہ اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی وعلمنی التشہد کما یعلمنی السورۃ من القرآن وکان یاخذ علینا بالواو واللام یعنے سکھایا ابن مسعودؓ نے علقمہ کو التحیات ہاتھ پکڑ کر جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو سکھایا تھا اس سے ظاہر ہے کہ صرف چند روز صیغہ خطاب وندا کو انہوں نے بدلا تھا تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس تعبیر میں لحاظ خطاب وندا کا تھا تو یہ سبب قبل انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی موجود تھا اس لئے کہ صحابہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غائب بھی ہوتے تھے پس اِس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ حالت غیبت میں بصیغہ خطاب وندا نہ پڑھتے ہوں حالانکہ یہ بات کسی سے مروی نہیں بلکہ خود اس حدیث میں

مصرح ہے کہ بعد وفات شریف کے خطاب بدلا گیا پس معلوم ہوا کہ علت تغیر کی ندا و خطاب نہتھا بلکہ صدمہ وفات شریف کا تھا ۔ پس اِن وجوہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اوّل تو جملہ صحابہ رض نے صیغہ ندا کو بدلا ہی نہیں اور بعضوں نے جو بدلا سبب اُسکا یہ تھا کہ بعد وفات شریف کے خطاب وندا جایز نہیں ۔ اور بعد چند روز کے بدلنے والے بھی بحسب تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بصیغہ خطاب پڑہتے اور تعلیم کیا کرتے تھے ۔ شیخ عابد سندہی رح نے المواہب اللطیفہ فی شرح مسند ابی حنیفہ رح میں اِس مسئلہ میں نہایت ہی لطیف وچست بحث کی ہے چونکہ مناسب مقام ہے اس لئے بعینہ اُنکی عبارت نقل کیجاتی ہے وہی ہذہ

لاشک ان الشارع صلی اللہ علیہ وسلم علمھم لفظ التشھد وھذا یشتمل علی الخطاب ولم ینقل لھم انھم یخالفون بذلک اللفظ بعد وفاتہ مع ان الموجب فی الاتیان بلفظ الغیبۃ کان موجودا فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم لغیبتھم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الاسفار والمغازی والسرایا وغیر ذلک ولم ینقل عن احد منھم انہ کان یتشھد بلفظ الغیبۃ فی تلک الحالات علی ان عمر رضی اللہ عنہ علم الناس التشھد علی المنبر فی ایام خلافتہ نعلمھم بلفظ الخطاب کما اخرجہ مالک فی الموطا عن عبد الرحمن بن عبد القاری وکذلک رواہ القاسم بن محمد عن تشھد عائشۃ الذی کانت تتشھد بہ وذلک لاشک فیہ انہ بعد وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکذلک ما رواہ نافع ان ابن عمر کان یتشھد وفیہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وکل ہذا عند مالک فی الموطا وکان ابو موسی یعلم بہذا ایضاً کما اخرجہ النسائی وعلم ابن عمر عبد اللہ بن ناطی بذلک عند ابی داود وعلم سلمان اباراشد کذلک کما اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والبزاز

فهذا الكلام صريح في انهم حملوا الفاظ التشهد على سبيل التعبد ولم يجعلوه مخصوصا بزمان دون
زمان فغاية ما يفهم من فعل ابن مسعود رضه فيما اخرجه البخاري وغيره وفي فعل الصحابة
الذين حكى عنهم عطاء ان يكون اجتهادا منهم لا انه توقيف من الشارع صلى الله
تعالى عليه وسلم مع انه لا مجال للاجتهاد في مقابلة ما عينه الشارع صلى الله تعالے
عليه وسلم على ان خبر عطاء لا يفهم من سمع من الصحابة بلفظ الغيبة وغالب ما روي
عن عطاء عن هولاء المذكورين من الصحابة وقد اسمعناك من لم يسم وما كانوا
يتشهدون الا بلفظ الخطاب والله اعلم ومن وقف على خلاف ما حررته مويدا
ببرهان فليفد جزاه الله خيرا خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ اسمیں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ التحیات تعلیم فرمائی تھی جسمیں صیغہ خطاب ہے
اور یہ نہ فرمایا کہ بعد وفات شریف کے وہ لفظ بدل دیا جاوے۔ اور سبب صیغہ
غایب کا خود حضرت کے زمانہ میں موجود تھا کیونکہ صحابہ سفر وغیرہ کی وجہ سے
غائب ہوا ہی کرتے تھے۔ پھر کسی سے یہ منقول نہیں کہ اُس حالت میں
صیغہ خطاب کو ترک کیا ہو اور عمر فاروق اور عائشہ صدیقہ اور ابن عمر اور ابو موسی
اشعری رضی اللہ عنہم کا تعلیم کرنا اور پڑہنا بصیغہ خطاب بعد وفات شریف
کے ثابت ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ الفاظ تشہد صحابہ کے نزدیک تعبدی
تھے کہ خصوصیت اُسکو کسی زمانہ کے ساتھ نہیں۔ اور بعض صحابہ نے جو اُسکو
بدل دیا تھا تو وہ اُنکا اجتہاد تھا شارع علیہ السلام کا اس میں امر نہیں باوجودیکہ
مقابلہ میں تعیین شارع کے اجتہاد کو دخل نہیں پھر کہا شیخ عابد
رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کوئی شخص اس تحریر کے خلاف پر مطلع ہو تو چاہیے

کہ پیش کرے بشرطیکہ موید بالبرہان ہو انتہی۔ احادیث مذکورہ بالا سے یہ بات ثابت ہے کہ صحابہ کبار بعد وفات شریف کے التحیات بصیغۂ ندا و خطاب پڑھا کرتے اور علی رؤس الاشہاد تعلیم کیا کرتے تھے اور خاص ابن مسعودؓ کو اس التحیات کی تعلیم میں نہایت اہتمام تھا کہ ایک ایک حرف کی کمی و زیادتی پر مواخذہ کیا کرتے تھے چنانچہ قریب میں معلوم ہوگا۔ اور امام ترمذی نے بعد حدیث التحیات ابن مسعودؓ کے لکھا ہے کہ عامہ اہل علم صحابہ و تابعین کا اسی پر عمل تھا اور یہی قول سفیان ثوری اور ابن مبارک اور امام احمدؒ وغیرہم کا ہے۔ اور کہا کہ امام شافعی رحؒ نے تشہد ابن عباسؓ کو اختیار کیا ہے۔ اُس میں بھی صیغہ خطاب و ندا کا موجود ہے۔ اور یہ بھی مضمون سابق سے مستفاد ہوا کہ ائمہ اربعہ رحؒ کی معمول بہ وہ التحیات ہے جسمیں صیغہ خطاب و ندا کا ہے اور علماے مذاہب اربعہ رحؒ کا عمل الی یومنا ہذا اسی پر جاری ہے چنانچہ حنابلہ سے ابن تیمیہ رحؒ نے منتقی الاخبار میں ندا و خطاب والی تشہد کو ذکر کیا اور ابو عمر کی روایت سے اغماض کیا بلکہ کتاب المحرر میں جو فقہ میں لکھی ہے اسی تشہد کا امر کیا ہے جسمیں خطاب موجود ہے حیث قال و یتشہد فیقول التحیات للہ الصلوات الطیبات السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ الخ حتی کہ خود امام بخاری رحؒ نے ترک خطاب کو پسند نہیں کیا اس لئے کہ التحیات کے ابواب میں ابن مسعودؓ کی اس حدیث پر استدلال کیا جسمیں اُنکا وہ قول نہیں اور جسمیں وہ قول ہے اُسکو کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے باب میں ذکر کیا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ وہ قول ابن مسعودؓ کا امام بخاری رحؒ کے

نزدیک بھی معمول بہ نہیں اب یہ دیکھنا چاہیے کہ مقصود ابن مسعودؓ کا اس قول سے کیا ہے جو بخاریؒ میں بروایت ابی معمر مذکور ہے علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکفی بین کفیہ کما یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات للہ الخ وہو بین ظہرانینا فلما قبض قلنا السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات شریف کے بھی صحابہ التحیات میں حضرت پر وہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو سابق سے معین تھا یعنے السلام علیک ایہا النبی۔ تا خدشہ حاضرین کا ندا وغیرہ کے باب میں بنظر فعل صحابہ کے دفع ہو جاوے۔ اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کا فعل ایسا ہی تھا کما مر انفا اس توجیہ پر الف لام قلنا السلام میں عہد کا ہوگا پس مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہم نے التحیات میں وہی سلام جو اوپر مذکور ہے۔ اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ فلما قبض کے جواب میں صرف السلام پر اکتفا کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس سلام کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے۔ اور اگر خطاب بدلنے کا اخبار منظور ہوتا تو صرف السلام پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کر دیتے۔ اور اگر لفظ السلام کو مقولہ قلنا کا بتایئے تو لازم آتا ہے کہ صرف السلام کہتے ہوں بغیر ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ظاہر البطلان ہے۔ پھر مزید توضیح اور تعیین کیلئے سلام کی تفسیر کی باعتبار مسلم علیہ کے حیث قال قلنا السلام یعنی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے کہ التحیات میں مسلم علیہ تین ہیں پس مطلب اُس کا یہ ہوا کہ بعد وفات شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ کہا ہم نے وہ سلام

یعنے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بلفظ السلام علیک ایہا النبی کہا کرتے تھے اور اسی کی موید ہے وہ روایت جو عبارت فتح الباری میں اوپر مذکور ہوئی کہ کہا عبد اللہ بن عباسؓ نے ابن مسعودؓ سے کہ السلام علیک ایہا النبی ہم اُسوقت کہتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے مقصود یہ کہ بعد وفات شریف کے سلام کیسا کہنا چاہیئے کہا ابن مسعودؓ نے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہمکو اور ویساہی تعلیم کیا کرتے ہیں ہم انتہیٰ اس تقریر سے ابن عباسؓ کو سکوت حاصل ہوگیا اسی وجہ سے آپ کا بصیغۂ خطاب پڑہنا اور تعلیم کرنا روایات مذکور بالا سے ثابت ہے - اگرچہ ابن حجر رحنے کہا ہے کہ روایت ابو معمر کی (جس میں قول عبد اللہ بن مسعود فلما قبض قلنا السلام ہے) اصح ہے اور یہ روایت مناظرہ ضعیف ہے مقصود اس سے یہ کہ معارضہ کی وجہ سے روایت ابی معمر کو جو بخاری میں ہے ترجیح ہوگی - مگر اسوجہ سے کہ اسکی معارض نہیں بلکہ معاضد ہے جیساکہ ابھی معلوم ہوا تو ضعف اسکا کچھ مضر نہوگا بلکہ احد الاحتمالین کی ترجیح جو دوسرے قرائن سے ہوچکی ہے اسکی تائید کے لیے کافی ہوسکتی ہے کیونکہ قطعاً موضوع نہیں جو بالکل بیکار کیجاوے غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ یہ روایت ایک احتمال کے معارض ہے پہر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے ساتھ ہو کیونکہ اگر صحیح وقوی ہے تو اسناد ہے نہ وہ احتمال - اور اسی طرح یہ روایت بھی اسکی موید ہے عن الاسود قال کان عبد اللہ یعلمنا التشھد کما یعلمنا السورۃ من القرآن فیاخذ علینا الالف والواو رواہ ابن النجار

کذافی کنز العمال ترجمہ روایت ہے اسود سے کہ ابن مسعودؓ تشہد ہمکو ایسا سکھاتے
تھے جیسا کہ سورہ قرآن کا سکھاتے ہیں کہ الف وواو میں گرفت وگیر کیا کرتے
تھے اور ابھی علقمہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ الف ولام میں مواخذہ کرتے
تھے اور امام محمدؒ نے موطا میں لکھا ہے قال محمد وکان عبد اللہ بن مسعودؓ
یکرہ ان یزاد فیہ حرف او ینقص منہ حرف ترجمہ مکروہ سمجھتے تھے ابن مسعودؓ
تشہد کے ایک حرف کی کمی وزیادتی کو وجہ اس اہتمام کی یہ معلوم ہوتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی التحیات کی تعلیم کا ان کو امر فرمایا
جسکو بکمال اہتمام مثل بیعت لینے کے ہاتھ میں ہاتھ لیکر سکھاتے تھے کما قال الشیخ
عابد السندھیؒ فی طوالع الانوار قال الزیلعی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ابن
مسعود ان یعلم الناس فیما رواہ احمد والامر للوجوب ولا ینزل من الاستحباب
اور بروایت متفق علیہ جو منتقی الاخبار سے لکھی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے الحکو فرمایا اذا قعد احدکم فی الصلوۃ فلیقل التحیات للہ الحدیث
اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لئے یہ التحیات ہے اب رہی یہ بات کہ ابوعوانہ
اور ابونعیم اور بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے قول ابن مسعودؓ کو بغیر لفظ
یعنی کے روایت کیا ہے اس طور پر فلما قبض قلنا السلام علی النبی تو جائز
ہے کہ کوئی راوی لفظ یعنی کو بھول گیا ہو یا زائد سمجھکر ترک کردیا ہو کیونکہ
روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک درست ہے امام سیوطی رحؒ نے
مسالک الحنفا میں لکھا ہے وقد وقع فی الصحیحین روایات کثیرۃ من ہذا النمط
فیھا لفظ تصرف فیہ الراوی وغیرہ اثبت منہ کحدیث مسلم عن انس فی نفی

قراءۃ البسملۃ وقد اعلہ الامام الشافعی رضی اللہ عنہ بذلک وقال ان الثابت
من طریق آخر ینفی سماعہا ففہم منہ الراوی نفی قرارتہا فرواہ بالمعنی علی مافہمہ
فاخطار اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود
ہے تو ضرور ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے ۔ اور سوائے اُس کے
قاعدہ مسلمہ ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے کما قال النووی فی مقدمہ مسلم
زیادات الثقۃ مقبولۃ مطلقاً عند الجماہیر من اہل الحدیث والفقہ والاصول
اس اعتبار سے بھی لفظ یعنی معتبر ہوا ۔ اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ لفظ یعنے
غلط ہے جب بھی کچھ نقصان نہیں ۔ کیونکہ وجوہات مذکورہ بالا سے جب
الف ولام السلام کا عہدی ٹھیرا تو علی النبی مع متعلق صفت اسکی ہو جائیگی
اور مطلب اِس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے کہا ہمنے وہی سلام جو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تاویل ہے مفہوم ظاہر عبارت
یہ ہے کہ جملہ السلام علی النبی مقولہ قلنا کا ہے ۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ تاویل کچھ
نئی بات نہیں جس سے استبعاد ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپسمیں معارض
ہوتے ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کیجاتی ہے اور یہاں بھی یہی ہوا
اس لئے کہ اگر یہ مؤدل ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی قباحتیں لازم آتی ہیں ایک
بلادلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے ۔ دوسری
ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جایز نہیں کما قال الشیخ عابدؒ فی المواہب
اللطیفہ ولا مجال للاجتہاد فی مقابلۃ ما عینہ الشارع صلی اللہ علیہ وسلم اے
فی التشہد ۔ تیسرا تناقض اس لئے کہ خود ابن مسعودؓ سے خلاف اُس کے

مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا الحاصل ان اسباب سے یہاں تاویل کی ضرورت ہے۔ اب رہا قول ابن عطا کا جسکو فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ صحابہ بعد وفات شریف کے السلام علی النبی کہا کرتے تھے سو اُسکا جواب یہ ہے صحابہ کا فعل اور تعلیم احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے خطاب وندا کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطاؒ نے ابن مسعودؓ کے ظاہر قول کا مطلب بیان کر دیا جو بروایت ابی عوانہ مروی ہے ورنہ کسی اور صحابی سے اس قسم کی بات مروی نہیں الحاصل قطعاً یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ تمام صحابہ تو کیا خود عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی خطاب وندا کو بعد وفات شریف کے ترک کیا ہو ہذا ما تیسر لی وہو ولی التوفیق والتوقیف

نادرہ ندائے غائب کے مسئلہ میں جب استدلال السلام علیک ایہا النبیؐ کے ساتھ کیا جاتا ہے تو بعض لوگ اُسکا جواب دیتے ہیں کہ یہاں ندا مقصود نہیں بلکہ یہ حکایت ہے مخاطبہ شب معراج کی پھر جو اُن سے پوچھا جاوے کہ کیا اس حدیث کو مانتے ہو تو کہتے ہیں اگر وہ حدیث مانی جاوے تو اِس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش پر جانا ثابت ہوتا ہے حالانکہ سدرۃ المنتہیٰ سے اُس طرف جانے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن محدثین کے پاس ثابت نہیں۔ یہ عجیب بات ہے اگر نماز کی التحیات کو حکایت اسکی قرار دیں تو چاہیے کہ محکی عنہ کو اپنے قواعد کے موافق ثابت کریں یا مان لیں اور اگر محکی عنہ کا انکار ہے تو حکایت کا نام نہ لیں اسکے کیا معنی کہ حکایت میں تو وہ زور و شور اور محکی عنہ سے بالکل انکار کیا اس کو الف لیلہ کی

حکایت سمجھی ہے جسمیں محکی عنہ سے کچھ بحث نہیں الحاصل ہر مسلمان کو
چاہیئے کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف متوجہ ہوکر سلام عرض کرے اور
شک نہ کرے کہ اسمیں شرک فی العبادۃ ہوگا۔ کیونکہ جب شارع کی طرف سے
اسکا امر ہوگیا تو اب جتنے خیالات اسکے خلاف میں ہوں وہ سب بیہودہ اور
فاسد سمجھے جائیں گے۔ اور اسمیں تعلل ایسا ہوگا جیسے ابلیس نے آدم علیہ السلام
کے سجدہ میں تعلل کیا تھا۔ اب یہ بات معلوم کرنا چاہیئے کہ جب اس سلام کا یہ
رتبہ ہوا کہ ایک حصہ عبادت محضہ یعنے نماز کا اسکے لئے خاص کیا گیا تو دوسرے
اوقات میں ہم لوگوں کو کس قدر اہتمام وادب چاہیئے۔ ہر چند عوام الناس
اس قسم کے امور سے مرفوع القلم ہیں کیونکہ اُنکو تو اسی قدر کافی ہے کہ جتنا شارع
نے ضروری بتایا اتنا کردیا۔ مگر اہل عقل وتمیز کو چاہیئے کہ ایسے امور میں غور و فکر
کریں اور ادب سیکھیں۔ العاقل تکفیہ الاشارہ الغرض جب کسی وقت خاص میں
سلام عرض کرے تو چاہیئے کہ کمال ادب کے ساتھ کھڑا ہوا ور دست بستہ
ہوکر السلام علیک یا سیدنا رسول اللہ السلام علیک یا سیدنا سید الاولین والآخرین
وغیرہ صیغہ جنمیں حضرت کی عظمت معلوم ہو عرض کرے اب یہاں شاید کوئی
شخص یہ اعتراض کرے کہ قیام میں تشبیہ بالعبادت ہے اور وہ جایز نہیں
تو جواب اُسکا یہ ہے کہ جب عین عبادت میں یہ سلام جایز ہوا تو تشبیہ بالعبادت
میں کیوں نہو۔ اگر کہا جاوے کہ قوموا للہ قانتین سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام
خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے چاہیئے تو ہم کہیں گے کہ بیشک نماز کا قیام خاص
اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور اگر مطلق قیام کی اسمیں تخصیص ہوتی تو لفظ للہ

کی ضرورت نہ تھی خلاصہ یہ کہ اس آیۃ شریفہ سے نماز کا قیام فرض ہوا نہ یہ کہ انحصار
قیام کا اسمیں ثابت ہوا اگر یہی بات ہوتی تو کوئی قیام درست ہی نہوتا حالانکہ جمہور
محدثین و فقہا کے نزدیک علاوہ اور مقاموں کے کسی کے اکرام کے
واسطے کھڑا رہنا بھی درست ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کو حافظ ابن حجر عسقلانی رح
نے فتح الباری میں بشرح و بسط لکھا ہے ماحصل اُسکا یہ ہے۔ احکام قیام کے
مختلف ہیں۔ ایک وہ کہ جیسے امرا و سلاطین مثلاً بیٹھے ہوتے ہیں اور خدام
و اتباع اُن کے تعظیماً گرد و کھڑے رہتے ہیں یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔
دوسرا وہ کہ جیسے کوئی سفر سے آوے یا کوئی خوش خبری یا تہنیت آنیوالے کو
دینا ہو ایسے مواقع میں قیام بالاتفاق جائز ہے۔ تیسرا کسی کے اکرام کیواسطے
کھڑا رہنا جسکو ہمارے محاورہ میں تعظیم کہتے ہیں یہ صورت مختلف فیہ ہے
ابن قیم اور ابو عبداللہ ابن الحاج کے پاس ناجائز ہے۔ اور امام مالک اور
عمر بن عبدالعزیز اور امام بخاری اور مسلم ابو داؤد بیہقی طبرانی ابن بطال
خطابی منذری تورپشتی اور امام نووی رحمہم اللہ کے اقوال سے اس کا جواز
ثابت ہے۔ مانعین کے دلائل یہ ہیں (۱) عن معاویہ رض قال قال النبی صلی اللہ
علیہ وسلم من احب ان یتمثل لہ الرجال اختالا وجبت لہ النار ترجمہ فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ لوگ اُسکے لئے
کھڑے رہا کریں تو واجب ہے اسکے واسطے دوزخ (۲) بخاری اور ابو داؤد
اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ابن زبیر اور ابن عامر بیٹھے ہوئے تھے کہ
نکلے معاویہ رض پس قیام کیا ابن عامر رض نے اور بیٹھے رہے ابن زبیر رض کہا معاویہ رض نے

ابن عامر سے بیٹھ جاؤ کہ سُنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے من احب ان یتمثل له الرجال قیاما فلیتبوء مقعده من النار یعنے جو شخص دوست رکھے کہ لوگ کھڑے رہا کریں اُس کے لیئے تو چاہیئے کہ وہ شخص گھر اپنا دوزخ میں بنالے انتہی (۳) عن انس رض قال انما هلك من كان قبلكم بانهم عظموا ملوكهم بان قاموا وهم قعود رواه الطبرانی ترجمہ روایت ہے انس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ہلاک ہوئے اسی وجہ سے کہ تعظیم کی اُنہوں نے بادشاہوں کی اس طور سے کہ کھڑے رہتے تھے وہ اور سلاطین بیٹھے رہتے تھے انتہی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام اکرام درست نہیں امام نووی رح نے اسکا جواب دیا ہے کہ مقصود اس سے زجر ہے اُن لوگوں کو جو کہ کبر ونخوت کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ لوگ اُنکے واسطے کھڑے رہیں پھر خواہ لوگ کھڑے ہوں یا نہوں صرف یہ دوست رکھنا قیام کا ممنوع ہے - اور اس سے قیام کی ممانعت نہیں معلوم ہوتی - ابن الحاج رح نے اس جواب کو رد کیا ہے کہ معاویہ رض کا قیام سے منع کرنا دلیل بین ہے نفس قیام کے منع ہونے پر - ابن حجر رح نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا حالانکہ امام نووی رح کی طرف سے اسکا بھی جواب ہو سکتا ہے کہ معاویہ رض نے اس موقع میں جو حدیث من احب ان یتمثل له الرجال قیاما پڑھی مقصود اس سے یہ نہ تھا کہ نفس قیام کی ممانعت ظاہر کریں بلکہ معلوم کرانا اسبات کا منظور تھا کہ مثل سلاطین امم سابقہ کے لوگوں کا قیام مجھکو پسند نہیں اسلیئے کہ لغت میں مثول کے معنی دیر تک کھڑے رہنے کے ہیں نہ صرف اُٹھنا چنانچہ صحاح جوہری میں ہے مثل بین یدیه مثولا ای

انتصب قائماً اس موقع میں اس حدیث کے ساتھ استدلال کرنا دلیل ہے اسپر
کہ اپنا ابراے ذمہ اُنہیں مقصود تھا کیونکہ اس حدیث میں وعید اُس شخص
کے واسطے ہے جسکو لوگوں کا کھڑا رہنا اچھا معلوم ہو۔ اگر نفس قیام سے منع
کرنا منظور ہوتا تو کوئی ایسی دلیل لاتے جس سے اس فعل کی ممانعت معلوم ہو
مثل لا تقوموا کما یقوم الاعاجم کے۔ اور طبرانی کی حدیث مذکور میں اسی قسم
کا قیام ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔ چوتھی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے خود اپنے لئے قیام کو منع فرمایا۔ امام نووی رح نے اُس کا جواب
یہ دیا ہے کہ یہ منع کرنا فتنہ کے خوف سے تھا کہ کہیں تعظیم میں شدہ شدہ افراط
نہو جاے اسی واسطے لا تطرونی بھی فرمایا ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے بعض وقت قیام فرمایا اور کبھی جو بعضوں نے قیام بھی کیا ہے
اُس سے منع نہیں فرمایا۔ اور کسی موقع میں قیام کا امر فرمانا بھی ثابت ہے
اور سواے اسکے اس منع میں یہ بھی ملحوظ ہوگا کہ بعد رسوخ محبت وعقیدت
کے تکلفات عرفیہ کی ضرورت نہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ امام مالک رح
سے اسکا انکار منقول ہے کہ کسی شخص کے واسطے کوئی اٹھے اور کھڑے رہے
جبتک کہ وہ نہ بیٹھے اگرچہ آنیوالا کسی کام میں مشغول رہے۔ اگرچہ ابن حجر رح
نے اسکا جواب نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ نفس قیام کا انکار اس سے ثابت
نہیں ہوتا۔ چھٹی دلیل عن امامۃ رض قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
متوکیا علی عصی فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم بعضہم لبعض ترجمہ
روایت ہے ابی امامۃ رض سے کہ برآمد ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس

حالت میں کہ ٹیکا دیے ہوئے تھے عصا پر پس کھڑے ہو گئے ہم لوگ فرمایا کہ مت
کھڑے ہو جیسے عجمی ایک دوسرے کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں انتہی طبرانی رح نے
اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے
اور اسمیں ایک راوی غیر معروف ہے - اور مجوزین قیام کی دلیلیں یہ ہیں -

(۱) یہ حدیث جو بخاری شریف میں ہے عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت بنو قریظة
علی حکم سعد بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ وکان قریبا منه فجاء علی حمار
فلما دنی من المسجد قال رسول اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم ترجمہ روایت
ہے ابی سعید رضی سے کہ جب اترے بنی قریظہ حکم پر سعد رضی کے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کسی شخص کو سعد بن معاذ کی طرف جو قریب تھے پس حاضر ہوئے
وہ سوار ہو کر جب مسجد کے نزدیک پہنچے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے انصار سے کہ کھڑے رہو اور جاؤ اپنے سردار کی طرف انتہی ابن الحاج نے
اسپر اعتراض کیا ہے - کہ سعد مجروح تھے جب بسبب طلب حاضر ہوئے فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہ اٹھو مقصود یہ کہ سواری سے
انکو اتار لو جیسا کہ لفظ الی سیدکم سے معلوم ہوتا ہے اگر اکرام مقصود ہوتا لسیدکم
فرماتے - تورپشتی رح نے اسکا جواب دیا کہ الی میں لام سے زیادہ مقصود پر
دلالت ہے اس لیے کہ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اٹھو اور جاؤ انکی طرف جس سے
کمال درجہ کا اکرام ظاہر ہوا اور اسپر قرینہ یہ ہے کہ قوموا الی سیدکم ارشاد ہوا
اور یہ ایسا ہے جیسا ترتب حکم کا کسی وصف پر ہوتا ہے جو مشعر بعلیت ہو
پس یہ ارشاد گویا اس معنی میں ہوا کہ سیادت کی وجہ سے انکا اکرام کرو اگر

اُنکو اتارنا مقصود ہوتا تو کسی ایک دو کو مامور فرماتے - اور تخصیص انصار سے شاید یہ معلوم کرانا منظور ہو کہ ہر شخص اپنے سردار کے ساتھ تکریم پیش آئے دوسری دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان جالساً یوماً فاقبل ابوہ من الرضاعۃ فوضع لہ بعض ثوبہ فجلس علیہ ثم اقبلت امہ فوضع لہا ثوبہ من الجانب الآخر ثم اقبل اخوہ من الرضاعۃ فقام فاجلسہ بین یدیہ ترجمہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے کہ والد رضاعی آپ کے حاضر ہوے آپنے اپنی چادر مبارک اُنکے لئے بچھائی پھر حاضر ہوئیں والدہ آپنے چادر مبارک کی دوسری جانب اُنکے لئے بچھائی پھر حاضر ہوے آپ کے رضاعی بھائی پس اٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بٹھایا اُنکو روبرو اپنے انتہیٰ - اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بھی ثابت ہے ابن الحاج نے کہا کہ اس سے قیام متنازع فیہ ثابت نہیں ہوتا - کیونکہ اگر اکرام مقصود ہوتا تو والدین بطریق اولی مستحق تھے بلکہ یہ اُٹھنا توسیع محل کیلئے تھا - اگرچہ ابن حجر رحنے اسکا جواب نہیں دیا مگر بادنی تامل معلوم ہو سکتا ہے کہ لفظ حدیث میں قام فاجلس بین یدیہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہی جاے پر تشریف رکھے اور اُنکو روبرو بٹھلایا اس صورت میں توسیع محل کی کچھ ضرورت ہی نتھی اور اگر ضرورت بھی تھی تو ہٹ جانا کافی تھا قیام کی ضرورت نہ تھی - رہا یہ کہ والدین کے واسطے قیام نہ فرمانا - اوّل تو نفی قیام کی تصریح نہیں جائز ہے کہ قیام بھی فرمایا ہو اور اگر نفی ثابت بھی ہو جائے - جب بھی انہیں کا

اکرام بڑھارہے گا اسلئے کہ خاص چادر مبارک انکے لئے خلاف عادت بچھانے میں کمال درجہ کی خصوصیت واکرام ظاہر ہے اور برادر رضاعی کے لئے صرف قیام فرمایا الحاصل قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکے آنے کے وقت ثابت ہے اور ظاہر الفاظ سے یہ بات بھی قابل تسلیم ہے کہ قیام صرف انکے آنے پر مرتب ہوا۔ نہ تنگی محل پر کیونکہ حدیث میں اقبل اخوہ فقام ہے اگر تنگی محل کی وجہ سے ہوتا تو اقبل اخوہ وکان المکان ضیقا فقام کہا جاتا وہذا القدر یکفی للمناظر۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ کے روز عکرمہ یمن کیطرف بھاگ گئے تھے اُنکی بی بی نے اُنہیں مسلمان کر کے خدمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر کیا حضرتؐ اُنکو دیکھتے ہی کمال خوشی سے اُٹھ کھڑے ہوے۔ اِسی طرح جب جعفرؓ حبشہ سے حاضر ہوے اُٹھ کھڑے ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ جعفرؓ کے آنے سے مجھکو زیادہ خوشی ہوئی یا فتح خیبر سے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زید بن حارثہ جب مدینہ منورہ میں آے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے اُنہوں نے دروازہ کھٹکا اور حضرتؐ کھڑے ہو گئے اور گلے لگایا ابن الحاج نے اِن دلائل کا جواب دیا ہے کہ یہ قیام تنازع فیہ نہیں۔ اس لئے کہ قدوم کے وقت یا تہنیت وغیرہ کے واسطے قیام بالاتفاق درست ہے

چوتھی دلیل عن ابی ہریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحدثنا فاذا قام قمنا قیاما حتی نراہ قد دخل رواہ ابوداؤد ترجمہ روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے

پھر جب اٹھتے تو ہم لوگ سب اٹھ کھڑے ہوتے اور ٹھیرے رہتے یہانتک کہ حضرت محل مبارک میں داخل ہوجاتے انتہی ابن الحاج نے اسکا جواب دیا ہے کہ یہ اٹھنا اکرام کے واسطے نتھا بلکہ اس غرض سے تھا کہ ہر شخص جا بنوالا چلا جائے ابن حجر رح نے کہا کہ ٹھیرنے کی وجہ یہ تھی کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمالیں تو حاضر ہونے میں توقف نہو۔ پانچویں دلیل امام نووی رح نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے جنمیں مہمانوں کا اکرام اور بڑوں کی توقیر کی تاکید ہے۔ اور تنزیل الناس منازلہم یعنے ہر ایک سب کے ساتھ اُسکے مرتبہ کے موافق معاملہ کرنے کا امر وارد ہے **الحاصل** ان عمومات سے بھی قیام کا جواز ثابت ہوسکتا ہے۔ ابن الحاج رح نے اسکا جواب دیا ہے کہ اگرچیکہ ان عمومات میں قیام داخل تھا مگر جب صراحۃً اسکی نہی ہوگئی تو اب اسکے حکم سے خارج ہوگیا۔ ابن حجر رح نے اُسکا کچھ جواب نہیں دیا لیکن ظاہر ہے کہ قیام متنازع فیہ کی نہی کا ثبوت غیر مسلم ہے اور جس قیام کی نہی ثابت ہوئی وہ متنازع فیہ نہیں کما عرفت آنفاً۔ چھٹی دلیل ابن بطال رح نے اس حدیث کے ساتھ استدلال کیا ہے عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای فاطمۃ رض ابنتہ قد اقبلت رحب بہا ثم قام الیہا فقبلہا ثم اخذ بیدہا حتے یجلسہا فی مکانہ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وصححہ وابن حبان والحاکم ترجمہ روایت ہے عائشہ رض سے کہ جب دیکھتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کہ آتی ہیں مرحبا فرماتے پھر کھڑے ہوتے اُن کی طرف اور بوسہ لیتے پھر ہاتھ پکڑکے اپنی جاے پر اُن کو بٹھلاتے۔ ابن الحاج رح نے

کہاکہ شاید اپنی جاے پر بٹھلا نیکے واسطے حضرت اُٹھتے ہوں خصوصاً اس موقع میں
کہ جہاں تنگی مکان بھی ہو اور معلوم ہے کہ اس زمانہ میں مکانات نہایت تنگ
تھے اس صورت میں یہ قیام متنازع فیہ نہوگا - اگرچہ ابن حجر رح نے اسکا جواب
نہیں دیا مگر ظاہر ہے کہ اپنی جاے پر بٹھانیکے واسطے قیام کی ضرورت نہیں
صرف ہٹ جانا کافی ہے اور اگر تنگی مکان کی وجہ سے یہ اُٹھنا تھا تو لازم آتا
ہے کہ اُنکو بٹھلاکر حضرت کہیں اور تشریف لیجاتے ہوں حالانکہ یہ بالکل خلاف
واقع ہے - قطع نظر اسکے لفظ قام الیہا سے قیام اکرام سمجھا جاتا ہے ورنہ لفظ الیہا کی
ضرورت نتھی ابن حجر رح نے اس بحث کو امام غزالی رح کے قول پر ختم کیا اور اسی کو
پسند کیا کہ قیام علی سبیل الاعظام مکروہ ہے اور علی سبیل الاکرام جائز حیث قال وقال
الغزالی رح القیام علی سبیل الاعظام مکروہ وعلی سبیل الاکرام لایکرہ وہذا تفصیل حسن انتہیٰ
ماقال ابن حجر رح فی الفتح ملخصاً مع زیادۃ لبعض الاحوبۃ - یہاں یہ بھی سمجھ کہنا چاہیے کہ مستحق
اکرام کیلیے قیام درست ہے مگر جس شخص کیلیے قیام کیا جاے اُسکو چاہیے کہ عجب اور
کبر سے بچے اور اپنے کو مستحق اسکا نہ سمجھے جیسا کہ امام بیہقی رح نے لکھا ہے القیام علی وجہ الاکرام
جائز کقیام الانصار لسعد وطلحۃ لکعب ولاینبغی لمن یقام لہ ان یعتقد استحقاقہ
لذٰلک ذکرہ فی فتح الباری ساتویں دلیل عن عائشۃ رض قالت ما رایت احداً کان
اشبہ سمتاً وہدیاً ودلاً وفی روایۃ حدیثاً وکلاماً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
فاطمۃ کانت اذا دخلت علیہ قام الیہا فاخذ بیدہا واجلسہا فی مجلسہ وکان اذا
دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا رواہ ابوداؤد
کذا فی المشکوٰۃ ترجمہ روایت ہے حضرت عائشہ رض سے کہ کہا نہیں دیکھا میں نے

کسی کو جو زیادہ تر مشابہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طریقہ میں اور روش میں اور نیک خصلتی میں اور ایک روایت میں ہے بات کرنے اور کلام کرنے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یعنے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان امور میں بہت ہی مشابہ تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) جس وقت داخل ہوتی تھیں فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت کے پاس کھڑے ہوجاتے اور متوجہ ہوتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی طرف اور بوسہ لیتے اُنکا یعنے دونوں آنکھوں کے درمیان میں اور بٹھاتے اُنکو اپنی جگہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جاتے اُنکے وہاں کھڑی ہوجاتیں اور بوسہ لیتیں دست مبارک کا اور بٹھلاتیں اپنی جگہ روایت کی اُسکو ابوداؤد نے انتہی اِس حدیث سے قیام فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے ثابت ہے۔ آٹھوین دلیل ذکر السہمی فی الفضائل وکذا روی الطبرانی بسند حسن عن ابن عباس عن امہ ام الفضل ان العباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما راہ قام الیہ وقبل مابین عینیہ ثم اقعدہ عن یمینہ ثم قال ہذا عمی فمن شاء فلیباہ بعمہ فقال العباس نعم القول یارسول اللہ قال ولم لااقول ہذا انت عمی وصنو ابی ولبقیۃ آبائی ووارثی وخیر من اخلف من اہلی کذا فی المواہب والزرقانی ترجمہ عباس رضی اللہ عنہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت اُنکو دیکھتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں آنکھوں کے مابین بوسہ دیکر اپنے سیدھے طرف اُنکو بٹھلایا۔ عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایقوم الرجل من مجلسہ الا لبنی ہاشم رواہ الخطیب کذا فی کنز العمال

ترجمہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اٹھے کوئی شخص اپنی جاے
سے کسی کے واسطے سواے بنی ہاشم کے انتہی یعنے اکرام بنی ہاشم اور سادات
کا ضروری ہے اگرچہ اوروں کے واسطے اٹھنا بظاہر اس سے ممنوع معلوم
ہوتا ہے لیکن اتنا تو ضرور ہی ثابت ہوا کہ جو لوگ مستحق اکرام فقط بنی ہاشم
ہی کیوں نہوں ان کے واسطے اٹھنا درست ہے - دسویں دلیل عن ابان
عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقومن احدکم من مجلسہ
الا للحسن والحسین او ذریتہما رواہ ابن عساکر ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے نہ اٹھے کوئی تمہارا اپنی جاے سے کسی کے واسطے سوا حسن اور حسین
رضی اللہ عنہما اور انکی اولاد کے انتہی - گیارویں دلیل عن ابی امامۃ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقوم الرجل من مجلسہ لاخیہ الا بنی ہاشم
لا یقومون لاحد رواہ الطبرانی والخطیب کذا فی کنز العمال ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ اٹھے ہر شخص اپنی جاے سے اپنے بھائی کے واسطے مگر بنی ہاشم
کہ کسی کے واسطے نہ اٹھیں انتہی اس سے تو پوری تصریح جواز کی ہو گئی بلکہ
استحباب ثابت ہوا کیونکہ ادنی درجہ یہ ہے کہ امر سے استحباب ثابت ہو کما قال
الشیخ عابد السندی رح فی طوالع الانوار الامر للوجوب فلا تنزل عن الاستحباب -
ابن حجر ہیثمی رح نے فتاواے حدیثیہ میں لکھا ہے کہ قیام نہ کرنا ان دنوں میں سبب
عداوت اور فتنہ کا ہے اس لئے اب وہ واجب ہے کما قال بعض المتمنانی
القیام قال ان ترکہ الآن صار علما علی القطیعۃ ووقوع الفتنۃ فیجب دفعا لذلک
سواے اس قیام کے جنازہ کو دیکھکر قیام کرنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے

کما ورد عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم اذا رایتم الجنازۃ
فقوموا لہا الحدیث رواہ الجماعۃ الا ابن ماجہ ترجمہ روایت ہے ابی سعیدؓ
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم جنازہ کو تو اٹھ
کھڑے رہو روایت کی اسکو بخاری مسلم امام احمد بن حنبل نسائی ابوداؤد اور
ترمذی رحمہ نے انتہی وعن ابن عمر عن عامر ابن ربیعۃ عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال اذا رایتم الجنازۃ فقوموا لہا حتی تخلفکم او یوضع رواہ الجماعۃ
ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھو تم کسی جنازہ کو تو کھڑے
ہو جاؤ اسکے لئے یہانتک تمہارے پیچھے ہو جاوے وہ یا رکھا جائے۔
روایت کی اسکو بخاری مسلم امام احمد ابوداؤد نسائی ترمذی ابن ماجہ نے انتہے۔
وعن سہل بن حنیف وقیس ابن سعد انہما کانا قاعدین بالقادسیۃ فمروا علیہما
بجنازۃ فقاما فقیل لہما انہا من اہل الارض ای من اہل الذمۃ فقالا ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرت بجنازۃ فقام فقیل لہ انہا جنازۃ
یہودی فقال الیست نفسا متفق علیہ ترجمہ روایت ہے کہ سہل بن حنیف
اور قیس بن سعد قادسیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ چند لوگ جنازہ لیکر ادہر
سے گزرے پس وہ دونوں اُسکو دیکھ کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے کہا کہ
یہ جنازہ ذمی کا ہے انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے روبرو سے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہو گئے کسی نے عرض کیا کہ یہ
جنازہ یہودی کا ہے فرمایا کیا نہیں ہے وہ نفس روایت کی اُسکو بخاری
اور مسلم اور امام احمد بن حنبل رحمہ نے انتہی۔ ذکر کیا ان تینوں حدیثوں کو

ابن تیمیہ رح نے منتقی الاخبار میں و عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا مرت بکم جنازۃ فقوموا لہا فانما تقومون لمن معہا من الملئکۃ
طب کذا فی کنز العمال ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گزرے
تم پر سے کوئی جنازہ تو کھڑے ہوجاؤ اسلئے کہ کھڑے ہوتے ہو تم ان فرشتوں
کے لئے جو اس کے ساتھ ہیں روایت کی اسکو طبرانی نے انتہی و عن ابی موسیٰ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرت علیکم جنازۃ مسلم او یہودی
او نصرانی فقوموا لہا فانا لیس لہا نقوم انما نقوم لمن معہا من الملئکۃ حم طب
کذا فی کنز العمال فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی گزرے تمہارے
روبرو سے جنازہ مسلمان کا یا یہودی و نصرانی کا تو کھڑے ہوجاؤ اس کے لیئے
کیونکہ ہم اسکے واسطے نہیں کھڑے ہوتے بلکہ اُن فرشتوں کے لئے کھڑے
ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ ہیں روایت کیا اسکو امام احمد نے اور طبرانی
نے ابن قیم رح نے زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا قیام اور ترک قیام دونوں ثابت ہیں اسلئے بعضوں نے کہا ہے کہ قیام منسوخ
ہے اور بعضوں نے کہا کہ قیام سے یہاں استحباب قیام اور اُسکے ترک سے
جواز ترک مقصود تھا اور یہی قول بہتر ہے ادعاے نسخ سے حیث قال وصح
انہ صلی اللہ علیہ وسلم قام للجنازۃ لما مرت بہ وامر بالقیام لہا وصح عنہ انہ قعد
فاختلف فی ذلک فقیل القیام منسوخ والقعود آخر الامرین وقیل بل الامران
جائزان وفعلہ بیان للاستحباب وترکہ بیان للجواز وہذا اولی من ادعاء النسخ انتہی
الحاصل ان احادیث سے جنازہ کے واسطے بھی قیام ثابت ہوگیا خواہ

جنازہ کا اکرام اسمیں ملحوظ ہو یا فرشتوں کا اور لام والی کا جھگڑا ابھی یہاں طے
ہو گیا جو ابن الحاج نے قوموا الی سیدکم میں کیا تھا اسلئے کہ ان احادیث میں
صراحۃ قوموا لہا وارد ہے اسی طرح قیام فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا زیارت قبور کے وقت ثابت ہے چنانچہ میاں شیخ مظہر صاحب نقشبندی
دہلوی مہاجر نے الدر المنظم فی القیام تجاہ قبر المکرم میں لکھا ہے اخرج الحافظ الحجۃ
ابو زید عمر بن شعبۃ عن الحسن قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی
بقیع الغرقد فقام فقال السلام علیکم یا اہل القبور الحدیث وعنہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قام علی اہل البقیع فقال السلام علیکم یا اہل القبور من
المومنین الحدیث ترجمہ روایت ہے حسن رح سے کہ تشریف لیگئے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں اور کھڑے ہوے اہل بقیع پر اور فرمایا السلام علیکم
یا اہل القبور انتہی ملخصا الحمد للہ اس تقریر سے کئی قیام شرعاً ثابت ہوگئے اب
یہ نہیں کہنا ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے
وقت کھڑے رہنے میں تشبہ بالعبادت ہے اور وہ جایز نہیں بلکہ جب جنازہ
وغیرہ کے واسطے عموماً قیام ضرور ہوا تو یہاں بطریق اولی ضرور ہوگا خصوصاً
مواجہ شریف وغیرہ میں کہ نہایت ادب کے ساتھ قیام چاہئے۔ چونکہ یہ موقع
ادب کا ہے اسلئے چند آیات واحادیث وآثار یہاں لکھے جاتے ہیں تا معلوم
ہو کہ دین میں ادب کی کس قدر ضرورت ہے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنا چاہئے
کہ جبتک کسی کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اُس سے ادب نہیں کیا جاتا اسلئے
حق تعالی نے عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تعظیم عموماً لازم فرمائی

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ترجمہ البتہ بھیجا ہمنے آپکو اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاہد کر (اپنی امت کے احوال اور جملہ انبیا کی تبلیغ رسالت
پر قیامت کے روز گواہی دیں) اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے
تا تم لوگ ایمان لاؤ اللہ تعالی اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مدد
کرو اور شریف وعظیم سمجھو اور تعظیم و توقیر کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہی
تفسیر درمنثور میں لکھا ہے قولہ تعالی اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ الایہ اخرج عبد بن حمید
وابن جریر عن قتادة اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا قال شاهدا على امته وشاهدا
على الانبياء انهم قد بلغوا ومبشرا يبشر بالجنة من اطاع الله وَنَذِيْرًا ينذر النار
من عصاه لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قال بوعده وبالحساب وبالبعث بعد الموت
وَتُعَزِّرُوْهُ قال تنصروه وَتُوَقِّرُوْهُ قال امر الله تعالى بتسويده وتفخيمه وتشريفه
وتعظيمه وكان في بعض القراءة ويسبحوا الله بكرة واصيلا واخرج عبد الرزاق
وعبد بن حميد وابن جرير عن قتادة وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ اى لتنصروه واخرج
ابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله وتعزروه
وتوقروه يعني التعظيم يعنے محمدا صلى الله عليه وسلم- اسی طرح امام بغوی نے تفسیر
میں لکھا ہے وتعزروه تعينوه وتنصروه وتوقروه اے تعظموه وتفخموه هذا الكنايات
راجعة الى النبي صلى الله عليه وسلم ظاہرا سیاق آیۃ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
مبعوث کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیم و توقیر آپکی ایک مقصود
اصلی ہے جسکو حق تعالی نے ایمان کے ساتھ لام کے تحت میں بیان فرمایا اور

دوسرے مقام میں فرمایا فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ترجمہ پس جو لوگ ایمان لائے اُن پر یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تعظیم کی اُنکی اور مدد دی اُن کو اور پیروی کی اُس نور کی کہ اتارا گیا ہے اُن کے ساتھ یہی لوگ نجات پانیوالے ہیں انتہیٰ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے نجات بھی ممکن نہیں کیونکہ اہل بلاغت جانتے ہیں کہ ترکیب اُولٰئِکَ هم المفلحون حصر کے لئے ہے یعنی رستگاری اور نجات خاص اُنہیں لوگونکو ہے جنمیں یہ سب صفات موجود ہوں اسی وجہ سے عظمت اور ہیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے دلوں پر کچھ ایسی مستولی تھی کہ باوجود اس خلق عظیم کے جس سے جانی دشمن حلقہ بگوش اور وحشی صفت بیگانے مانوس ہو جاتے تھے اور باوجود اس کمال عشق و محبت کے صحابہ آنکھ بھر کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور کسی میں یہ جرأت نہ تھی کہ کوئی بات یا مسئلہ بے تکلف پوچھ لے۔ اجنبی جہاں دیدہ لوگ صحابہ کی تعظیم و توقیر اور خدمت گزاری کو جب دیکھتے بلا تصنع آپس میں کہتے کہ اس قسم کی تعظیم نہ کسی بادشاہ کی ہوتی دیکھی نہ کسی اور کی چنانچہ مواہب اللدنیہ میں مذکور ہے قال عروۃ ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر و کسری والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ ان یتنخم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرہم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا

یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتہم عندہ وما یحدون النظر الیہ تعظیماله
ترجمہ کہا عروہ نے اے قوم قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے بہت بادشاہوں
کے دربار دیکھے اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی کی بارگاہ میں گیا۔ مگر جس قدر کہ
اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُنکی تعظیم کرتے ہیں کسی بادشاہ کی تعظیم ہوتی
نہیں دیکھی۔ خدا کی قسم جب وہ ناک چھنکتے ہیں آب بینی لوگوں کی ہتھیلیوں
میں گرتا ہے جسکو وہ لوگ اپنے مُنہ اور جسم پر ملتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں
تو اُس پانی پر جو گرتا ہے اصحاب کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے کہ شاید نوبت جدال و قتال
کی پہونچ جائے۔ اور جب وہ کسی کام کا حکم کرتے ہیں تو امتثال کے لئے ہر شخص
پیش قدمی کرتا ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں تو آواز اُن لوگوں کی پست
ہوجاتی ہیں اور بوجہ تعظیم کے کوئی نگاہ جما کے اُن کو دیکھ نہیں سکتا انتہے
اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے قال عمرو بن العاص ما کان احد احب
الی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اجل فی عینی منہ وما کنت اطیق
ان املاء عینی منہ اجلالا له حتی لو قیل لی صفه ما استطعت ان اصفه اخرجه مسلم
فی حدیث طویل ترجمہ عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ کسی سے مجھکو محبت نہتھی اور نہ کسی کی عظمت اور بزرگی حضرتؐ
سے زیادہ میری آنکھوں میں تھی اجلال کی وجہ سے آنکھ بھر کے حضرتؐ کو
دیکھ نہیں سکتا اگر حلیہ مبارک کوئی مجھسے پوچھے تو میں بیان نہ کرسکونگا روایت
کیا اسکو مسلم نے وفی الشفا لقاضی عیاض وفی حدیث طلحۃ رضی اللہ عنہ ان
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا الاعرابی جاہل سلہ عمن قضی نحبہ وکانوا

یہابونہ ویوقرونہ فسالہ فاعرض عنہ ثم طلع طلحۃ رضی اللہ عنہ فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ہذا من قضی نحبہ قال علی القاری فی شرحہ رواہ الترمذی
وحسنہ عن طلحۃ ترجمہ روایت ہے طلحہ رضؓ سے کہ صحابہ نے ایک جاہل اعرابی سے
کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ کہ من قضی نحبہ سے کون مراد ہے
اعرابی کے واسطے کی یہ وجہ تھی کہ صحابہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہیبت ووقار کا ایسا غلبہ تھا کہ آپؐ سے بات خود پوچھ نہیں سکتے تھے اُس نے
پوچھا لیکن حضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا اسی عرصہ میں طلحہ رضؓ حاضر ہوئے حضرتؐ نے
فرمایا یہ انہیں لوگوں سے ہیں یعنے جنھوں نے اپنی موت کو پوری کر چکا انتہٰی
واقع میں مقربان بارگاہ نبوی ہی کے دل اس عظمت کو جانتے تھے جس سے
نگاہیں پست ہوئی جاتی تھیں اور لبوں تک بات نہیں آسکتی تھی بیچارے
جنگلیوں کو اس سے کیا علاقہ وہاں تو سادگی کچھ اس بلا کی ہے کہ جو بات دل
میں آگئی زبان پر آہی گئی ادب اور بے ادبی کو کون پوچھتا ہے قال البراء
بن عازب رضؓ کما روی ابو یعلی لقد کنت ارید ان اسال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن الامر فاوخر سنتین من ہیبتہ کذا فی الشفا ترجمہ براءؓ کہتے ہیں کہ
کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پوچھنا چاہتا تو ہیبت مجھ پر
کچھ اسقدر غالب ہوتی کہ دو سال تک نہ پوچھ سکتا انتہٰی اس سے یہ بھی معلوم
ہوا کہ سوائے تعظیم اختیاری کے جس کا امر حق تعالیٰ نے کیا ہے من جانب اللہ
بھی عظمت وہیبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں پر صحابہ کے مستولی
تھی۔ اور کیوں نہو یہ عظمت وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جماد ونبات

پہچانتے اور سجدے کرنے لگے۔ اسی طرح جانور بھی سجدہ کیا کرتے تھے کما فی المواہب اللدنیہ
والزرقانی عن انسؓ قال کان اہل بیت من الانصار لہم جمل یسنون علیہ وانہ استصعب
علیہم فمنعہم ظہرہ وان الانصار جاؤا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا انہ
کان لنا جمل نسنی علیہ وانہ استصعب علینا ومنعنا ظہرہ وقد عطش النخل والزرع
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ قوموا فقاموا فدخل الحائط والجمل
فی ناحیۃ فمشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحوہ فقالت الانصار یا رسول اللہ
قد صار مثل الکلب وانا نخاف علیک صولتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لیس علی منہ باس فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اقبل نحوہ حتی خر ساجدا بین یدیہ فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بناصیتہ
اذل ما کان قط الحدیث رواہ احمد والنسائی باسناد جید ترجمہ روایت ہے
انسؓ سے کہ کسی انصاری کے یہاں ایک اونٹ تھا جس سے زراعت
کو پانی دیا کرتے تھے ایک بار وہ سرکش ہو گیا اور ایسا بگڑا کہ کوئی شخص
اسکے پاس نہیں جا سکتا تھا وہ انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور واقعات بیان کرکے عرض کیا کہ زراعت اور نخلستان
سوکھ جا رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ اس باغ میں تشریف
لیگئے جہاں وہ اونٹ تھا اُسکی طرف بڑھے۔ انصاری نے عرض کیا
یا رسول اللہ یہ اونٹ مثل دیوانہ کتے کے ہو گیا ہے ہمیں خوف ہے کہ کہیں
آپ پر حملہ نہ کرے فرمایا مجھے اس سے کچھ اندیشہ نہیں۔ جب اونٹ نے
حضرتؐ کو دیکھا خود آگے بڑھکر سجدہ میں گرا حضرت صلعم اسکی پیشانی کے بال

پکڑ لئے اور وہ ایسا مسخر و مطیع ہو گیا کہ شاید ہی کبھی ہوا ہو انتہیٰ۔ و ایضاً فی المواہب

عن جابرؓ ان جملا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان قریبا منہ خر الجمل ساجداً الحدیث و فی آخرہ فقالوا یا رسول اللہ نحن احق ان نسجد لک من البہائم فقال لا ینبغی لبشر ان یسجد لبشر رواہ الدارمی و البزار و البیہقی و اللفظ لہ۔

ترجمہ روایت ہے جابرؓ سے کہ ایک اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر حضرت کو سجدہ کیا۔ جب دیکھا صحابہ نے کہ جانور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کرتے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو ان سے زیادہ تر مستحق ہیں کہ یہ خدمت و تعظیم بجا لائیں اور آپ کو سجدہ کیا کریں فرمایا کسی بشر کو سزاوار نہیں کہ بشر کو سجدہ کرے انتہیٰ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیوانات کے دل میں بھی اسقدر تھی کہ آپکو سجدہ کیا کرتے تھے۔ اور فرشتوں نے جو آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اسمیں بھی تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملحوظ تھی کہ نور مبارک آپ کا اِن کی پیشانی میں تھا چنانچہ ابن حجر ہیثمی رح نے در منضود میں لکھا ہے امرہم بالسجود لادم انما ہو لاجل ما کان بجبہتہ من نور نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالہ الرازی۔ اور مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے وقد کان حظ آدم من رحمتہ سجود الملئکۃ لہ تعظیما لہ اذ کان فی صلبہ و نوح خروجہ من السفینۃ سالماً و ابراہیم کانت النار علیہ برداً و سلاماً اذ کان فی صلبہ کما افادہ عباسؓ فی قصیدتہ ترجمہ آدم علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے یہ حصہ ہو چکا کہ فرشتوں نے اُنکو سجدہ کیا اس لئے کہ حضرت انکی صلب میں تھے اور نوح علیہ السلام جو کشتی سے صحیح و سالم اُترے

اور ابراہیم علیہ السلام پر آگ جو سرد ہو گئی حضرت ہی کی رحمت کا اثر تھا اسلئے کہ حضرت ان حضرات کے صلب میں تھے یہ بات عباس رض کے اِس قصیدہ سے معلوم ہوتی ہے جسکو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا اور حضرت سن کر خوش ہوے۔ یہ قصیدہ اس کتاب کے شروع میں لکھا گیا ہے۔ اور بروایت انس بن مالک اور نبیط بن شریط یہ بات بھی بہ احادیث مرفوعہ ثابت ہو گئی کہ ہمنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ میں نجائے گا جس سے تمام اہل حشر پر عظمت آنحضرت صلی اللہ وسلم کی بخوبی ظاہر ہو جائے گی اور آدم علیہ السلام کے بیان سے اور ثابت ہو چکا ہے کہ فرشتوں کے پاس حضرت کی وہ عظمت ہے کہ ہمیشہ ذکر آپ کا کیا کرتے ہیں۔ اِس قسم کی کئی حدیثیں مذکور ہوئیں اور بہت سی انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ لکھی جائینگی **خلاصہ** اِن سب کا یہ ہوا کہ عالم سے لیکر اجسام اور جمادات سے لیکر ملکوت اور زمین سے لیکر آسمان اور ازل سے لیکر ابد تک ہر چیز عظمت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہی دے رہی ہے اب رہے جن وانس۔ یہ بیچارے معرض امتحان میں کچھ ایسے پڑے ہیں کہ نہ انکو اس قسم کے امور کا مشاہدہ ہے کہ جسکی بدولت واقعی حالات پر مطلع ہوں نہ ایسی عقل ہے کہ جس سے حقائق اشیا اور مدارج وجود کو معلوم کر سکیں۔ اگر غافل ہیں تو یہی دو ہیں سوا ے انکے ہر چیز یاد الٰہی میں مصروف ہے کما قال تعالےٰ وَاِن مِّن شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِیحَهُمْ یعنی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد میں مصروف ہے تم نہیں اُسکو سمجھتے ہو جب خود اپنے پروردگار سے غفلت کرنے اور مالک حقیقی کے حقوق کو ضائع کرنے میں انہوں نے

کوتاہی نہ کی تو دوسرے ابواب کس شمار میں۔ باایں ہمہ انکو جس ذریعہ سے توحید
پہونچائی گئی۔ اسی ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی معلوم
کرائی گئی۔ چنانچہ ابتدا ز ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے فرزند
شیث علیہ السلام کو اسکی خبر دی پھر یہ خبر وراثۃً بنی آدم میں شائع ہوتی رہی
اور اگر کبھی بے دینی نے اسکو چھپا دیا تو انبیا علیہم السلام اُسکی تجدید کرتے
رہے جسکا حال انشاء اللہ تعالی آیندہ معلوم ہوگا یہانتک کہ خود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف فرما ہوے۔ حضرتؐ نے بھی ارشاد
حق تعالی کا لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وغیرہ عموماً پہونچادیا
اب اگر اسپر بھی کوئی شخص نہ مانے مختار ہے کسی کا جبر نہیں کہ خواہ مخواہ مان ہی لے
مگر عاقل کو چاہیے کہ پہلے اس اختیار کے انجام کو سوچ لے۔ حق تعالی فرماتا ہے
فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا ترجمہ
پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ ہم نے رکھی ہے ظالموں کے واسطے
آگ موجود انتہی۔ تمام قرآن کو نہ ماننا اور ایک آیت کو نہ ماننا سزا میں دونوں
برابر ہیں۔ حق تعالی فرماتا ہے أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ
بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ
ترجمہ کیا ایمان لاتے ہو تم تھوڑی آیتوں پر اور نہیں مانتے تھوڑی آیتیں
پھر کچھ سزا نہیں ہے اُسکی جو کوئی تم میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی
میں اور قیامت کے دن پہونچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں اور

اللہ تعالیٰ بیخبر نہیں ہے تمہارے کام سے انتہیٰ الحاصل اگر عام جن و انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہ مانیں تو انھیں کا نقصان ہوگا اس سے عظمت میں حضرت کے کسی قسم کا دھبہ نہیں آسکتا۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ باوجود اتنے معجزات اور کھلی کھلی دلیلوں کے کیا سبب تھا کہ کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت میں کلام رہا کیا۔ بات یہ ہے کہ ہر نفس کی جبلت میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ہمجنس پر اپنی تعلی اور بڑائی ہو۔ چنانچہ لڑکوں تک یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اگر ان کی ہم جنس کسی لڑکے سے انہیں اچھا کہے تو خوش اور برا کہئے تو ناخوش ہوتے ہیں بلکہ رونے لگتے ہیں۔ چونکہ مرتبہ رسالت کا کفار کے ذہنوں میں نہایت جلیل القدر تھا اور تصدیق رسالت میں انبیا کی ہر طرح اُن پر فضیلت ثابت ہوتی تھی جس سے وہ اپنی کسرشان سمجھے تھے اسلئے نفوس پر اُن کے یہ امر نہایت شاق ہوا اور کہنے لگے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنے تم تو ہم جیسے بشر ہی ہو کچھ فرشتہ نہیں جو فضیلت تمہاری مانی جائے حالانکہ ابتداءً دعوت انبیا کی صرف توحید کی طرف تھی جس کے کفار بھی مقر تھے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ترجمہ اگر پوچھیں آپ کہ کون پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو البتہ کہیں گے اللہ۔ وقال اللہ تعالیٰ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ترجمہ اگر پوچھیں آپ انسے کہ کون پیدا کیا انکو البتہ کہیں گے اللہ۔ وقال تعالیٰ قُلْ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۤءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ ترجمہ کہئے کہ آؤ طرف ایک بات کے جو برابر ہے تم میں اور ہم میں کہ نہ عبادت

کریں ہم سوائے اللہ تعالیٰ کے انتہی - خلاصہ یہ کہ جو بات اُنکے مسلمات سے تھی
اُسکو ماننا بھی اُن کے نفوس پر شاق تھا کیونکہ اس سے رسالت کی تصدیق
سمجھی جاتی تھی - پھر اگر کوئی طالب حق عاقبت اندیش انبیا کی طرف مائل ہوتا تو
اسکو بھی عار دلاتے کہ یہ تو مثل تمہارے کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں بازاروں
میں چلتے پھرتے ہیں کچھ فرشتے نہیں جو انکی تم پر فضیلت ہو اپنے ہمجنس کی طاعت
کرنا بڑی ذلت کی بات ہے کما قال تعالیٰ حکایۃً قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ترجمہ اور کہنے لگے یہ کیا رسول ہے
کہ کھانا کھاتا ہے اور پھرتا ہے بازاروں میں انتہی ایضاً فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ترجمہ تب بولے سردار جو منکر تھے اس قوم
کے یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم - چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ تعالیٰ
چاہتا تو اُتارتا فرشتے انتہی ایضاً وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ
اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ ترجمہ اور بولے سردار اُسکی
قوم کے جو منکر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو جنکو آرام دیا تھا ہم نے
دنیا کی زندگی میں اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم - کھانا کھاتا ہے
جس قسم سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو - اور اگر اطاعت کی
تم نے اپنے برابر کے آدمی کی تو تم بیشک خراب ہوئے انتہی الحاصل

خود بینی اور خود سری نے انہیں اندھا بنا دیا تھا۔ کسی نے یہ نہ سمجھا کہ اگر خدا تعالے کسی خاص بشر کو اپنے فضل سے سب پر فضیلت دیدے تو کونسا نقصان لازم آجائیگا چنانچہ خود انبیا نے اس قسم کا جواب بھی دیا کما قال تعالیٰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ترجمہ کہا اُن کو اُنکے پیغمبروں نے کہ ہم بھی بشر ہیں جیسے تم لیکن اللہ تعالےٰ فضل کرتا ہے جس پر چاہتا ہے مگر یہ جواب کب مفید ہو سکتا تھا وہاں تو مہار اختیار کی نفس امارہ کے ہاتھ تھی۔ پھر اُسکو کون ضرورت تھی جو خواہ مخواہ اپنی خاص صفت تعلّی کو چھوڑ کر ذلت اختیار کرے۔ یہ تو انہیں کا کام تھا جنہوں نے پہلے پہل نفس پر ایک ایسا حملہ کیا کہ زمام اختیار کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ پھر اُسکی اصلاح کے درپے ہوے۔ اور ماشاء اللہ خوب ہی اصلاح کی۔ یا تو وہ تھا کہ نبی کے مقابلہ میں اُسکو ذلت ناگوار ہوتی تھی یا یہ حالت ہوئی کہ اپنے جنس والے ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے مقابلہ میں ہمسری کا دعویٰ نہیں چنانچہ حق تعالیٰ اُنکی صفت میں فرماتا ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ جب عموماً مؤمنین کے ساتھ یہ حالت ہو تو خیال کرنا چاہیے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُنکا کس قسم کا معاملہ ہوگا۔ ایک بات تو ابھی معلوم ہوئی کہ سب صحابہ حضرت کو سجدہ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ اگر کسی کو عقل سلیم اور فہم مستقیم حاصل ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ کس قدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے پیش نظر ہوگی جس نے اس کمال تذلل کو جو سجدہ کرنے میں ہے آسان کر دیا تھا اب سمجھنا چاہیے کہ اسقدر عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کے

دلوں میں کیونکر متمکن ہوئی حالانکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بموجب ارشاد حق تعالیٰ فرما دیا قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے جب دیکھا کہ کفار کو آیہ شریفہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ کے مضمون کی طرف بالکل توجہ نہیں اور صرف دعویٰ ہمسری میں خراب ہوئے جاتے ہیں اسلئے برخلاف انکے اس آیت کے مضمون کو اپنا پیش رو بنایا اور اسمیں اسقدر استغراق حاصل کیا کہ گویا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو سنا ہی نہیں یہی وجہ تھی کہ انھوں نے سجدہ پر آمادگی ظاہر کی اور حضرت کو ہر بشریت کا مضمون یاد دلانے کی گویا ضرورت ہوئی ۔ چنانچہ فرمایا کہ بشر کو بشر کا سجدہ کرنا مناسب نہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا ۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

شاہ دیں را منگر اے نادان لطیں	کیں نظر کردہ است ابلیس لعیں
نیست ترکیب محمد لحم و پوست	گرچہ در ترکیب ہر تن جنس اوست
گوشت دارد پوست دارد استخواں	ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کاندر اں ترکیب باشد معجزات	کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات

اس قسم کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی صحابہ کے دلوں میں تھی ایک مدت تک مسلمانوں کے دل میں رہی جس کا حال انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ لکھا جائے گا ۔ مگر افسوس ہے کہ چندروز سے پھر وہی مساوات کا خیال آخری زمانہ کے بعض مسلمانوں کے سروں میں سمایا ۔ اور گویا یہ فکر شروع ہوئی کہ وہ سب باتیں تازہ ہو جائیں کبھی اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں خوض ہوتا ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ ہم لوگوں کو حضرتؐ نے بھائی کہا ہے

اسلئے حضرت بڑے بھائی ہین۔ اب اس خیال نے یہانتک پہونچادیا کہ وہ آیات واحادیث منتخب کیجاتی ہین جس سے اونکے زعم مین منقصت شان ہو۔ اور وہ احادیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ تواضع کچھہ فرمایا ہے اپنی دانست مین اونکو کسر شان کے باب مین قرار دیکر شایع کیجاتی ہین۔ ہمنے مانا کہ نقلاً اور عقلاً ہر طرحسے اس مسئلہ مین زور لگایا جائے گا لیکن یہ دیکھنا چاہئیے کہ انتہا اسکی کہان ہوگی ہم یقین سمجھتے ہین کہ آخر یہ حضرات بھی مسلمان ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو اس سے تو ہرگز کم نہ بیان کرینگے کہ جسقدر کفار سمجھے تھے یعنی بَشَرٌ مِثْلُنَا مگر معلوم نہین اس سعی کا کیا نتیجہ ہوگا اتنی بات تو کافرون سے پوچھنے مین حاصل ہوجاتی ہے اسمین نہ قرآن کی ضرورت ہے نہ حدیث کی۔ اب اسکے ساتھہ یہ بھی دیکھہ لیا جائے کہ ہم لوگ جو آیات واحادیث سے استدلال کرکے بیان عظمت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبالغہ کرتے ہین انتہا اسکی کہان ہوگی۔
یہ بات ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کہ حضرت مخلوق اور بشر ہین اور حق تعالیٰ خالق ہے۔ اب انتہا اس مبالغہ کی یہی ہوگی کہ حضرتؐ کا مرتبہ قریب مرتبہ مسجودیت کے سمجھا جائیگا وہ بھی اسوجہ سے کہ ایک عالم آپ کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ اور صحابہ رضی بھی سجدہ کرنیکے لئے مستعد ہوگئے تھے۔ غرض اس مبالغہ کی حد وہ ہوگی جو صحابہ رضی کی حسن عقیدت تھی۔ اب ہم سے یہ نہین ہوسکتا کہ جس راہ کو صحابہؓ مدت العمر طے کیا کئے۔ اور جس مقام پر عمر بھر سر لگائے رہے جہان سے انہین فتح یاب ہوا اوس مقام کو چھوڑ دین اور اس راہ مین رجعۃ القہقری کرکے وہ راستہ چلین جو کفار کی حد اعتقاد کو یعنی اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا کو پہونچادے تہانے

کفار ٹرہ نہین سکتی **شعر** ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ہ کین رہ کہ تو میروی بترکستان است
کسی بزرگ نے ہم لوگون کے اعتقاد کی شرح ایک چھوٹے سے جملہ مین نہایت ہی مبسوط
کی ہے کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ یقین ہے کہ اس تقریر سے اہل
انصاف پر دونون راستے اور انکی انتہا اور حسن و قبح ہر ایک کی منکشف ہوگئی
ہوگی۔ طالب راہ حق کو چاہیے کہ جب کسی کو اپنا راہبر بنائے تو پہلے اس
امر کی بخوبی تحقیق کرے کہ کونسی راہ لیجائیگا۔ اگر بیچارے جاہل کوتاہی نظر سے
دریافت نہ کرسکین تو معذور ہین مگر اہل امتیاز انداز کلام اور طرز بیان سے معلوم
کرسکتے ہین کہ وہ شخص کس راہ کی آمادگی کر رہا ہے۔ مثلاً کسی نے وہ حدیث
پڑہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متاخرین کو اپنا بھائی فرمایا ہے
یہان ایک تو وہ شخص ہوگا کہ مارے شرم کے سر نہ اٹھا سکے گا کیونکہ اگر کوئی
اچھی طرح آنکھین ملکے اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم ہو کہ کسقدر آلودۂ عصیان ہے
اسی کتاب مین بخاری شریف کی روایت سے ثابت ہوچکا ہے کہ صحابہ جب کبھی
اپنے احوال پر نظر ڈالتے نفاق کا خوف آجاتا معلوم نہین کہ باوجود ان سچی
بشارتون کے کس چیز نے انہین اس خوف مین ڈال رکھا تھا جب اون حضرات کا یہ حال
ہو تو پھر کس کا منہ ہے جو کچھ دعوے کرسکے غرض کہ بھائی سمجھنا تو کہان ایسے
خیالات کبھی تو نسبت غلامی سے بھی خجالت پیدا کئے دیتے ہین چنانچہ کسی بزرگ نے
کہا ہے ع نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم۔ منشا اسکا اگر دیکھئے تو صرف یہی ہے
کہ نقشہ اپنے سارے اعمال کا آنکھونکے سامنے کھنچگیا ہے جس سے ندامت کے
پورے پورے آثار دل مین نمایان ہین اور قریب ہے کہ دروازہ توبہ کا کھلجائے

اور کبھی اشفاق و مراحم شفیع المذنبین کا لقصور ادائی شکریہ مین مصروف کردیتا ہے کہ ہر چند ہم مین قابلیت نہین۔ مگر شان رحمۃ للعالمینی ہے کہ اس درجہ قدر افزائی کی ایسے آقائے مہربان پر قربان ہونا چاہیئے کہ ہم جیسے غلامونکو بھی یاد کیا اور اس سرفرازی کے ساتھ جو دوسرونکو نصیب نہین الحاصل اوس حدیث شریف کے ذکر کے وقت اُس شخص کی کچھ کیفیت ہی اور ہے اور وہ نورانیت کے آثار مرتب ہین جو عموماً اعمال پر غالباً مرتب ہوسکین۔ اس قسم کے قدر افزائیون کا لطف وہی لوگ جانتے ہین جنکو بارگاہ نبوی کے ساتھ خاص قسم کی نسبت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ ادا کرنیکے لئے اجازت چاہی حضرتؐ نے اجازت دیکر فرمایا اے بھائی اپنی دعامین ہمین نہ بھولیو وہ کہتے ہین کہ یہ ارشاد مجھ مین اسقدر اثر کیا کہ اگر تمام روئے زمین میری ملک ہوجائے تو ان الفاظ کے مقابلہ مین میرے پاس وہ کچھ چیز نہین کما فی کنز العمال عن عمر رضی اللہ عنہ قال استاذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی العمرۃ فاذن لی وقال لاتنسنا اخی من دعائک او قال اشرکنا یا اخی فی دعائک کلمۃ ما احب ان لی بہا ما طلعت علیہ الشمس ط وابن سعد حم دت حسن صحیح ہ ع والشاشی ص ق ظاہر یہ ارشاد حضرتؐ کا کوئی ایسی بڑی بات نہین صرف دعا کرنے کو فرمایا تھا مگر اُس کی وقعت کا اندازہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہی دل کرسکتا تھا کہ تمام روئے زمین کی سلطنت ایک طرف تھی اور اُس مختصر سی کلمہ کی شان دلربائی ایک طرف غرض کہ اُس حدیث مذکورہ بالا کو سُنکر ایک شخص کے دل کی وہ حالت ہوگی جو

خارج از بیان ہے اور ایک شخص وہ ہوگا کہ اسی حدیث شریف سے یہ بات نکالیگا کہ اخوۃ امر اضافی ہے تقدم و تاخر زمانہ کے اعتبار سے اگر فرق ہے تو بڑے چھوٹے کا ہے یعنی حضرت بڑے بھائی ہوئے اور ہم چھوٹے بھائی نعوذ باللہ من ذالک ایسے شخص کو اس حدیث شریف سے اسی قدر حصہ ملا کہ سر مین ہمسری سمائی اور یہ خیال بڑھتا چلا یہانتک کہ رفتہ رفتہ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ تک پہنچا دیا اب یہ شخص اس دہن مین ہوگا کہ جہان خود پہونچا ہے اور ونکو بھی وہین پہونچا دے ۔ شاید اسکے خیال مین یہ کبھی نہ آیا ہوگا کہ ہم کہان اور شان رحمۃ للعالمین وسید المرسلین کہان ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ۔ اکثر اکابر و سلاطین خادمون اور غلامون کو بھائی کہدیا کرتے ہین بلکہ خود احادیث مین وارد ہے کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہین ۔

اگر بادشاہ کے کہنے سے یا اس حدیث سے خدام اور غلام اپنے آقا کو بھائی کہنے لگین تو ظاہر ہے کہ نہایت بے ادب اور احمق سمجھے جائین گے حضرت عمر رضی اللہ تے باوجود اس قرابت کے جو اظہر من الشمس ہے اپنے کو حضرتؐ کی غلامی کے ساتھ منسوب کیا ہے چنانچہ مستدرک مین حاکم نے روایت کیا ہے عن سعید بن المسیب قال لما ولی عمر بن الخطابؓ خطب الناس علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس انی قد علمت انکم تونسون منی شدۃً وغلظۃ وذلک انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ وکان کما قال اللہ تعالیٰ بالمومنین رحیما فکنت بین یدیہ کالسیف المسلول الا ان یغمدنی او ینہانی عن امر فاکف والا اقدمت علی الناس لمکان لینہ ہذا حدیث صحیح الاسناد ترجمہ روایت ہے

سعید بن مسیبؓ سے کہ جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑہا کہ آپ لوگ جو مجہہ مین شدت اور سختی دیکھتے ہو اوسکا سبب یہ ہے کہ مین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور خادم تھا چونکہ حضرت رحیم تھے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا اور لوگ حضرتؐ کی نرمی کی وجہ سے جرأت کرتے تھے اس سبب سے مین حضرتؐ کے روبرو مثل شمشیر برہنہ کے رہتا اگر میان کرتے اور منع فرما دیتے تو باز رہتا تھا ورنہ بیش قدمی کرتا کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہے انتہی۔ اگر کسی قرابت کا اطلاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درست ہوتا تو البتہ والد اور پدر بزرگوار کہنے کے لئے ایک وجہ تھی کیونکہ ازواج مطہرات کو حق تعالیٰ نے امہات المومنین فرمایا ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ اس صورت مین حضرتؐ سب کے والد ٹہیرے جسکی وجہ سے یہ شرافت ازواج مطہرات کو حاصل ہوئی۔ باوجود اس کے حق تعالیٰ نے اِس قرابت کی بھی نفی فرما دی کما قال اللہ تعالےٰ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ترجمہ نہین ہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم باپ کسی کے تمہارے مردون مین لیکن رسول ہین اللہ تعالیٰ کے اور ختم کرنیوالے ہین تمام نبیون کے انتہی۔ دیکہئے باوجود قرینہ قطعیہ کے حضرتؐ کا والد ہونا ناگوار ہے تو اخوۃ کی تساوی کیونکر گوارا ہوگی۔ ارباب بصیرت سمجھتے ہونگے کہ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا مین حضرتؐ کے علوشان کی طرف کیسا لطیف اشارہ ہے اسوجہ سے کہ لٰکِنْ جو استدراک کے لئے آتا ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوۃ

کی نفی مین کسی قسم کا توہم پیدا ہوتا تھا جو اس سے دور کیا گیا اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مرد کے باپ نتھے یہان توہم کا کوئی محل نہین۔ رہا کسی متبنی کے باپ ہونا تو اس مین بھی کوئی توہم نہین ہو سکتا کیونکہ متبنی لینے والے کو بھی عرف مین باپ کہا کرتے تھے پھر جب صراحۃً اسکی نفی ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ یہ اطلاق شریعت مین درست نہین اسمین توہم کو کیا دخل جو وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ سے دفع کیا جا رہا ہے اور ان صفات کی تصریح سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ توہم حضرت کے منصب رسالت سے متعلق ہے تا ابوۃ و رسالت مین مناسبت ہو ورنہ اسکی یہ مثال ہوگی مَا كَانَ زَيْدٌ اَبَا عَمْرٍو وَّلٰكِنَّهٗ كَاتِبٌ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر شخص کے نزدیک اپنے باپ کی وہ وقعت ہوا کرتی ہے کہ عالی سے عالی اوسی کا مرتبہ سمجھا کرتا ہے اس سبب سے یا اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ وغیرہ اسباب سے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجائے والد سمجھتے ہون گے جب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت کسی کے باپ نہین تو اب ایک قسم کا توہم پیدا ہوا کہ پھر کیا سمجھنا چاہیے ارشاد ہوا لکن اللہ کے رسولؐ اور خاتم انبیا ہین پھر یہان یہ شبہ پیدا ہوا کہ مخلوقات مین باپ سے زیادہ اور کیا رتبہ ہوگا۔ تو گویا اسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے کہ باپ کا کس قدر رتبہ ہے اور رسول اللہ کا کسقدر مطلب یہ ہوا کہ ان دونون مرتبون مین کوئی نسبت نہین۔ پہلے خیال کو چھوڑ دو اور حضرتؐ کو انہین مراتب کے ساتھ متصف سمجھو اور فرق مراتب کو اللہ تعالیٰ پر سونپ دو۔ وہی ہر چیز کو جانتا ہے تمہاری عقلین ان امور مین نہین پہونچ سکتین۔ ہذا ما ظہر لی واللہ اعلم

برادہ - ابن قیم رح نے مسئلہ مساوات مین جو تقریر لکھی ہے وہ قابل دید ہے
انھون نے زاد المعاد مین لکھا ہے فہذہ خلقہ وہذا اختیارہ ربک یخلق ما یشاء
ویختار وما ابین بطلان رائے یقیني بان مکان البیت الحرام مساو لسائر الامکنة
وذات الحجر الاسود مساویة لسائر حجارة الارض وذات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مساویة لذات غیرہ وانما التفضیل فی ذلک باسور خارجة عن الذات
والصفات القائمة بہا وہذہ الاقاویل وامثالہا من الجنایات التی جناہا المتکلمون
علی الشریعة ونسبوہا الیہا وہی بریئة ولیس معہم اکثر من اشتراک الذوات
فی امر عام وذلک لا یوجب تساویہا فی الحقیقة لان المختلفات قد تشترک
فی امر عام مع اختلافہا فی صفاتہا النفسیة وما سوی اللہ بین ذات المسک
وذات البول ابدا ولا بین ذات الماء وذات النار ابدا والتفاوت البین
الذی بین الامکنة الشریفة واضدادہا والذوات الفاضلة واضدادہا اعظم
من ہذا التفاوت بکثیر فبین ذات موسیٰ وفرعون اعظم ما بین المسک والرجیع
وکذلک بین نفس الکعبة وبین بیت الشیطان اعظم من ہذا التفاوت ایضاً
بکثیر فکیف یجعل البقعتان سواء فی الحقیقة والتفضیل باعتبار ما یقع ہناک من
العبادات والاذکار والدعوات انتہی ترجمہ بعضون کی رائے ہے کہ مکان
بیت الحرام مساوی تمام مکانات کے ہے اور حجر اسود تمام پتھرون کے مساوی
ہے اور ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورون کے مساوی ہے اور
تفضیل باعتبار ان امور کے ہے جو ذات سے خارج ہین اگرچہ متکلمین نے
اسکو شریعت کی طرف منسوب کردیا ہے لیکن شریعت اُس سے بالکل بری ہے

اون کے نزدیک کوئی دلیل نہین سوائے اسکے کہ ایک امر عام مین سب فی ایتین شریک ہین۔ مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ حقیقتین سب کی مساوی ہوجائین کیونکہ بہت سی مختلف چیزین ایک امر عام مین شریک ہین باوجود اس کے خاص خاص صفتین ہر ایک کی مختلف اور باہم ممتاز ہین جس سے اون مین پورا امتیاز ہوگیا ہے۔ حق تعالیٰ اسنے ذات مشک اور ذات بول کو کبھی برابر نہین کیا۔ اور نہ پانی کی ذات اور آگ کی ذات کو۔ اور جو تفاوت شریف اور متبرک مقامات اور اون کے اضداد مین ہے۔ اور افضل ذاتون اور اون کے اضداد مین ہے اس سے بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون مین یا نفس کعبہ اور شیطان کے گھر مین جو تفاوت ہے بدرجہا اوس سے زیادہ جو مشک اور نجاست مین ہے۔ پھر جو کہا جاتا ہے کہ نفس کعبہ اور دوسری جگہ حقیقت مین برابر ہین اور بزرگی کعبہ کی صرف اسی وجہ سے ہے کہ وہان عبادات اور اذکار اور دعائین ہوتی ہین سو یہ کیونکر ہو سکے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ یعنی پیدا کرتا ہے رب آپ کا جو چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے انتہی خلاصہ اسکا یہ ہوا کہ ہر چند بعض صفات دو چیزون مین برابر پائی جاوین اور محسوس ہون اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دونون ایکسان ہوجائین بلکہ جس ذات کو کسی قسم کی خصوصیات عطا ہوئین اور حق تعالیٰ اوسکو برگزیدہ کرچکا ہے وہ دوسرے کے برابر کبھی نہو سکے گی بلکہ دونون کی حقیقتون مین کچھ ایسا فرق ہوگا کہ گویا اونمین کچھ مناسبت ہی نہین۔ اب ان بیوقوفونکو جنہون نے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہکر انبیا علیہم السلام کے ساتھ ہمسری کا

خیال جمایا تھا اگر اندھے ہے نہ کہیں تو کیا کہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے نہ اپنے آپکو دیکھا نہ انبیا علیہم السلام کو۔ مولانا ے روم فرماتے ہیں ؎

یا تو پنداری کہ روے انبیاؑ	آنچناں کہ ہست می بینیم ما
گفت یزداں کہ ترٰھُمْ یَنْظُرُوْنَ	نقش حما مند هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ

مولانا رح نے مضمون اس آیہ شریفہ کا لکھا ہے وَتَرٰهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غازی رح شیخ ابوالحسن خرقانی رح کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ بایزید بسطامی رح کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں کہا شیخ نے وہ وہ شخص ہیں کہ جس نے اُنہیں دیکھا ہدایت پائی اور سعادت کو پہونچا۔ سلطان نے کہا یہ کیا بات ہے ابو جہل نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ شیخ نے کہا کہ اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا بلکہ محمدؐ بن عبداللہ یتیم ابی طالب کو دیکھا تھا اگر حضرت کو دیکھتا بیشک شقاوت سے نکل جاتا دلیل اسکی قرآن شریف میں موجود ہے وَتَرٰهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ پس معلوم ہوا کہ یوں دیکھ لینا مفید نہیں۔ جبر آثار مرتب ہوتے ہیں وہ دیکھنا ہی کچھ اور ہے شعر برائے دیدن روئے تو چشم دیگرم باشد ٭ کہ ایں چشمے کہ من دارم جمالت را نمی شاید غرض کہ جنہوں نے حضرت کو دیکھا ہے اور خیال ہمسری جمایا ویسوں کے حسب حال یہ شعر ہے۔ درخلا سنگی خمیں آلودہ پیش جا جیسے ٭ گفت دانی کیستم ہمسنگ کعبہ بودہ ام۔ ابن قیم رح نے جو اعتبار حقایق کا کیا ہے یہی مذہب اہل تحقیق کا بھی ہے چنانچہ مولانا ے جامی رح فرماتے ہیں شعر

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی		ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد	

تقریر دور جا پڑی۔ کلام اسمیں تھا کہ عام جن و انس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو نہیں مانتے ادنی تامل سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس سے نفس عظمت میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ کیونکہ جملہ عالم میں یہ عظمت جب مسلم ہوچکی تو چند عوام کالانعام کس شمار میں۔ البتہ اس موقع میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال معلوم کرنا ضرور ہے کیونکہ افضل ترین امت ہونے پر انکے خود حضرت نے گواہی دی ہے اگرچہ اس باب میں احادیث بہت وارد ہیں مگر یہاں ایک حدیث ذکر کیجاتی ہے جسکو دیلمی رح نے فردوس میں ذکر کیا ہے عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا انقی من قلوب اصحابی ولذلک اختارہم فجعلہم صحابا فما استحسنوا فہو عند اللہ حسن وما استقبحوا فہو عند اللہ قبیح ترجمہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے کوئی قلب میرے صحابہ کے قلوب سے پاکیزہ تر نہیں دیکھا اسلئے انکو میری صحابیت کے لئے پسند فرمایا جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک اچھا ہے اور جو برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک برا ہے۔ انکا حال کسی قدر ابھی معلوم ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ معلوم ہوگا کہ کیسی عظمت حضرت کی انکے دلوں میں تھی۔ اور کس درجہ آداب کی رعایت رکھتے تھے۔ باوجود اسکے اگر کسی سے بمقتضائے بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہوجاتی جسمیں شائبہ بے ادبی کا ہوتا ساتھ ہی کلام الہی میں تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہوتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہوجاتے۔ چنانچہ کسی صحابی نے بلند آواز سے حضرت کے روبرو کچھ

بات کہی۔ غیرت الٰہی نے جوش کیا اور یہ عتاب نازل ہوا یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ترجمہ اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اور مت آواز بلند کرو اُن پر بات کرنے میں۔ جیسے بلند آواز کرتے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارتھ نہ جائیں عمل تمہارے اور تمکو خبر نہو انتہی۔ جب یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی کہ اب حضرتؐ سے ایسی آہستہ بات کرونگا جیسے کوئی راز کی بات کہتا ہے اور حضرت عمرؓ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات اسقدر آہستہ کیا کرتے تھے کہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے وروی کما اخرجہ من طریق طارق بن شہاب ان ابابکر رضی اللہ عنہ لما نزلت ہذہ الایۃ قال لا اکلمک بعدہا الا کاخی السرار و ان عمرؓ کان اذا حدثہ حدثہ کاخی السرار ما کان یسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی یستفہمہ کذا فی الشفاء و شرحہ لعلی القاری اور تفسیر در منثور میں ہے و اخرج احمد و عبد بن حمید و البخاری و مسلم و ابو یعلے فی معجم الصحابۃ و ابن المنذر و الطبرانی و ابن مردویہ و البیہقی فی الدلائل عن انس قال لما نزلت یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الی قولہ و انتم لا تشعرون وکان ثابت بن قیس بن شماس رفیع الصوت فقال انا الذی کنت ارفع صوتی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبط عملی انا من اہل النار و جلس فی بیتہ حزینا فتفقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق بعض القوم الیہ فقالوا فقدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک قال انا الذی ارفع صوتی فوق

صوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظہر لہ بالقول حبط عملی وانا من اہل النار فاتوا النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فاخبروہ بذلک فقال بل ہو من اہل الجنۃ فلما کان یوم یمامۃ
قتل ترجمہ روایت کی بخاری اور مسلم وغیرہ نے کہ جب نازل ہوئی یہ آیہ کریمہ
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا ثابت بن قیس بن شماسؓ نے کہا کہ میری ہی
آواز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند ہوتی تھی - کیونکہ وہ بلند آواز
تھے - اب میرے اعمال حبط ہو گئے اور میں دوزخی ہو گیا اس غم میں گھر سے کئی روز
باہر نہیں نکلے - یہانتک کہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا
کہ وہ کہاں ہیں - تب چند صحابہ اُن کے گھر گئے اور یاد فرمائی کا حال بیان
کر کے پوچھا کہ تم حاضر کیوں نہیں ہوتے کہا میری ہی آواز حضرت کی آواز سے
بلند ہوا کرتی ہے جس سے میرے اعمال حبط ہیں اور ٹھکانا دوزخ ہے - صحابہ
نے یہ واقعہ حضرتؐ سے کہا ارشاد ہوا یہ بات نہیں وہ جنتی ہیں چنانچہ جنگ یمامہ
میں وہ شہید ہوئے انتہیٰ - اور ایک روایت یہ ہے واخرج ابن جریر والطبرانی
والحاکم وصححہ وابن مردویہ عن محمد بن ثابت بن قیس بن شماس قال لما نزلت ہذہ
الآیۃ یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول
قعد ثابت فی الطریق یبکی فمر عاصم بن عدی بن عجلان فقال ما یبکیک یا ثابت
قال ہذہ الآیۃ اتخوف ان تکون فی نزلت وانا صیت رفیع الصوت فمضی عاصم
بن عدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ خبرہ قال اذہب فادعہ لی
فجاءہ فقال ما یبکیک یا ثابت قال انا صیت اتخوف ان تکون ہذہ الآیۃ نزلت
فی فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تعیش حمیدا وتدخل الجنۃ قال رضیت

ولا ارفع صوتی ابداً علی صوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما نزل اللہ ان الذین
یغضون اصواتہم عند رسول اللہ الآیۃ ترجمہ روایت کی ابن جریر اور حاکم وغیرہ نے
محمد بن قیس بن شماس سے کہ جب نازل ہوئی آیۃ شریفہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ تو ثابتؓ بن قیس پر نہایت صدمہ ہوا یہانتک کہ راستہ
میں بیٹھ گئے اور زار زار رونے لگے کہ ہائے سب اعمال اکارتھ گئے: اس
حالت میں کہیں عاصم ابن عدی کا ادہر سے گزر ہوا پوچھا کیوں روتے ہو
اے ثابتؓ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی باب میں نازل ہوئی ہو کیونکہ
میری ہی آواز بلند ہے عاصمؓ نے آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر
اُنکا واقعہ بیان کیا حضرتؐ نے فرمایا اُنکو میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ
حاضر ہوے حضرتؐ نے براہ شفقت پوچھا کہ کس چیز نے تمکو رُلایا۔ کہا یا رسول اللہ
میری آواز بہت بلند ہے ڈرتا ہوں میں کہ شاید یہ آیت میرے ہی باب میں
نازل ہوئی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم راضی نہیں اس
بات پر کہ عیش و زندگی تمہاری پسندیدہ ہو اور قتل کیے جاؤ تم اچھی حالت میں
اور جنت میں داخل ہو جاؤ کہا راضی ہوں میں یا رسول اللہ اور پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نکرونگا۔ انتہیٰ۔ غور کرنیکی جا ہے
کہ صرف اتنی بے ادبی کہ بات کہنے میں آواز بلند ہو جائے اُسکی یہ سزا
ٹھیرائی گئی کہ صحابہؓ کے تمام اعمال اور عمر بھر کی جانفشانیاں حبط اور اکارتھ
ہو جائیں۔ جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری عمر کے اعمال نہیں ہو سکتے
چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کوہ احد کے برابر سونا خیرات کرے۔

توصحابی کے ایک مُد بلکہ آدھی مد کے برابر نہیں ہوسکتا جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس سزا کو دیکھیے تو یہ وہ سزا ہے جو کافروں کے واسطے مقرر ہے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ منشا اسکا کیا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ حلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات کرنا تو کیا کافروں نے دندان مبارک کو شہید کردیا اور اقسام کی اذیتیں پہنچائیں مگر کچھ نہ کہا بلکہ اور دعائیں دیں کما فی الشفا وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما کسرت رباعیہ وشج وجہہ یوم احد شق ذلک علی اصحابہ شدیدا وقالوا لو دعوت علیھم فقال انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون انتہے قال القاری رح فی شرحہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان مرسلا وآخرون موصولاً۔ اور تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ لبا ادخال دست بوسی سے منع فرمادیا اس ارشاد کے ساتھ کہ یہ طریقہ عجمیوں کا ہے کہ اپنے سلاطین کی دست بوسی کیا کرتے ہیں اور میں ایک شخص تمہیں میں کا ہوں کما فی الشفا عن ابی ہریرۃ دخلت السوق مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاشتری سراویل وقال للوزان زن وارجح وذکر القصۃ قال فوثب الی ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبلھا فجذب یدہ وقال ہذا تفعلہ الاعاجم بملوکھا ولست بملک انما انا رجل منکم۔ اور اگر کوئی تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتا تو منع فرما دیتے کما فی الشفا عن ابی امامۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوکیا علی عصا فقمنا لہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضھم بعضاً حالانکہ خود احادیث

سے عموماً اجازت اس قیام کی ابھی ثابت ہوئی اور احادیث سے دست بوسی
بلکہ پابوسی بھی ثابت ہے انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع میں اُسکا بھی ذکر آجائے گا
الحاصل اس قسم کی صد ہا حدیثیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حضرتؐ کی سی تواضع
اور اخلاق دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور کیونکر ہو سکے حضرتؐ کے وہ اخلاق تھے
جنکی تعریف میں حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ یعنے یقیناً
آپ بہت بڑے خلق پر ہو - اور خوش خلقی کا جزو اعظم یہی صفت ہے کیونکہ
یہ بات تو تجربہ سے بھی ظاہر ہے کہ جسمیں تواضع نہیں ہوتی وہ شخص خوش خلق
نہیں ہوتا اور جس شخص کے اخلاق درست ہوتے ہیں اس میں تواضع ضرور
ہوتی ہے غرض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ
سے وہ آداب جو حضرتؐ کے ساتھ متعلق ہیں مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی
کوئی صورت نہتھی سوائے اسکے کہ خود حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بیان فرمادے
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس آیہ شریفہ میں ایک ادنیٰ سی بات کو ذکر فرمایا کہ اگر
کوئی شخص حضرتؐ کے روبرو پکار کے بات کرے اُسکی تمام کی کرائی محنتیں
اور سارے اعمال اکارت اور برباد ہوجائیں گے - اب عاقل کو چاہئے کہ
اسپر قیاس کرلے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہو تو اور
گستاخیوں کا کیا حال ہوگا - یہاں اور ایک بات سمجھ رکھنا چاہئے کہ اتنی سی
گستاخی کی جو اسقدر سخت سزا ٹھیرائی گئی اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
کوئی درخواست نہتھی بلکہ منشا اُسکا صرف غیرت الٰہی تھا کہ اپنے حبیب کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی کسرِ شان کسی قسم سے ہونے پائے اسی وجہ سے صحابہ ہمیشہ

خائف و ترسان رہتے تھے کہ کہیں ایسی حرکت کوئی صادر نہو جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے۔ پھر جب حضرت اس عالم سے تشریف لیگئے تو کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت کی محبوبیت یا غیرت کبریائی میں کوئی فرق آگیا ہو نعوذ باللہ من ذلک کوئی مسلمان اسکا قائل نہوگا کیونکہ صفات الٰہیہ میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں۔ پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ آیہ موصوفہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظاہر اور باطن میں ایسا مودب رہے جیسے صحابہ تھے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ صرف حضرت کے روبرو ادب کی ضرورت تھی اب نہیں اسلئے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ حامی ہے **الحاصل** بلند آواز سے حضرت کے روبرو بات کرنیوالونکی وہ سزا ٹھیری جو مذکور ہوئی۔ اور جو لوگ کمال ادب کے ساتھ دبی آواز سے بات کیا کرتے تھے انکی یہ سرفرازی ہوئی جو ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ترجمہ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس وہی ہیں وہ جن کے دلونکو آزمایا ہے اللہ تعالیٰ نے واسطے پرہیزگاری کے۔ انہیں کے لئے مغفرت اور بخشش ہے اور ثواب ہے بڑا انتہی۔ سبحان اللہ کس قدر رحمت اور فضل الٰہی مودبوں کے لئے موج زن ہے کہ اگرچہ گناہگار ہوں علاوہ مغفرت گناہ کے بہت بڑے ثواب کا وعدہ دیا جا رہا ہے۔

شعر

سرمایہ ادب بکف آور کہ این متاع
آنرا کہ ہست فیض ابد آیدش بدست

اس آیۂ شریفہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادب ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہو سکتا یہ دولت اُن لوگوں کے حصّہ میں رکھی ہے جن کے دل امتحان آلٰہی میں پورے اُترے اور جنہیں کامل طور پر صلاحیت تقویٰ کی موجود ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ جو لوگ پکارتے ہیں آپکو حجروں کے پیچھے سے یقیناً اکثر اُن کے عقل نہیں رکھتے اور اگر صبر کرتے وہ جب تک کہ نکلتے آپ اُنکی طرف تو اُنکو بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان انتہیٰ اس آیۂ شریفہ میں جن لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برآمد ہونے کا انتظار نہ کرکے پکارنا شروع کیا اُنکی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ وہ بے عقل ہیں اب یہ دیکھنا چاہیے کہ آیا اُنکے دماغوں میں کچھ فتور تھا جس کی وجہ سے اُنکو مجنوں کہا جائے یا اور کوئی بات ہے یہ تو کسی کتاب میں نہ ملے گا کہ وہ چند دیوانہ تھے جو اتفاق کرکے آئے اور گڑبڑ کرکے چلے گئے بلکہ کتب احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے کہ بہت بڑے ہوشیار اور ساری قوم کے مدبر لوگ منتخب ہو کر اس غرض سے آئے تھے کہ شعر و سخن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر اور خطیب پر سبقت لیجائیں اور ذہن و ذکاوت کی داد دیں باوجود اسکے بیوقوف بنائے جارہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ منشا اُسکا کچھ اور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب تک کسی کی عقل سلیم میں کجی نہیں ہوتی بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا اگر کچھ بھی عقل ہو تو آدمی سمجھ سکتا ہے کہ برگزیدگان حق کے ساتھ برابری

کیونکر ہو سکے گی اسلئے کہ یہ تو صرف حق تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ الحاصل بیوقوفی
کا اطلاق اس جماعت پر اسی وجہ سے ہوا کہ بارگاہ رسالت میں بے ادبی سے پیش آئے
اگر کہا جائے کہ جائز ہے کہ کفر کی وجہ سے یہ اطلاق ہوا ہو جس سے عقل معاد
کی نفی ہو گئی۔ تو ہم کہیں گے کہ اس آیۂ شریفہ میں کفر کا کہیں ذکر نہیں بلکہ یہ حکم
ان لوگوں پر ہوا جو متصف اِس بے ادبی کے ساتھ تھے اور علم بلاغت و اصول
میں مصرح ہے کہ ایسے موقعوں میں وصف مسند الیہ کو تاثیر اور دخل ہوا کرتا ہے
چنانچہ ابن تیمیہ نے بھی صارم مسلول میں لکھا ہے قلنا لاریب انہ لا بد لکل
صفۃ تاثیر فی الحکم و الا فالوصف العدیم التاثیر لا یجوز تعلیق الحکم بہ کمن قال
من زنی فاکل جلد پس ثابت ہوا کہ اس حکم میں کفر کو دخل نہ تھا بلکہ مدار اُس کا
اسی بے ادبی پر ہے جو مذکور ہوئی الحاصل حماقت اور بیوقوفی بے ادبی کی
نص قطعی سے ثابت ہے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کا یہ حال تھا
کہ اگر حضرتؐ کو پکارنا منظور ہوتا تو ناخنوں سے دروازہ کو ٹھو کتے اور یہ
لوگ کہیں سے آئے ہوئے تھے ابو عثمان مغربیؒ کہتے ہیں کہ بزرگوں اور اولیاء
اللہ کی خدمت میں براہ ادب پیش آنا آدمی کو مدارج علیا تک پہنچاتا ہے
چنانچہ ایک جماعت علماء کا یہ حال تھا کہ اگر کسی بزرگ کی خدمت میں جاتے
تو بیٹھے رہتے جبتک کہ وہ خود نکلتے ابو عبیدہ قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میں
نے کسی عالم کا دروازہ نہیں ٹھوکا بلکہ جب جاتا بیٹھہ رہتا جب تک وہ
خود نکلتے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ
انتہی ملخصا من التفسیر۔ سبحان اللہ علمائے حقانی کی رائے کیا ہی صائب ہوتی ہے

بزرگوں کے ادب کرنیکو بھی اس آیۂ شریفہ سے استنباط کیا ہر چند حدیث شریف
من لم یوقر کبیرنا وغیرہ سے بھی اس موقع میں استدلال ہو سکتا تھا مگر جب استناد
خود آیۂ شریفہ پر ہو سکا تو نور علی نور ہو گیا بہر حال معلوم ہوا کہ اس آیۂ شریفہ سے
عموماً بزرگانِ دین کی تعظیم اور اُن کا ادب مستفاد ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بات
شاید ہر ایک کے سمجھ میں نہ آئیگی اس فہم کے لئے وہ لوگ خاص ہیں جنکی طبیعتیں
ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ وَهُوَ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِيْنُ
اور بعض لوگ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحسب عرف وعادت صرف
نام کے ساتھ پکارتے اُن کو ادب سکھایا گیا کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ
بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ترجمہ مت ٹھیراؤ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)
کا بلانا درمیان اپنے اُسکے برابر جو بلاتا ہے تم میں ایک کو ایک انتہی تفسیر درمنثور
میں روایت ہے۔ اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن
ابن عباس رضؓ فی قولہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا قال کانوا
یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہاہم اللہ عن ذلک اعظاماً لنبیہ فقالوا یا نبی اللہ
یا رسول اللہ واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء
الرسول الخ یعنی کدعاء احدکم اخاہ باسمہ ولکن وقروہ وعظموہ وقولوا لہ یا رسول اللہ
یا نبی اللہ واخرج ابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم
عن مجاہد فی الآیۃ قال امرہم ان یدعوہ یا رسول اللہ فی لین وتواضع ولا یقولوا یا محمد
فی تجہم واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم عن قتادۃ
فی الآیۃ قال امر اللہ ان یہاب نبیہ وان یجبل وان یعظم وان یفخم ویشرف ترجمہ

بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف نام اور کنیت کے ساتھ پکارتے تھے جیسے کوئی اپنے بھائی کو پکارتا ہے پس منع فرمایا حق تعالیٰ نے اس سے مقصود یہ کہ کل عجز و نیاز کے ساتھ یارسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کے پکارا کریں جس سے عظمت و شرف اور تعظیم و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر ہوا کرے انتہیٰ ملخصاً۔ الحاصل حق تعالیٰ کو اتنی بات بھی ناگوار ہے کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص نام لیکر پکارے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ خود حق تعالیٰ نے بھی تمام قرآن شریف میں حضرت کو نام کے ساتھ کہیں خطاب نہ فرمایا بلکہ جب خطاب کیا یا ایہا النبی وغیرہ صفات کمالیہ ہی ذکر کئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم کرانا حق تعالیٰ کو منظور ہے۔ ورنہ وہی حضرت آدم اور دوسرے انبیائے اولوالعزم علیہم السلام ہیں کہ جنکو باوجود اس جلالت شان کے نام ہی کے ساتھ بار بار خطاب ہوا کیا جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے شعر

یا آدم است باپدر انبیا خطاب		یا ایہا النبی خطاب محمدی است

یہاں سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قرآن شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی کا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود ندا سے یہی ہوتا ہے کہ منادا اپنی ذات سے نداکرنے والے کی طرف متوجہ ہو تو چاہئے کہ ندا ان الفاظ کے ساتھ ہو جو منادی کی ذات پر دلالت کریں۔ اس مقصود کے پورا کرنے میں علم یعنے نام درجہ اول میں سمجھا جائیگا کیونکہ اصلی غرض اُس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے۔ پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جایز ہے

اسکی یہی وجہ ہوگی کہ اُس سے ذات پر دلالت ہو جاتی ہے جو اس مقام میں مقصود
بالذات ہے۔ ورنہ معنی وصفی جو زاید علی الذات اور مقتضی نکارت ہیں اُس کو
ندا کے ساتھ جو مقتضی تعیین ہے کوئی مناسبت نہیں۔ بہرحال منادی کا علم
ذکر نہ کرکے اوصاف جو ذکر کیے جاتے ہیں وہاں دو مقصود پیش نظر
ہوتے ہیں ایک توجہ منادی کی دوسری توصیف اگرچیکہ باعتبار ندا کے
توصیف ایک امر زاید ہے لیکن اسوجہ سے کہ قصداً اوصاف ذکر کیے جاتے
ہیں توصیف بھی وہاں ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہو جاتی ہے۔ اب
اس تقریر کو مانحن فیہ پر منطبق کیجیے کہ حق تعالیٰ نے جو اوصاف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ندا کے ساتھ ذکر کیے ہیں اگرچیکہ وہاں ندا مقصود بالذات ہے
مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود
اصلی اور مستقل براسہ ہے ورنہ مثل اور انبیا علیہم السلام کے نام مبارک کے
ساتھ ندا فرماتا پھر جب تمامی قرآن شریف میں یہ التزام کیا گیا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے
کہ حق تعالیٰ کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے شعر

کتا نعتش نمیگوید نمیخواند خدا اورا	بادھا فش رسیدن کے تو اند انبیا اورا

دوسرے مقام پر حق تعالیٰ فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا
وَقُوْلُوا انْظُرْنَا ترجمہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت کہو راعنا اور کہو انظرنا
انتھی۔ درمنثور میں اس آیت کی تفسیر میں یہ روایتیں نقل کی ہیں اخرج ابن المنذر
وابن ابی حاتم عن ابی صخر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ادبر ناداہ
من کانت لہ حاجۃ من المومنین فقالوا ارعنا سمعک فاعظم اللہ رسولہ ان یقال

ذلک واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالیٰ لاتقولوا راعنا قال کانوا یقولون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ارعنا سمعک وانما راعنا کقولک خاطبنا واخرج ابن جریر وابن المنذر عن السدی قال کان رجلان من الیہود مالک بن الصیف ورفاعۃ بن زید اذ لقیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالا لہ وہما یکلمانہ راعنا سمعک واسمع غیر مسمع فظن المسلمون ہذا شئی کان اہل الکتاب یعظمون انبیاءہم فقالوا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ذلک فانزل اللہ یاایہا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا الآیہ واخرج ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباسؓ فی قولہ لاتقولوا راعنا ذلک انہ سب بلغۃ الیہود فقال تعالیٰ قولوا انظرنا یرید اسمعنا فقال المومنون بعدہا من سمعتموہ یقولہا فاضربوا عنقہ فانتہت الیہود بعد ذلک ترجمہ ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ بعض یہود جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرتے تو اثنائے کلام میں لفظ راعنا کہا کرتے تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے بات کی مراعات کیجئے اور سماعت فرمائیے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ شاید یہ کوئی عمدہ بات ہے اور اہل کتاب اسکو انبیا کی تعظیم میں کہا کرتے ہیں اس لئے اُسکا استعمال شروع کیا۔ مگر اس وجہ سے کہ یہ کلمہ لغت یہود میں دشنام کے محل میں بھی مستعمل تھا حق تعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا۔ پھر تو مسلمانوں نے یہ حکم دیدیا کہ جس سے یہ کلمہ سنو اُسکی گردن ماردو۔ اس کے بعد پھر کسی یہودی نے یہ کلمہ نہ کہا انتہیٰ ملخصاً۔ حاصل یہ کہ ہر چند صحابہ اس لفظ کو نیک نیتی سے تعظیم کے محل میں استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر چونکہ دوسری زبان میں گالی تھی حق تعالیٰ نے اس کے استعمال سے منع فرمادیا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس لفظ

میں کنایۃً بھی توہین مراد نتھی بلکہ صرف دوسری زبان کے لحاظ سے استعمال اُسکا
ناجایز ٹھیرا تو وہ الفاظ ناشایستہ جسمیں صراحۃً کسرشان ہو کیونکر جایز ہوں گے اگر
کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس لفظ کو استعمال نہ کریں تو
ہم کہیں گے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اسمیں شک نہیں کہ نہی صراحۃً خاص مومنین
کو ہوئی جن کے نزدیک یہ لفظ محل تعظیم میں مستعمل تھا اسمیں نہ یہود کا ذکر ہے
نہ اُن کے لعنت کا۔ اگر صرف یہی مقصود ہوتا تو مثل اور اُنکی شرارتوں کے
اسکا ذکر بھی یہیں ہو جاتا۔ صرف مومنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس قسم کے الفاظ نیک نیتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں پھر سزا اُسکی
یہ ٹھیرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ کافر ہو یا مسلمان اُسکی گردن ماریجاوے
بالفرض اگر کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اسوجہ سے کہ وہ حکم عام تھا بیشک مارا جاتا
اور کوئی یہ نہ پوچھتا کہ تم نے اُس سے کیا مراد لی تھی۔ اب غور کرنا چاہیے کہ جو
الفاظ خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحۃً ہو یا کنایۃً کس درجہ قبیح ہوگا اگر صحابہ کے روبرو
جن کے نزدیک راعنا کہنے والا مستوجب قتل تھا کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا
تو کیا اُسکے قتل میں کچھ تامل ہوتا یا یہ تاویلات باردہ مفید ہو سکتیں؟ ہرگز نہیں
مگر اب کیا ہو سکتا ہے سوا اسکے کہ اُس زمانہ کو یاد کرکے اپنی بے بسی پر
رو یا کریں۔ اب وہ پُرانے خیالات والے پختہ کار کہاں جنکی حمیت نے
اسلام کے جھنڈے مشرق و مغرب میں نصب کردئے تھے۔ ان خیالات کے
جھلملاتے ہوئے چراغ کو آخری زمانہ کی ہوا دیکھ نہ سکی۔ غرض میدان خالی پاکر

جسکا جی چاہتا ہے کمال جرأت کے ساتھ کہدیتا ہے۔ پھر اس دیری کو دیکھیے
کہ جو گستاخیاں اور بے ادبیاں جو قابل سزا تھیں۔ اُنہیں پر ایمان کی بنا قائم
کی جارہی ہے جب ایمان یہ ہو تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و تامل
درکار ہے۔ اور اس آیت شریفہ میں بھی حق تعالیٰ نے ایک قسم کی تادیب
کی ہے قولہ تعالیٰ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا
أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا إِنْ تُبْدُوا
شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ترجمہ نہیں لایق ہے
تم کو کہ ایذا دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو تم اُن کے
ازواج مطہرات کو کبھی بعد اُن کے یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے
نزدیک اگر ظاہر کرو تم کچھ یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے انتہی درمنثور میں
لکھا ہے اخرج البیہقی فی السنن عن ابن عباسؓ قال قال رجل من اصحاب النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لو قد مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجت عائشۃ او ام سلمۃ
فانزل اللہ تعالیٰ ما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ الآیہ ترجمہ روایت ہے ابن عباسؓ
سے کہ صحابہ میں سے کسی شخص نے کہا تھا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال
فرماوینگے تو عائشہ یا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کریگا اُس کے ساتھ ہی
یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ آخر تک انتہی
اسمیں شک نہیں کہ کسی کی وفات کے بعد اُسکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا
عموماً جایز ہے۔ اور جنہوں نے سادگی سے یہ بات کہی تھی صحابی تھے جنکا نام بھی
بعض روایات میں مذکور ہے اب اُنکی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ کسی قسم کا

خیال فاسد کیا ہو باوجود اسکے جو یہ عتاب ہو رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خیال بھی خالی از بے ادبی نتھا - کیونکہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وغیرت کا کچھ خیال نہ کیا اور یہ نہ سمجھا کہ جو بات حضرتؐ کی زندگی میں ہے بعد وفات شریف کے بھی ابدالاباد وہی بات ہے - اب اس عتاب کو دیکھئے کہ اسمیں کس قدر تشدد کیا گیا ہے کہ اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک امر خطرناک قرار دیا گیا ہے - اسلئے کہ اس موقع میں جو ارشاد ہے (کہ جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے) ظاہر ہے کہ مقصود اس سے تخویف ہے ورنہ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا کہنے کی ظاہرا کوئی ضرورت نہ تھی الحاصل حرام ہونا ازواج مطہرات کا تمامی امت پر بعد وفات شریف کے دلیل واضح اسپر ہے کہ حرمت و تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات شریف کے بھی بحال خود ہے اگر کہا جائے کہ نکاح ازواج مطہرات کا بعد وفات شریف کے اس لئے درست نتھا کہ حضرتؐ زندہ موجود ہیں - تو ہم کہیں گے کہ یہ امر واقعی ہے ہمیں بھی اسمیں کچھ کلام نہیں لیکن اگر صرف یہی وجہ ہوتی تو شہداکی بیویوں کا نکاح بھی درست نہوتا جن کی حیات بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ پس معلوم ہوا کہ نکاح مذکور کی ممانعت اسوجہ سے تھی کہ حرمت وعزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات کے بھی دلوں میں متمکن رہے اور کوئی مسلمان اس قسم کا خیال بھی نکرے جسمیں کسی قسم کی بے ادبی لازم آجائے اور اس آیہ شریفہ میں بھی ادب کی تعلیم کی گئی ہے - قال اللہ تعالےٰ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى
طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ
فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي
مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ترجمہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت جاؤ
گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مگر جو حکم ہو کھانے کے واسطے نہ انتظار کرنیوالے
اسکے پکنے کا لیکن جب بلائے جاؤ تم تب جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ
اور مت بیٹھے رہو باتوں میں جی لگائے ہوئے البتہ یہ کام ایذا دیتا ہے نبی
صلی اللہ وسلم کو اور شرم کرتے ہیں وہ تم سے اور اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتا ہے
حق بات سے انتہی حاصل یہ کہ ایکبار بعض صحابہ کھانا کھانیکے بعد دولتخانہ
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑی دیر ٹھیرے رہے چنانچہ اس قسم
کی عادت بھی ہے۔ انکی وجہ سے نہ حضرت اپنے مشاغل میں مصروف ہو سکے
نہ مروت سے کچھ فرما سکے غرض یہ کہ یہ امر کسی قدر باعث گرانی خاطر ہوا ساتھ ہی
حق تعالیٰ نے یہ حکم قطعی نازل فرما دیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جس چیز سے
گرانی خاطر مبارک یا کسی قسم کا ملال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہو حقتعالیٰ
کو کمال ناپسند اور نہایت ناگوار ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید بعض لوگ یہ
سمجھتے ہونگے کہ قرآن شریف صرف توحید اور احکام معلوم کرانیکے لئے ہے۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے یہی غرض ہے۔ اور قرآن سے
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے اتباع کی مثال ایسی سمجھی جاتی ہے جیسے کوئی
شخص راستہ جاننے والا چلا جا رہا ہو تو اُس کے پیچھے پیچھے چلنا منزل مقصود

تک پہونچ جانے کیلئے کافی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ پیچھے چلنے والے کو ضرور نہیں کہ اسکا ادب بھی کیا کرے۔ مگر یقین ہے کہ جب ان آیات میں غور و تامل کیا جائیگا تو ضرور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ قرآن شریف علاوہ ان احکام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آداب بھی معلوم کراتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ یہ ادب منجملہ ان احکام کے ہے جن کے بیان کی کفالت قرآن شریف کر رہا ہے۔ اب یہاں قیاس کی ضرورت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنی گرانی خاطر کا لحاظ حق تعالیٰ کو اسقدر ہے کہ جن امور ذاتی میں شرم سے کچھ نہ فرما سکیں خود اپنے کلام قدیم میں مقصود حضرت کا مع شے زائد بیان کرکے ان امور سے زجر فرما دیتا ہے تو وہ سراسر کسر شان کی باتیں جن سے طبع غیور کو رنج پہونچے اور باعث ملال و غضب ہوں کس قدر غیرت و غضب الٰہی کو جوش میں لاتی ہونگی۔ اس حدیث کو دیکھئے کہ بعض لوگ جو عطا و کرم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف ظاہر کرتے نہ تھے جس سے کسی قسم کا ملال حضرت کو ہوتا تھا اسکا اثر یہ ہوا کہ وہ عطیہ انکے حق میں آتش دوزخ بنا دیا گیا چنانچہ حاکم رحمہ نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

عن عمرؓ قال دخل رجلان علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألانی شئی فدعا لهما بدینارین فاذا هما یثنیان خیرا فقال صلی اللہ علیہ وسلم لکن فلان مایقول ذلک ولقد اعطیته مابین عشرة الی مائة فما یقول ذلک فان احدکم لیخرج بصدقته من عندی متابطها وانما هی له نار فقلت یا رسول کیف تعطیه وقد علمت انه له نار قال فما اصنع یابون الا ان یسألونی ویابی اللہ لی البخل ترجمہ روایت ہے

عمرؓ سے کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کچھ مانگے حضرتؐ نے
اُنکو دو دو دینار منگوا دیے جب اُنہوں نے حضرتؐ کی ثنا و صفت کی۔ حضرتؐ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو دو ہی دینار پر ثنا کرتے ہیں میں نے فلاں
شخص کو دس سے سو تک دیے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔
جو شخص مجھ سے صدقہ لیکر بغل میں دبائے ہوئے باہر جاتا ہے وہ اس کے
حق میں آگ ہے عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ ایسے
لوگوں کو کیوں دیتے ہو حالانکہ آپ جانتے ہو کہ وہ اُن کے حق میں آگ ہے
فرمایا کیا کروں لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور حق تعالیٰ نہیں چاہتا
کہ مجھ میں بخل پایا جائے انتہی ملخصاً حاکم نے مستدرک میں یہ حدیث اور اسکے
کئی شواہد نقل کئے ہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب ادنیٰ گرانی خاطر
اور ملال میں یہانتک نوبت پہونچیگی تو ایذا رسانی کا کیا حال ہوگا دیکھ لیجیے
خود حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ
فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ترجمہ جو لوگ ایذا دیتے ہیں
اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے رسول کو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر دنیا اور
آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے اُن کے واسطے عذاب رسوائی کا انتہی
اگرچہ بظاہر حق تعالیٰ نے اپنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کی یہ
سزا مقرر فرمائی ہے مگر درحقیقت کسکی مجال ہے کہ حق تعالیٰ کو ایذا پہنچا سکے قال اللہ
تعالیٰ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ اور امام بخاریؒ
کتاب خلق افعال عباد میں نقل کرتے ہیں عن حذیفۃؓ قال قال النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ان اللہ یصنع کل صانع وصنعتہ وتلا بعضہم عند ذلک واللہ خلقکم وما تعملون فاخبران الصناعات واہلہا مخلوقۃ ترجمہ روایت ہے حذیفہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی پیدا کرتا ہے ہر صانع کو اور اُسکی صنعت کو اور پڑہی بعضوں نے یہ آیت وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ یعنے اللہ تعالی نے پیدا کیا تم کو اور جو کچہ کہ تم کرتے ہو۔ اسمیں خبر دی کہ سب کام اور کام کرنیوالے مخلوق ہیں انتہی اس صورت میں یہ سزا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے کی ہوئی اور حق تعالی نے جو اپنا نام مبارک اس آیہ شریفہ میں ذکر فرمایا مقصود اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے چنانچہ بیضاوی شریف میں ہے ان الذین یوذون اللہ ورسولہ بان یرتکبوا مایکرہانہ من الکفر والمعاصی او یوذون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکسر رباعیتہ وقولہم شاعر مجنون ونحو ذلک وذکر اللہ للتعظیم لہ۔ یا یوں کہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا حق تعالی کو ایذا دینا ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ رواہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے علی کرم اللہ وجہہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے ایذا پہونچائی میرے ایک بال کو تو اُس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھکو ایذا دی تو یقیناً اس نے اللہ تعالی کو ایذا دی انتہے رہی وہ مثال جس کا مطلب یہ تھا کہ مقصود کو پہونچنے کے لئے صرف ہادی کا اتباع کافی ہے نہ محبت وتعظیم - سو یہ مثال یہاں بالکل صادق نہیں آسکتی

اسلیئے کہ اس مثال کی یہ بھی ایک صورت ہوسکتی ہے کہ اگر اس قسم کے ہادی کا اتباع کرنیوالا دل میں اس سے بغض بھی رکھے مگر پیچھے پیچھے چلے جاسے تو بھی منزل مقصود کو پہونچ جائیگا - اور یہاں یہ بات بالکل ممکن نہیں - کیونکہ یہاں بغض تو کیا اگر محبت اور جان نثاری میں کسی قدر کسر رہجائے تو مقصود تک پہونچنا تو ایک امر دور ورماز ہے - سر دست ایمان ہی کے صادق آنے میں دشواری پڑ جائے گی دیکھ لیجئے خود حضرتؐ کیا فرماتے ہیں -

عن عبداللہ بن ہشام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ رواہ احمد ذکرہ فی کنز العمال پس اس سے معلوم ہوا کہ راہ خدا کا چلنے والا مثل اس شخص کے نہیں ہو سکتا جو ضرورۃً ہر کس و ناکس کے ساتھ ہولے اور کسی گانوں کو پہونچ جائے - دوسری خرابی اس مثال میں یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ راستہ معلوم ہو جائے جسکو بیان فرمادیا اب حضرتؐ سے کچھ غرض اور احتیاج باقی نہیں - حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی آدمی انبیا تک قیامت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستغنی نہیں ہو سکتا جیسا کہ حدیث شفاعت سے جو مشہور اور صحاح میں وارد ہے ظاہر ہے کہ اُس سختی اور پریشانی کی حالت میں تمام اولیں و آخرین انبیا سے التجا کرینگے کہ کچھ راستہ نکالیں مگر کسی سے کچھ نہو سکے گا آخر سب محتاج اس بات کے ہوں گے کہ ہمارے حضرتؐ لب شفاعت ہلادیں چنانچہ انہیں سے انکی سب مشکلیں آسان ہونگی - اور حرام ہے کہ جنت کا دروازہ

کسی دوسرے کے واسطے کیلئے جب تک حضرتؐ وہاں تشریف نہ لیجائیں چنانچہ
ارشاد ہوتا ہے عن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت الجنۃ
علی الانبیاء کلھم حتی ادخلھا وحرمت علی الامم کلھم حتی تدخلھا امتی قط فی الافراد
قال الحافظ ابن حجر فی اطرافہ وہو صحیح علی شرطک کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت
ہے عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت حرام ہے انبیاء پر
جبتک میں اُس میں داخل نہوں اور حرام ہے تمام امتوں پر جب تک
میری امت اُسمیں داخل نہو اور حافظ ابن حجرؒ نے اطراف میں لکھا ہے کہ
یہ حدیث صحیح ہے شرط حاکم پر انتہے اب بتایئے کونسا مسلمان اولین و آخرین
سے ہوگا جسکو منزل مقصود تک پہونچنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف احتیاج نہو۔ اس مضمون کی احادیث انشاء اللہ تعالیٰ بحسب موقع آیندہ
لکھی جائنگی۔ اور اس آیۂ شریفہ میں بھی ایک قسم کے ادب ہی کی تعلیم ہے
قال اللہ تعالیٰ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ترجمہ
پس قسم ہے آپ کے رب کی کہ انکو ایمان نہوگا یہاں تک کہ حاکم جانیں آپ کو
اُس چیز میں کہ جھگڑیں آپس میں اور نہ پاویں جی میں تنگی اُس چیز سے کہ حکم
کریں آپ اور مان لیویں فرمانبرداری کے ساتھ انتہی یہ بات تو ہر شخص
جانتا ہوگا کہ مقدمہ ہار دینے والے کے دل پر کس قدر صدمہ گذرتا ہوگا
کہ صرف اُس خیال سے بے دریغ روپیہ صرف کرنا اُس پر کچھ دشوار نہیں ہوتا
اور بعض وقت غیرت وحمیت والوں کو طرف مقابل کے غلبہ اور اپنی مغلوبی

کے وقت جان سے گزر جانا بھی آسان دکھائی دیتا ہے۔ خصوصاً اہل عرب کو
جسکی غیرت وحمیت کے وقائع سے کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ ایسے حمیت والونکو
یہ حکم ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے خلاف مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماویں
جسمیں جیت طرف ثانی کی رہی تو بھی لازم ہے کہ اُس حکم کو اس طور سے
مانے کہ دل کی کیفیت بدلنے اور تنگدلی آنے نپائے۔ اور اس کے ساتھ
تصریح اس امر کی بھی کیگئی کہ جہاں دل کی کیفیت بدلی تو سمجھ جاؤ کہ ہنوز اُس
دل میں ایمان آیا ہی نہیں۔ ہرچند یہ بات سمجھ میں نہ آے گی کہ باوجود اس کے
کہ تنگدلی کا سبب موجود ہو یعنے حکم خلاف مرضی پایا جائے اور دل کی
کیفیت نہ بدلے یہ کیونکر ہو سکے گا اس لئے کہ یہ مسئلہ قابل تسلیم ہے کہ دل
کی کیفیتیں مثل خوشی غمی وغیرہ آدمی کے اختیار سے باہر ہیں۔ لیکن اس کو
یوں سمجھنا چاہئے کہ جب کسی کے ساتھ کمال درجہ کی محبت ہوتی ہے
تو اُسکی کوئی بات بُری نہیں معلوم ہوتی مثل مشہور ہے ضرب الحبیب زبیب
پیر صحابہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کو مدار ایمان سمجھتے تھے
اُنکو حکم عالی سے تنگدلی کیونکر ہو سکتی تھی الحاصل یہ آیہ شریفہ
اہل اسلام کو ایک محک امتحان عطا فرمائی ہے جس سے نقد محبت وایمان
کا امتحان ہو جایا کرے۔ اور ضعیف الایمان لوگوں کو اسمیں یہ ادب
سکھایا گیا کہ اگر یہ درجہ نصیب ہو تو چاہئے کہ بتکلف اپنے باطن کو ادب
کے ساتھ آراستہ کیا کریں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر
ناراضی ظاہر کرنا یا دل میں رکھنا کمال درجہ کی بے ادبی ہے۔ اور اس

آیۂ شریفہ میں بھی ادب سکھایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا
یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ
اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ترجمہ اور کیوں نہ جب تم نے
اسکو سنا تھا کہا ہوتا ہمکو نہیں لایق کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ بڑا
بہتان ہے ۔ اللہ تعالیٰ تمکو سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر ہو تم ایمان والے
انتہیٰ ۔ منافقوں نے حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک ایسی
بات مشہور کی تھی جسکی حکایت بھی مذموم سمجھی جاتی ہے جب ہر طرف اُس کا
چرچا ہونے لگا صحابہ نے بھی اس خبر کو حیرت سے آپسمیں ذکر کیا ہر چند آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں نہایت حلم کو کام فرمایا مگر حق تعالیٰ کو یہ کب
گوارا تھا کہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموس میں کسی قسم کا
دھبہ مسلمانوں کے خیال میں لگے ساتھ ہی غیرت کبریائی جوش میں آئی اور کمال
عتاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہدیا کہ یہ بہتان ہے
پھر فرمایا کہ خدا کا فضل تھا کہ تم بچگئے ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کیے جاتے چنانچہ
ارشاد ہوتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ
وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ترجمہ اگر نہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر دنیا اور
آخرت میں تو البتہ پہونچتا تمکو اس چرچا کرنے میں عذاب بڑا جب لینے لگے تم
اس خبر کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں

اور تم سمجھتے ہو اُسکو ہلکی بات اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑی ہے انتہی
اسمیں شک نہیں کہ جن لوگوں نے یہ خبر اوڑائی تھی منافق تھے جیسا کہ اس
آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ لَہٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ
جسکی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد اس سے عبداللہ بن ابی ابن سلول ہے
جو سرغنہ منافقوں کا تھا۔ مگر صحابہ یہ تو جانتے ہی نہ تھے کہ وہ لوگ منافق ہیں
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنکو دشمنوں کی بھی پردہ دری
منظور نہ تھی) منافقوں کے نام عموماً تبلائے نتھے جس سے سننے والے
جان لیتے کہ منشا اس خبر کا انہیں موذیوں کا خبث باطن ہے پھر ان حضرات
کے نزدیک کونسی دلیل تھی جس سے اس خبر کی قطعاً تکذیب کر دیتے اور اس
عام شہرت کو باطل سمجھتے۔ اگر نفس خبر کو دیکھیے تو شرعاً اور عرفاً ہر طرح سے
محتمل صدق و کذب ہے اور اگر مخبروں کے تعدد اور خبر کی شہرت کا لحاظ کیجیے
تو دوسری جانب کی ترجیح ہو لئی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کلام الہی
جو جزو توبیخ کر رہا ہے کہ اُسکی تکذیب میں تامل کیوں کیا پھر اُس پر
علاوہ یہ سرزنش کہ خدائے تعالیٰ کا فضل تھا جو بچ گئے ورنہ اس معاملہ
میں سخت عذاب نازل ہوتا اسکی کوئی وجہ ظاہر معلوم نہیں ہوتی سوا ے
اسکے کہ پاس ادب میں تساہل کیا گیا مقتضائے ادب اور حسن عقیدت یہی تھا
کہ صاف کہدیتے کہ ازواج مطہرات جنکو ایک خاص نسبت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے اُن کی شان میں ہم ایسا گمان فاسد ہرگز
نہیں کر سکتے اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ ایسا کافی ووافی تھا

کہ اسکے مقابل اگر ہزار شہرت ہو قابل التفات نہیں۔ الحاصل اس معاملہ میں
ایک قسم کی کسرِ شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لازم آتی تھی۔ اس لئے
ان آیات میں مسلمانوں کی تادیب کردیگئی اور اسکے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا
کہ ہمیشہ اس قسم کے امور سے احتراز اور اجتناب کیا کریں چنانچہ ارشاد ہے
یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖٓ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگرچیکہ سوا
اسکے اور بہت آیات ہیں جنمیں تعلیم ادب کی گئی ہے۔ مگر چونکہ طالب حق کو
اسقدر بھی کافی ہوسکتی ہیں اسلیئے اسی پر اکتفا کر کے اب چند وہ حدیثیں
نقل کیجاتی ہیں جن سے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنا ثابت ہے
اگر اہل ادب ان احادیث کو اپنا پیشوا بنالیں تو بیشک بلا خوف و خطر
منزل مقصود تک پہونچ سکتے ہیں دار قطنی رح نے کتاب المجتبیٰ میں روایت
کیا ہے عن ابی جہم قال اقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بیر جمل اما
انہ من غائط او بول فسلمت علیہ فلم یرد علی السلام فضرب الحائط بیدہ فمسح بہا
وجہہ ثم ضرب اخری فمسح وذراعیہ الی المرفقین ثم رد علی السلام وفی حدیث
ابن عمرو قال انہ لم یمنعنی ان ارد علیک السلام الا انی لم اکن علی طہور ترجمہ
روایت ہے ابی جہم سے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاجت بشری
سے فارغ ہوکر بیر جمل کی طرف سے تشریف لارہے تھے میں نے سلام عرض کیا
حضرتؐ نے جواب اُسوقت نہ دیا پھر تیمم کر کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ سلام
کا جواب دینے سے کوئی چیز مانع نہ تھی سوائے اسکے کہ مجھے طہارت
نہ تھی انتہی ملخصاً ظاہر ہے کہ لفظ وعلیکم السلام کوئی آیت قرآنی نہیں جسکے

پڑھنے کیلیئے طہارت کا اہتمام کیا جائے اگرچہ حدث اصغر سے طہارت قرأت آیت کے واسطے بھی شرط نہیں۔ مگر چونکہ سلام حق تعالیٰ کا نام ہے اسوجہ سے بلاطہارت اُسکو زبان پر جاری کرنے سے تامل فرمایا۔ اور گویا اس سے تعلیم بھی مقصود تھی کہ ایسے امور سے گو اجازت ہو احتراز کرنا اولی اور انسب ہے

اور سنن ابو داؤد میں یہ روایت ہے عن ابن عمر قال اتی نفر من یہود فدعوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی القف فاتاہم فی بیت المدراس فقالوا یا ابا القاسم ان رجلاً منا زنا بامراۃ فاحکم بینہم فوضعوا الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسادۃ فجلس علیہا ثم قال ایتونی بالتوراۃ فاتی بہا فنزع الوسادۃ من تحتہ ووضع التوراۃ علیہا وقال آمنت بک وبمن انزلک ثم قال ایتونی باعلمکم فاتی لبفتی شاب ثم ذکر قصۃ الرجم نحو حدیث مالک عن نافع

ترجمہ روایت ہے ابن عمرؓ سے چند شخص قوم یہود سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوے اور درخواست کی کہ قف تک تشریف لیچلیں (جو ایک مقام مدینہ کے قریب ہے) چنانچہ حضرت بیت مدراس میں تشریف لیگئے اور مسند پر تشریف رکھے جو حضرت کے لیے بچھائے گئی تھی پھر اُنھوں نے عرض کی کہ ہم میں سے ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس باب میں آپ حکم فرمائیں کہ کیا سزا دیجائے۔ حضرت نے اُن سے توریت منگوائی جب وہ لائی گئی تو حضرت مسند سے علیحدہ ہو کر اُسپر توریت رکھدی پھر فرمایا کہ میں تجپر اور جس نے تجھکو نازل کیا اُسپر ایمان لایا پھر فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو بلاؤ جو تم میں بڑا عالم ہو چنانچہ ایک جوان آیا اور رجم توریت سے

ثابت کردیا جس کا یہود کو انکار تھا انتہی ملخصاً۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ
باوجودیکہ اُس زمانہ میں توریت تحریف و تصحیف سے خالی نہ تھی مگر حضرت نے
اُسکا بھی ادب کیا۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے جس کو
کنزالعمال میں نقل کیا ہے عن جابرؓ قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مکۃ وفی البیت وحول البیت ثلثمائۃ وستون صنما تعبد من دون اللہ فامر بہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبت کلہا بوجوہہا ثم قال جاء الحق وزہق الباطل
ان الباطل کان زہوقا ثم دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیت فصلی
فیہ رکعتین فرای فیہ تمثال ابراہیم واسمعیل واسحق قد جعلوا فی ید ابراہیم
الازلام یستقسم بہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاتلہم اللہ ما کان
ابراہیم یستقسم بالازلام ثم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزعفران فلطخہ
بتلک التماثیل انتہی ترجمہ روایت ہے جابرؓ سے کہ ہم مکہ معظمہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ داخل ہوئے اُسوقت عین کعبہ شریف میں اور
اُس کے اطراف تین سو ساٹھ بت تھے جنکی پرستش ہوا کرتی تھی۔ حضرت
نے حکم فرمایا جتنے بت تھے سب سرنگوں ہوگئے۔ پھر فرمایا جَاءَ الْحَقُّ وَ
زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا اس کے بعد خانہ کعبہ میں تشریف
لیگئے اور دو رکعت نماز پڑھکر دیکھا کہ حضرت ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق
علیہم السلام کی تصویریں رکھی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کے ہاتھ میں
تیر دے رکھے ہیں جس سے کفار فال دیکھا کرتے تھے اور فرمایا خدا ان کو قتل کرے
ابراہیم علیہ السلام تو تیروں سے فال نہیں لیتے تھے پھر حضرت نے زعفران منگواکر

تصویروں کو لگادیا جس سے وہ مشتبہ ہوگئیں انتہی۔ ظاہر ہے کہ یہ تصویریں بھی بتوں ہی کے قطار میں تھیں جنکی توہین کا حکم ہو چکا تھا اور فی الواقع اُن تصویروں کو اُن حضرات سے نسبت ہی کیا تھی وہ تو چند احمقوں نے اپنی طبیعت سے جیسے چاہا بنالیا تھا۔ مگر اتنی بات تو ضرور تھی کہ نام اُن حضرات کا وہاں آگیا تھا جس کے لحاظ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو اگر مٹایا بھی تو معطر زعفران سے ورنہ مٹانیوالی چیز ونکی وہاں کچھ کمی نتھی۔ سبحان اللہ کس قدر پاس ادب تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آگیا پھر وہ چیز کسی درجہ کی باطل ہی کیوں نہو مگر اُسکے ساتھ بھی خاص ایک قسم کی رعایت ادب ہی کیگئی۔ جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیا سے بڑہا ہوا ہے۔ ایسی بے اصل چیز کے ساتھ بلحاظ نام رعایت ادب کریں۔ تو ہم آخری زمانہ کے مسلمانوں کو کس درجہ کا ادب اُن آثار کے ساتھ کرنا چاہیے جن کا بطور واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونا لاکھوں مسلمانوں کے عقیدوں سے ثابت ہے۔ اگر ہم نے فرض کیا کہ واقع میں وہ چیزیں منسوب بھی نہیں۔ مگر آخر نام تو آگیا اُس کا لحاظ بھی ضرور ہے جیساکہ اس حدیث سے ابھی ثابت ہوا۔ طرفہ یہ ہے کہ اس عقیدہ والوں کو الٹا مشرک بناتے ہیں اگر سلسلہ اس کلام کا بڑہایا جاوے تو ظاہر ہے کہ انتہا اُسکی کہاں ہوگی۔ اور بروایت ابی ایوب انصاریؓ

وغیرہ یہ حدیث صحاح ستہ میں وارد ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اذا اتیتم الغایط لا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروہا ببول و لا غایط یعنے پیشاب

پاخانے کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ اور مُنہ کرنے سے حضرت نے منع فرمایا
اس سے صرف ادب قبلہ کا پیش نظر تھا چنانچہ یہی بات صراحۃً بھی وارد ہے
کما فی کنز العمال عن سراقہ بن مالک رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا اتی احدکم الغائط فلیکرم قبلۃ اللہ فلا یستقبلن القبلۃ رواہ حرب بن
اسمعیل والطبری وابو حاتم وعبدالرزاق موقوفاً ومسنداً ترجمہ طبری اور
ابو حاتم اور عبدالرزاق وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاوے کوئی شخص فضاے حاجت کو تو اللہ تعالیٰ
کے قبلہ کی تکریم اور بزرگی کرے اور مُنہ نکرے اوس طرف اور اُسی میں یہ
روایت بھی ہے عن الحسن مرسلاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس
یبول قبالۃ القبلۃ فذکر فتحرف عنہا اجلالاً لہا لم یقم من مجلسہ حتی یغفر لہ رواہ الطبرانی
وفیہ کذاب ترجمہ فرمایا حضرت صلی اللہ وسلم نے جو شخص سہواً پیشاب
کے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کرے پھر یاد آتے ہی پھر جائے بخیال تعظیم قبلہ
کے تو قبل اُٹھنے کے بخشے جاتے ہیں گناہ اُس کے انتہی اگر عقل نارسا سے
کام لیا جائے تو یہ بات کبھی سمجھ میں نہ آئیگی کہ اِن حالتوں میں قبلہ کی طرف
مُنہ یا پیٹھ کرنا منع کیوں ہو اخصوصاً اُس مقام میں جہاں سے کعبہ شریف
سیکڑوں ہزاروں کوس دور ہو اگر اس موقع میں کوئی شخص کہے کہ کعبہ شریف
از قسم جمادات ہے اور اُسکی طرف صرف نماز میں متوجہ ہونا امتثال امر کے لئے
کافی تھا ہمیشہ اُسکی تعظیم دل میں جمائے رکھنا اور سوا ے حالت نماز کے
بھی اُسکا ادب کرنا کیا ضرور تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اس قسم کے

امور میں عامیوں کے سمجھ کو کچھ دخل نہیں جو لوگ آداب داں ہیں اُن کی خود طبیعت گواہی دیتی ہے کہ ذوات فاضلہ اور اماکن شریفہ کے ساتھ ہر حالت اور ہر وقت میں خواہ قریب ہوں یا بعید مودب رہنا ضرور ہے اور جس کی طبیعت میں یہ بات نہو اگر طالب صادق ہے تو اُسکو اتنا ضرور ہے کہ اس قسم کے تعلیمات میں غور اور فکر کیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ دین میں ادب کی کسقدر ضرورت ہے کسی بزرگ کامل بالغ النظر نے کہا ہے

اوّ بوا النفس ایہا الاحباب	طرق العشق کلہا آداب
مایۂ دولت ابد ادب است	پایۂ رفعت خرد ادب است
چیست آن داد بندگی دادن	بر حدود خداے استادن
قول و فعل باز شنیدن و دیدن	ہمہ از ین شرع سنجیدن
با حق و خلق و شیخ و یار و رفیق	رہ سپردن بمقتضاے طریق
حرکات جوارح و اعضا	راست کردن بحکم دین ہدا
خطرات و خواطر و اوہام	پاک کردن ز شوب نفس تمام
دین و اسلام در ادب طلبی است	کفر و طغیان ز شوم بے ادبی است

جب بیت اللہ شریف کو بسبب شرافت اضافت یہ رتبہ حاصل ہو کہ ہر نزدیک اور دور والے پر اس قسم کا ادب ضرور ٹھیرایا گیا تو جس کو ذری بھی بصیرت ہو تو سمجھ سکتا ہے کہ خاص حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آداب کی کس قدر ضرورت ہوگی - ہرچند سواے اس کے اور بہت آیات و احادیث وارد ہیں جنمیں تعلیم ادب

کی گئی ہے مگر چونکہ طالب حق کو اسقدر بھی کافی ہو سکتی ہیں اس لئے اسی پر اکتفا کر کے اب چند آداب صحابہ کے نقل کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ ممکن نہیں کہ آداب ان حضرات کے کما ینبغی تحریر میں آسکیں اس لئے کہ ادب ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس سے اقسام کے آثار وافعال ظہور میں آتے ہیں اُسکو بیان کرنا امکان سے خارج ہے مگر ان چند آثار کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اہل اسلام اُن حضرات کی کیفیت قلبی کو پیش نظر رکھکر اُس قسم کی کیفیت قلبی حاصل کرنیکی کوشش کریں۔ بخاری شریف میں ہے عن سہل بن سعد الساعدی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذہب الی بنی عمرو بن عوف لیصلح بینہم فحانت الصلوٰۃ فجاء المؤذن الی ابی بکرؓ فقال اتصلی للناس فاقیم قال نعم فصلی ابوبکر فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس فی الصلوٰۃ فتخلص حتی وقف فی الصف فصفق الناس وکان ابو بکر لا یلتفت فی صلوٰتہ فلما اکثر الناس التصفیق التفت فرای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشار الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان امکث مکانک فرفع ابوبکر رضی اللہ عنہ یدیہ فحمد اللہ علی ما امرہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما انصرف قال یا ابا بکر ما منعک ان تثبت اذ امرتک فقال ابوبکر ما کان لابن ابی قحافہ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی رایتکم اکثرتم التصفیق من رابہ شی فی صلوٰتہ فلیسبح فانہ اذا سبح التفت الیہ وانما التصفیق للنساء۔ ترجمہ روایت ہے سہل بن سعد ساعدیؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح

کرانیکے واسطے تشریف لیگئے جب نماز کا وقت ہوا موذن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھکر اقامت کہی اور انہوں نے امامت کی اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہو گئے اور صف میں قیام فرمایا جب مصلیوں نے حضرتؐ کو دیکھا دستکیں دینے لگے اس غرض سے کہ صدیق اکبرؓ خبردار ہو جائیں کیونکہ انکی عادت تھی کہ نماز میں کسی طرف دیکھتے نہ تھے۔ جب صدیق اکبرؓ نے دستکوں کی آواز سنی گوشہ چشم سے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں پیچھے ہٹنے کا قصد کیا حضرتؐ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی ہی جاے پر قایم رہو صدیق اکبرؓ نے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور اس نوازش پر کہ حضرتؐ نے امامت کا امر فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور پیچھے ہٹکر صف میں کھڑے رہگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑہے جب نماز سے فارغ ہوے فرمایا کہ اے ابوبکر جب خود میں نے تمہیں حکم کر چکا تھا تو تمکو اپنی جاے پر کھڑے رہنے سے کون چیز مانع ہوئی عرض کیا یا رسول اللہ ابی قحافہ کا بیٹا اس لایق نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بڑہکر نماز پڑہاے انتہی ملخصاً۔ اور مسلم شریف میں ہے عن ابی اسحاق قال سمعت البراء بن عازب یقول کتب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ الصلح بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین المشرکین یوم الحدیبیۃ فکتب ہذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا لا تکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلو نعلم انک رسول اللہ لم نقاتلک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی امحہ فقال ما انا بالذی امحاہ فمحاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الحدیث ترجمہ روایت براء بن عازبؓ سے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے جب وہ صلحنامہ لکھا جو آنحضرتؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ٹھیرا تھا جسمیں یہ عبارت
تھی ہذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ مت لکھو
کیونکہ اگر رسالت مسلم ہوتی تو پھر لڑائی کیا تھی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو مٹا دو انہوں نے عرض کیا کہ میں
وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو مٹا سکوں حضرت نے خود اُسکو اپنے ہاتھ سے
مٹایا انتہیٰ - اب یہاں تعمق نظر کی ضرورت ہے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا اور علی کرم اللہ وجہہ
کو لفظ موصوف مٹانے کا امر فرمایا تھا مگر اُن حضرات سے امتثال نہ ہو سکا
حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ
فَانْتَھُوْا ترجمہ جو دیں تمکو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو لو اُسکو اور جس چیز سے
منع کریں باز رہو انتہیٰ اور دوسرے محل میں ارشاد ہوتا ہے وَمَا کَانَ
لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا
ترجمہ اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا نہ عورت کا جب ٹھیرا دے اللہ اور اُسکا
رسول کچھ کام کہ اُنکو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو کوئی بے حکم چلا اللہ کے
اور اُس کے رسول کے سو راہ بھولا صریح چوک کر انتہیٰ یہاں ایک خلجان پیدا
ہوتا ہے جس کے دفعیہ کے لیے تعمق نظر درکار ہے وہ یہ ہے کہ اسکا تو انکار ہی
نہیں ہو سکتا کہ اُن حضرات سے عدول حکمی عمل میں آئے وہ بھی کس موقع میں
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس روبرو سے حکم فرما رہے ہیں اور اسکا

بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ اُن حضرات میں گویا سرتابی کا مادہ ہی نہ تھا اس سے بڑھکر انقیاد کیا ہو کہ ایک اشارہ پر جان دینا اُن کے پاس کوئی بڑی بات نہ تھی۔ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی خدا ورسُول تھی کیونکہ اگر یہ بات ہوتی تو خود حضرت اُنکو زجر فرما دیتے بلکہ کوئی آیت نازل ہوجاتی اس لئے کہ ان حضرات کی تادیب کا لحاظ بیش از بیش مرعی تھا اسوجہ سے کہ ایک عالم کے مقتدا ہونے والے تھے غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے مگر یہ خلجان اِس طرح سے دفع ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا پاس ادب جو سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا بافروغ تھا کہ اُسکے مقابلہ میں وہ عدول حکمی قابل التفات نہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال کیجئے بشرطیکہ دل میں وقعت وعظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ اُن حضرات کے دلوں کا اسوقت کیا حال ہوگا۔ ادہر خود بنفس نفیس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم روبرو سے حکم فرما رہے ہیں اور ایک طرف سے آیات واحادیث بآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ خبردار امر واجب الانقیاد سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے اور ادہر ادب کا دل پر اسقدر تسلط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ یاری دیتے ہیں نہ پاؤں آخر ان دونوں صدیقوں کو ادب نے اسقدر مجبور کیا کہ امتثال امر ہو ہی نہ سکا اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی تو دین میں اُسکو کس قدر با وقعت اور ضروری چیز سمجھنا چاہئے۔ **شعر**

شد ادب جملہ طاعت محمود	طاعت بے ادب ندارد سود

اسی طرح امام شافعی کا ادب ہے جو امام سیوطی رح نے تنزیہ الانبیا عن تشبیہ الانبیا
میں امام سبکی رح کی کتاب ترشیح سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رح نے بعض تصانیف
میں وہ قصہ نقل کیا جو کسی شریف عورت نے کچھ چرایا تھا اور حضرت نے
اُس کے قطع ید کا ارادہ فرمایا اور کسی نے سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کیا
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسوقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو
ایک شریفہ تھیں) چراتیں اُن کا بھی ہاتھ قطع کرتا) امام سبکی رح لکھتے ہیں
کہ امام شافعی رح کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں فاطمۃ رضی اللہ عنہا کا نام
مصرح ہے اگر بعینہ حدیث نقل کر دیتے تو کوئی بے موقع بات نہ تھی لیکن از راہ
کمالِ ادب صراحۃً نام مبارک کو ذکر نہ کیا - سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ حالانکہ الفاظ
حدیث کو بعینہ نقل کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث شریف میں وارد ہے
لفظ لو کے تحت میں ہے جو محال پر علی سبیل فرض محال آتا ہے مگر با ایں ہمہ چونکہ
حدیث شریف میں مقام توہین میں وارد تھا اس لیے ادب نے اجازت نہ دی
کہ اُس نام مبارک کو صراحۃً ذکر کریں گو حدیث شریف میں وارد ہے سچ ہے
جو مقربین بارگاہ ہوتے ہیں اُنہیں کو ادب نصیب ہوتا ہے ہر کس و ناکس
میں وہ صلاحیت کہاں اور کنز العمال میں یہ روایت ہے قال ابن الاعرابی

روی ان اعرابیا جاء الی ابی بکر فقال انت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال لا قال فما انت قال الخالفۃ بعدہ ترجمہ روایت ہے کہ ایک اعرابی
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلیفہ ہو فرمایا نہیں - کہا پھر کیا ہو - کہا خالفہ ہوں بعد حضرت کے انتہی

جوہری نے صحاح میں لکھا ہے فلان خالفۃ اہل بیتہ اذا کان لاخیر فیہ یعنے خالفہ
اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جسمیں کچھ خیر نہو چونکہ
خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں صدیق اکبرؓ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو
اس لفظ کے مصداق سمجھیں اور اُسکو ایسے طور سے بدلا جسمیں مادہ خلافت
باقی رہی اور ادب بھی ہاتھ سے نہ جائے - حالانکہ خلافت آپکی قطع نظر اجماع
کے خود احادیث سے کنایۃً بلکہ صراحۃً ثابت ہے - جب صدیق اکبرؓ اپنے کو
حضرتؐ کے خلیفہ کہنے میں تامل کریں تو اب ان لوگوں کو کیا کہنا چاہیے جو
کمال فخر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھائی پنے کی نسبت لگائے
جاتے ہیں - معلوم نہیں کہ اس برابری کے سے مقصود کیا ہے اگر اپنے کو اودہر
ملانا اور اپنی فضیلت ظاہر کرنا منظور ہے تو وہ خصوصیات کہاں جو نہ کسی
بھی مرسل کو نصیب ہوں - اور نہ کسی فرشتہ مقرب کو - اور اگر تنزل شان
اور اپنے سلسلہ برابر کردینا مطلوب ہے تو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کا
مضمون صادق آجائے گا جسکا حال ابھی معلوم ہوا - اور پھر اُن ازلی
سابقوں کو کیا کرینگے جنہوں نے ذات والا کو تمامی کائنات سے منتخب کرکے
ابد الاباد کے لئے علوشان اور برتری منزلت کا خاتمہ اور منتہی بنا دیا غرض
دونوں صورتوں میں کوئی ایسی بات نہ نکلے گی جس سے مقصود حاصل ہوسکے
اس صورت میں مثل عمرؓ کے نسبت عبدیت اور غلامی کی کیوں نہ جمائیں
جس سے کچھ کام نکلے اور بیہقی رح نے دلائل النبوۃ میں روایت کی ہے

عن ابی الحویرث قال سمعت عبد الملک بن مروان یقول لقباث بن اشیم الکنانی

ثم اللیثی یا قباث انت اکبرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اسن منہ ولد رسول اللہ
صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل ووقفت بی امی علی روث الفیل محیلا اعقلہ
ترجمہ روایت ہے ابی الحویرث سے کہ پوچھا عبدالملک بن مروان نے
قباث بن اشیم سے کہ تم اکبر یعنے بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بڑے تھے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے اور میں عمر میں زیادہ
ہوں اسلئے کہ ولادت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام فیل میں ہے
اور مجھے یاد ہے کہ میری والدہ اُسی ہاتی کی لید کے پاس مجھے لیکر کھڑی تھیں
انتہی ملخصاً اور یہ روایت بھی اسی دلائل النبوۃ میں ہے سال عثمان بن
عفان قباث بن اشیم اخا بنی یعمر بن لیث انت اکبر او رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکبر منی وانا اقدم منہ فی المیلاد
ورایت خذق الفیل اخضر محیلا ورواہ محمد بن بشار عن وہب ابن جریر
فقال خذق الطیر اخضر۔

(قولہ محیلا یقال احالت الدار واحولت اتی علیہ حول وکذلک الطعام وغیرہ فہو محیل ۱۲ صحاح)

خلاصہ مضمون اس روایت کا یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں قباث سے
اسی قسم کا سوال کیا تھا جو روایت سابق میں ہے اور انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اکبر
تھے اور ولادت میری پیشتر ہے۔ اور عباس رضی اللہ عنہ نے بھی
یہی ادب ملحوظ رکھا چنانچہ ابن عساکر اور ابن نجار نے روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ قال قیل للعباس رضی اللہ عنہ انت اکبر

او رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ہو اکبر منی وانا ولدت قبلہ کرد ابن النجار کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ پوچھا کسی نے عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ اکبر ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا اکبر حضرت تھے لیکن میں حضرت سے پیشتر پیدا ہوا انتہی اور صدیق اکبرؓ نے بھی کمال ادب سے یہی عرض کیا عن یزید بن الاصم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر انا اکبر او انت قال انت اکبر واکرم وانا لاسن منک حم فی تاریخہ وخلیفۃ بن خیاط کر قال ابن کثیر مرسل غریب جدا کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے یزید بن الاصم سے کہ استفسار فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہ میں بڑا ہوں یا تم - عرض کیا کہ آپ اکبر اور اکرم ہیں اور عمر میری زیادہ ہے روایت کیا اُسکو امام احمد بن حنبل نے تاریخ میں اور خلیفہ بن خیاط اور ابن عساکر نے انتہی - اب اس ادب کو دیکھئے کہ باوجودیکہ اس موقع میں لفظ اکبر اور اسن دونوں کے ایک معنی ہیں - مگر اس لحاظ سے کہ لفظ اکبر مطلق بزرگی کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے صراحۃً اُسکی نفی کردی اور مجبوراً لفظ اسن کو ذکر کیا - کیونکہ صراحۃً مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اسکے کوئی لفظ نہ تھا - جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنکی تعظیم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ادب میں یہ حال ہو تو ہم کو کسقدر ادب کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور سنن ابی داؤد میں ہے عن عبد بن فیروز قال سالت البراء بن عازبؓ الا یجوز فی الاضاحی فقال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم واصابعی اقصر من اصابعہ واناملی اقصر من انا ملہ فقال اربع لاتجوز

فی الاضاحی العوراء بین عورہا والمریضۃ بین مرضہا والعرجاء بین ظلعہا

والکسیر التی لاتنقی الحدیث ترجمہ روایت ہے عبید بن فیروز کہتے ہیں

کہ براء بن عازبؓ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں

کہا کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں اور میری انگلیاں

چھوٹی ہیں حضرت کی انگلیوں سے پھر فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی

قربانی درست نہیں ایک وہ جسکی آنکھ پھوٹی ہو اور جو سخت بیمار ہو اور جسکا

لنگ ظاہر ہو اور جو نہایت دبلی ہو انتہی **خلاصہ** یہ ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارہ سے

تعیین فرمادیا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں پھر انکی تفصیل کی

براء بن عازبؓ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا۔ ادب نے اجازت نہ دی

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے

کریں آخر عذر ظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا

اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیین عدد ہے ظاہر ا نہ اسمیں کوئی

مساوات کا شائبہ ہے نہ سوء ادب باوجود اس کے ادب صحابیت نے

دست مبارک کی حکایت کو بھی گوارا نکیا جس سے تشبیہ لازم آجاتی تھی

اب دوسرے آداب کو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ ہر چند اعتراض کی نگاہ

سے دیکھنے والوں کو یہاں شاید موقع ملجائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے کب فرمایا کہ اس قسم کے آداب کیا کریں۔ مگر جو لوگ منجانب اللہ موفق ہیں صحابہ کے عمل پر کبھی اعتراض نہ کرینگے بلکہ بمقتضائے حدیث شریف اصحابی کالنجوم کے اُن کے عمل کو اپنا مقتدا بنا کر ہر بات میں اس امر کا لحاظ رکھیں گے کہ اس بارگاہ مقدس میں کوئی ایسی نسبت نہ لگائی جائے جس سے کسی قسم کی بے ادبی لازم آجائے اس مضمون کو کسی بزرگ نے کیا ہی خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا ہے شعر نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم + زانکہ نسبت بسگ کوے تو شد بے ادبی + اور کنز العمال میں یہ حدیث ہے عن عثمان قال لقد اختبات عند اللہ عشراً انی لرابع الاسلام قد زوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتیہ وقد بایعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی ہذہ الیمنی فما مسست بہا ذکری ولا تغنیت ولا تمنیت ولا شربت خمراً فی جاہلیۃ ولا اسلام وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یشتری ہذہ الربعۃ ویزیدہا فی المسجد ولہ بیت فی الجنۃ فاشتریتہا وزدتہا فی المسجد ش وابن ابی عاصم فی السنۃ ترجمہ روایت ہے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے کہ امانت رکھی ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس دس چیزیں۔ اسلام میں میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک صاحبزادی پھر دوسری اور جب سے کہ بیعت کی ہے میں نے اور ملایا سیدھا ہاتھ حضرت کے دست مبارک سے تو پھر کبھی نہ چھوا اُس سے شرمگاہ کو۔ الی آخر الحدیث اور اسی مضمون کی کئی روایتیں کنز العمال میں مذکور ہیں۔ اور کنز العمال ہی میں یہ روایت بھی ہے عن انس قال جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل الی بستان فاتی آت

فدق الباب فقال یا انسؓ قم فافتح لہ وبشرہ بالجنۃ و بالخلافۃ من بعدی قلت
یارسولؐ اللہ اعلمہ فقال اعلمہ فخرجت فاذا ابوبکر قلت لہ البشر بالجنۃ و بالخلافۃ
من بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم جاء آت فدق الباب فقال یا انسؓ
قم فافتح لہ الباب وبشرہ بالجنۃ و بالخلافۃ من بعد ابی بکر قلت اعلمہ قال اعلمہ
فخرجت فاذا عمر فقلت البشر بالجنۃ وا لبشر بالخلافۃ من بعد ابی بکر ثم جاء آت
فدق الباب فقال یا انس قم فافتح لہ الباب وبشرہ بالجنۃ و بالخلافۃ من بعد
عمر وانہ مقتول فخرجت فاذا عثمان قلت البشر بالجنۃ و بالخلافۃ من بعد عمر
وانک مقتول فدخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ واللہ ما تغنیت
ولا تمنیت ولا مست ذکری بیمینی منذ بایعتک بہا قال ہو ذاک یا عثمان کر
ورواہ ع کر من طریق عبد اللہ بن ادریس ترجمہ روایت ہے انسؓ سے
کہ تشریف لیگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں - پس آیا کوئی شخص
اور ٹھونکا دروازہ فرمایا حضرتؐ نے اے انسؓ دروازہ کھولدو اور خوشخبری
دو اُنکو جنت کی اور یہ کہ میرے بعد وہ خلیفہ ہونگے میں نے عرض کیا اُنکو
یہ بات کہدوں یارسولؐ اللہ فرمایا کہدو جب میں نکلا تو دیکھا کہ ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں - میں نے وہ بشارت اُنکو دی - پھر کسی شخص نے دروازہ
ٹھونکا فرمایا حضرت نے اے انس دروازہ کھولدو اور اُنکو جنت کی خوشخبری دو
اور یہ کہ بعد ابی بکرؓ کے وہ خلیفہ ہونگے - میں نے عرض کیا معلوم کرادوں اُن کو
یارسولؐ اللہ فرمایا معلوم کرادو - دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ تھے - اُن کو بھی
وہ بشارت سنادی - پھر اور کسی نے دروازہ ٹھونکا - فرمایا حضرتؐ نے اے

انس دروازہ کھولدو اور خوشخبری دو اُنکو جنت کی اور یہ کہ بعد عمر کے وہ خلیفہ ہو نگے اور قتل کئے جائیں گے۔ جب میں نکلا تو عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ کھڑے ہیں اُن سے بشارت اور قتل کا حال ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے کبھی تغنی کی اور نہ جھوٹی بات بنائے اور نہ کبھی سید ہے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھیا جب سے کہ اُس ہاتھ سے بیعت کی ہے فرمایا حضرت نے یہ وہی بات ہے اے عثمان انتہی۔ اب یہاں پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ جو دیا تھا اس سے کس قسم کا اثر دستِ مبارک کا اِن کے ہاتھ میں رہگیا تھا جسکی اسقدر رعایت کی گئی۔ باطن کا حال تو وہی لوگ جانیں جنکی باریک بیں نظریں غوامض شرعیہ میں بلند پروازیاں کرتی ہیں۔ لیکن ظاہر میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوتی جسکو عقل متوسط تسلیم کرلے۔ رہا اعتقاد سے مان لینا وہ دوسری بات ہے۔ اور وہ ہر کسی کو کب نصیب ہو سکتا ہے۔ غرض کچھ بھی سہی کسی مسلمان سے یہ تو نہ ہو سکے گا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر اعتراض کرے اور فعل بھی کیسا جس پر خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اِس قسم کا خیال صرف انہیں کا تھا بلکہ انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ بتصریح معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی باتیں اکثر کبار صحابہ و تابعین سے مروی ہیں۔ الحاصل اگرچہ حقیقت اُسکی معلوم نہو سکے لیکن اعتقاد امان لینا پڑے گا کہ جس چیز کو دست مبارک یا جسم شریف کے لمس سے شرافت حاصل

ہو گئی اُسمیں کسی نہ کسی قسم کی فضیلت ضرور آگئی۔ دوسری یہ بات بحث طلب ہے
کہ شرمگاہ میں کونسی برائی رکھی تھی جسکو وہ متبرک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا۔
اکثر احادیث و آثار سے تو ظاہر ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے مثل اور اعضا
کے چنانچہ موطا میں ہے عن قیس بن طلق ان اباہ حدثہ ان رجلا سال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل مس ذکرہ ایتوضؤ قال ہل ہو الا بضعۃ من جسدک
ترجمہ روایت ہے طلق سے کہ پوچھا کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ کیا مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے فرمایا وہ تو ایک مضغہ ہے تیرے جسد کا
انتہی۔ اسی بنا پر علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں عن علی ابن ابی طالب قال ما ابالی
ایاہ امس او انفی او اذنی کذا فی الموطا للامام محمد رح ترجمہ فرمایا علی رضی اللہ عنہ
نے کہ مجھے کچھ پروا نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا ناک کو یا کان کو یعنے ان تمام
اعضا کے چھونے کا ایک حکم ہے عن ابراہیم ان ابن مسعود سئل عن الوضوء من
مس الذکر فقال ان کان نجسا فاقطعہ کذا فی الموطا ترجمہ روایت ہے ابراہیم
سے کہ کسی نے پوچھا ابن مسعود رض سے کہ مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں کہا اگر
وہ نجس ہے تو کاٹ ڈال انتہی۔ اس مضمون کی اور بہت سی روایتیں ہیں۔
الحاصل شرعاً مس ذکر میں نجاست کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں البتہ اگر
کراہت ہے تو طبعی ہے۔ پھر اس کراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ
بڑھایا کہ مشابہ بلکہ زیادہ کراہت شرعی سے کر دیا جسکی وجہ سے عمر بھر اس فعل
سے بچتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر
کرنے میں نہ منتظر امر ہے نہ محتاج نظیر۔ بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخہ ہے

جسکو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور منشا اُسکا عظمت و وقعت اُس
شخص یا اس چیز کی ہے جسکے آگے ادب کرنیوالا اپنے کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے
اور بخاری شریف میں ہے عن ابی رافع عن ابی ھریرۃ رضہ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لقیہ فی بعض طریق المدینۃ وھو جنب فانخنست منہ فذھب فاغتسل
ثم جاء فقال این کنت یا ابا ھریرۃ قال کنت جنبا فکرھت ان اجالسک
وانا علی غیر طھارۃ فقال سبحان اللہ ان المومن لاینجس ترجمہ ابو ہریرہ رضہ
کہتے ہیں کہ ایک روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ کے
کسی راستہ میں دیکھا چونکہ جنب تھا چھپ گیا اور غسل کر کے حاضر خدمت
شریف ہوا فرمایا کہاں تھے تم اے ابو ہریرہ عرض کیا
کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی اسلئے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو
مکروہ سمجھا فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا انتھی ابو ہریرہ رضہ اس حالت
میں جو الگ ہو گئے اس سے ظاہر ہے کہ کمال درجہ کی عظمت حضرت کی اُنکے
دل میں تھی جس نے اُنکی عقل کو مقہور کر کے اُن کے دل کو اس ادب پر
مجبور کر دیا تھا کیونکہ آخر سمجھتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک
امر حکمی ہے حسی نہیں جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے
کہ اُسکا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہو سکتا ۔ ہر چند آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے مسئلہ شرعیہ بیان فرما دیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا مگر کلام اس میں
ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونیکو انہیں کونسی چیز مانع تھی ۔ اگر نعوذ باللہ
طبیعت میں بیباکی ہوتی تو خیال کر لیتے کہ اس حالت میں مجالست سے

کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آسکتا تھا کہ چل کر تو دیکھئے اگر حضرت ہی منع فرمادیں تو ایک مسئلہ معلوم ہوجائیگا خصوصاً اُس زمانہ میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی غرض کہ ادب نے اُنکو جرات کرنے نہ دیا پھر حضرت نے جو مسئلہ کہ بیان فرمایا اُس سے یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہوجائے ان کے ادب سے اُسمیں کچھ تعرض نہیں حالانکہ حضرتؐ جانتے تھے کہ صرف ادب کی وجہ سے وہ حاضر نہ ہوسکے۔ اگر یہ حرکت اُن کی ناگوار طبع مبارک ہوتی تو بتصریح اس سے زجر فرمادیتے۔ اور زرقانی رح نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے وروی الطبرانی من طریق الہیثم ابن زریق عن ابیہ عن الاسلع بن شریکؓ قال کنت ارحل ناقۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاصابتنی جنابۃ فی لیلۃ باردۃ فاراد صلی اللہ علیہ وسلم الرحلۃ فکرہت ان ارحل ناقتہ وانا جنب وخشیت ان اغتسل بالماء البارد فاموت اوامرض فامرت رجلا من الانصار فرحلہا ووضعت احجارا فاسخنت بہا ماء فاغتسلت ثم لحقت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فقال یا اسلع مالی اری راحلتک تغیرت فقلت یارسولؐ اللہ لم ارحلہا رحلہا رجل من الانصار قال ولم فقلت انی اصابتنی جنابۃ فخشیت القر علی نفسی فامرتہ فرحلہا ووضعت احجارا فاغتسلت بہ فانزل اللہ تعالی یآایہا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ الی قولہ عفوا غفورا انتہی ترجمہ اسلع بن شریکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر

میں کجاوہ باندہا کرتا تھا ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضرت نے کوچ کا ارادہ فرمایا اُسوقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہاوں تو مارے سردی کے مرجانے یا بیمار ہوجانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندہوں۔ مجبوراً کسی شخص انصاری سے کہدیا کہ کجاوہ باندہے۔ پھر میں چند پتھر رکھہ کے پانی گرم کیا اور نہا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے جاملا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے اسلع کیا سبب ہے کہ تمہارے کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں میں۔ عرض کیا یارسول اللہ میں نے نہیں باندہا تھا۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا۔ اسوقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جاں کا خوف تھا اسلئے کسی کو باندہنے کیلئے کہدیا تھا۔ اسلع کہتے ہیں کہ اسی کے بعد آیہ شریفہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ الآیہ نازل ہوئی جس سے سفر میں تیمم کرنے کی اجازت ملی انتہیٰ۔ امام سیوطیؒ تفسیر درمنثور میں لکھتے ہیں کہ روایت کی اس حدیث کو حسن ابن سفیان نے اپنی سند میں اور قاضی اسمٰعیل نے احکام میں اور طحاوی نے مشکل الآثار میں اور بغوی اور باوردی اور دارقطنی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفت میں اور ابن مردویہ نے اور بیہقی نے سُنن میں اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں انتہیٰ۔ سبحان اللہ کیا ادب تھا کہ جس کجاوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکہتے تھے اُسکی لکڑیوں کو حالت جنابت میں ہاتھ لگانا گوارا نہ تھا۔ اگر بچشم انصاف

دیکھا جائے تو منشا اُس کا محض ایمان دکھائی دیگا جس نے ایسے پاکیزہ خیالات ان حضرات کے دلوں میں پیدا کر دیئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے امور کی تعلیم تھی نہ صراحۃً ترغیب و تحریص۔ اب اگر کوئی شخص اپنی نسبت ایمان تحقیقی کا دعویٰ کر کے کہے کہ یہ خیالات ایام جہالت کے ہونگے تو مجھے یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص ایماندار اس کلام کی طرف التفات کریگا یا بطیب خاطر جواب دیگا۔ کیونکر ہو سکے کہ چودھویں صدی والا خوش اعتقادی میں خیر القرون والے صحابیوں سے بڑھجاوے۔ پھر اگر کسی قدر نظر بڑھائی جائے تو معلوم ہو کہ سلسلہ اس الزام کا کہاں منتہی ہوگا۔ کیونکہ جس امر کا ذکر خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں ہو جائے اور اسی کے بعد کلام الٰہی اسی کے مناسب نازل ہو ویسے خیال میں آخری زمانہ والوں کی اصلاح کی نعوذ باللہ اگر ضرورت سمجھی جائے تو دینداری کے نہایت خلاف ہوگا۔ **الحاصل** جب اُن لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بزرگان دین کا جس قدر ادب کیا جائے محمود ہے۔ اور مستدرک حاکم میں یہ روایت ہے عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال کنا اذا قعدنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم نرفع روسنا الیہ اعظاما لہ ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولا احفظ لہ علۃ **ترجمہ** عبد اللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص حضرت کی طرف سر نہ اٹھاتا انتہی کہا حاکم رح نے کہ یہ حدیث صحیح ہے شرط شیخین پر

حضرت کے روبرو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا وہ حضرات حدیث شریف
کے حلقوں میں جب بیٹھتے تھے تو اس خضوع و خشوع کے ساتھ سر جھکائے
بیٹھتے تھے کہ گویا گردنوں پر سر ہی نہیں چنانچہ مستدرک ہی میں ہے۔ عن
عبد الرحمٰن بن قرط قال دخلت المسجد فاذا حلقة کانما قطعت رؤسهم واذا رجل يحدثهم
فاذا هو حذيفة قال كان الناس يسألون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الخير و
كنت اسأله عن الشر وذكر الحديث بطوله۔ ترجمہ عبد الرحمٰن بن قرط کہتے
ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک حلقہ میں لوگ ایسے سر جھکائے
بیٹھے ہیں کہ گویا اُن کی گردن پر سر ہی نہیں اور ایک شخص حدیث بیان
کر رہے ہیں دیکھا تو وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں انتہی ملخصاً یعنی سب حدیث
شریف سننے والے کچھ ایسے مودبانہ سر جھکائے بیٹھے تھے کہ گردنوں
پر سر نہیں دکھائی دیتے تھے۔ اب ذرا زمانہ کے انقلاب اور طبیعتوں کی رفتار
کو دیکھنا چاہئے کہ بعد خیر القرون نے اُن حضرات کے مسلک سے کسقدر
دور کر دیا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ معاملہ بالکل بالعکس ہو گیا
ہے۔ اُس زمانہ میں حالانکہ ان امور کی تعلیم عموماً نہ تھی مگر دل ہی کچھ ایسے مہذب
اور مودب تھے کہ اقسام کے آداب اور طرح طرح کے حسن عقیدت پر دلالت
کرنے والے افعال ایجاد کر لیتے اور اصول شرعیہ پر اُن کو منطبق کر دیتے
تھے جس کا سمجھنا بھی شاید اس زمانہ میں باسانی نہ ہو سکے کیوں نہ ہو ان
حضرات کے وہ دل تھے جن کو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت
ہونے کی وجہ سے حق تعالیٰ نے صحابیت کے واسطے منتخب فرمایا

تھا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان اللہ عزوجل نظر فی قلوب العباد فلم یجد قلبا انقی من قلوب اصحابی ولذلک
اختارہم فجعلہم اصحابا فما استحسنوا فہو عند اللہ حسن وما استقبحوا فہو عند اللہ قبیح رواہ الدیلمی
یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں
کو دیکھا تو میرے اصحاب کے دلوں سے پاکیزہ تر کوئی دل نہ پایا اسی واسطے
اُن کو میرے اصحاب ہونے کیلئے پسند فرمایا جو کام وہ اچھا سمجھتے ہیں اللہ کے
نزدیک بھی وہ اچھا ہے۔ اور جس کو وہ برا سمجھتے ہیں اللہ کے نزدیک بھی
وہ برا ہے۔ انتہی غرض وہ ہر قسم کے آداب ایجاد کرتے تھے اور اون پر
کوئی اعتراض بھی نہیں کرتا تھا۔ اس لئے کہ اُس وقت تک بنیاد بے ادبی کی
پڑی نہ تھی۔ اور اگرچہ خود دوسروں نے بنیاد ڈالی بھی تھی جس کا حال انشاء اللہ
تعالیٰ قریب معلوم ہوگا تو اس وجہ سے کہ انکی بداعتقادیوں نے اُن کو دائرہ
اتباع سے خارج اور دوسرے نام کے ساتھ مشتہر کردیا تھا۔ اُن کی باتیں
کسی کی سمع قبول تک پہنچی ہی نہ تھیں **الحاصل** خیر القرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم
کے آداب ایجاد کئے جاتے تھے اور اس آخری زمانہ کا یہ حال ہے کہ
باوجودیکہ ان حضرات نے جن کا اتباع بحسب ارشاد شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام
ضروری ہے۔ اقسام کے آداب تعلیم کرگئے اگر کسی سے اس قسم کے افعال
صادر ہوجائیں تو ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھار ہونے لگتی ہے۔
اور صرف اعتراض ہی نہیں شرک تک نوبت پہنچادی جاتی ہے حق تعالےٰ
ہم مسلمانوں کو ادب نصیب فرماوے۔ اور قاضی عیاض رح نے شفا میں

لکھا ہے وقال مالک رحمہ اللہ وقد سئل عن ابی ایوب السختیانی رح ما حدثتکم عن احد

الا وایوب افضل منہ وقال و حج حجتین فکنت ارمقہ ولا اسمع منہ غیر انہ کان اذا ذکر

النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکی حتی ارحمہ فلما رایت منہ ما رایت کتبت عنہ ترجمہ کسی نے امام مالک رح سے پوچھا کہ ابوایوب سختیانی کا کیا حال تھا کہا میرے اساتذہ میں جن کی روایتیں تم نے مجھ سے سنی ہیں ان سب سے وہ افضل ہیں۔ انہوں نے دو حج کئے اور میں اُن کا حال دیکھا کیا اس مدت میں کوئی روایت اُن سے نہ لی مگر حالت اُن کی یہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو اس قدر روتے کہ مجھے اُن کے حال پر رحم آجاتا۔ جب اُن کا یہ حال دیکھا تو اُن کی شاگردی اختیار کی اور اُن کی حدیثیں لکھ لیں انتہی۔ امام مالک رح ابوایوب سختیانی رح کو بنظر اِس حالت کے جو ترجیح دیتے ہیں اور سب اساتذہ سے افضل کہتے ہیں تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خیالات محدثین اور اکابر دین کے اس بارہ میں کس قسم کے تھے اب ذرا سختیانی رح کے دل کی کیفیت کو خیال کیجئے کہ کس درجہ کی عظمت و محبت اور خدا جانے کون کونسی چیزیں اُن کے دل پر پورا تسلط کر لیتی تھیں جس سے وہ حالت پیدا ہو جاتی تھی جو ادب سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہ اثر اسی ذکر مبارک کا تھا جو مسلمانوں کے دلوں میں علی حسب مراتب ایمان کو تازہ کر دیا کرتا ہے۔ سبحان اللہ وہاں تو ذکر شریف سے وہ حالت پیدا ہو رہی ہے جو بڑے بڑے فاضل معاصروں سے افضل بنا دیتی ہے اور یہاں ہنوز اُس کے جواز و عدم جواز میں اختلاف پڑا ہوا ہے بلکہ وہ تدبیریں نکالی جاتی

ہیں کہ کہیں ذکر شریف کے مجلسین نہونے پائیں۔ بھلا ذرا تو سوچنا چاہئے
ذکر شریف کے مجلسین ہوا کریں اور برکات اس کے مسلمانوں پر فائض
ہوتے رہیں تو اس سے کسی کا کیا نقصان ہوگا۔ حق تعالیٰ بالطفیل اپنے حبیب
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں کی کج فہمیوں کو دفع فرماوے اور در
منظم میں ابن حجر ہیثمی رح اور شفا میں قاضی عیاض رح نے بسند متصل روایت
کی ہے عن ابن حمید قال ناظر ابو جعفر امیر المومنین بالکافی مسجد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا امیر المومنین لاترفع صوتک فی ہذا المسجد فان اللہ تعالیٰ
ادب قوماً فقال لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ومدح قوماً فقال ان الذین یغضون
اصواتہم عند رسول اللہ الایہ وذم قوماً فقال ان الذین ینادونک من وراء الحجرات
الایہ وان حرمتہ میتا کحرمتہ حیا فاستکان لہا ابو جعفر وقال یا ابا عبداللہ استقبل
القبلہ وادعوام استقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ولم تصرف وجھک
عنہ وہو وسیلتک ووسیلۃ ابیک آدم علیہ السلام الی اللہ یوم القیمۃ بل
استقبلہ واستشفع بہ فیشفعک اللہ وقال اللہ تعالےٰ ولوانہم اذ ظلموا انفسہم
جاؤک الایہ ترجمہ امیر المومنین ابو جعفر منصور نے جو (خلفائے عباسیہ
سے دوسرے خلیفہ ہیں) امام مالک رح کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی
مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں اُن کی کچھ آواز بلند ہوگئی۔ امام مالک رح نے
کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ حق تعالیٰ نے تادیب
کی ایک بہتر قوم کی اس آیۂ شریفہ میں یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ اور مدح کی ان لوگوں کی جو حضرت کے

پاس آواز پست کیا کرتے تھے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ الآیۃ اور مذمت کی اُس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضرت صلے
کو پکارتے تھے چنانچہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ
اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت بعد انتقال کے
وہی ہے جو قبل انتقال تھی۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل
ہو گئے۔ پھر پوچھا اے ابا عبداللہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوں۔ کہا حضرتؐ سے کیوں منہ پھیرتے ہو
وہ کو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپکے باپ آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز
تو حضرت کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت و سفارش طلب کیجئے کہ حق تعالے
شفاعت حضرت کی قبول کرے گا کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا
اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا یعنی وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا اپنی ذاتوں پر اگر آویں آپ کے
پاس اور مغفرت چاہیں اللہ تعالے سے اور مغفرت چاہیں رسول (صلی اللہ
علیہ وسلم) اُن کے لئے تو پاویں گے وہ اللہ تعالی کو مغفرت کرنے والا
اور رحم کرنے والا انتہی۔ اب اُن حضرات کے اعتقادوں کو دیکھئے کہ امام
مالکؒ نے آواز بلند کرنے کے باب میں ان آیات پر استدلال کیا۔
یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ اور
اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اور خلیفہ
وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اور یُنَادُوْنَكَ کے معنی یہاں کیونکر

صادق آتے ہیں اور اگر اجتہاد کیا گیا تو طریقہ اُس کا کیا ہے پھر یہ بھی
نہ تھا کہ خلیفہ موصوف کچھ جاہل ہوں کیونکہ تاریخ خمیس وغیرہ کتب تواریخ
میں مصرح ہے کہ وہ نہایت کامل العقل اور رقیق النفس عالم جید اور ادیب
و متدین تھے مگر معلوم نہیں اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی جس نے
خلیفہ وقت کو عین مباحثہ میں ساکت کر دیا۔ اگر اس زمانہ میں کوئی شخص اس
قسم کا استدلال کرے تو صدہا شاخ شانے اسمیں نکالے جائینگے۔ اب اگر کوئی
شخص اس استدلال کی نزاکت کو نہ سمجھکر اسمیں کچھ کلام کرے تو کسی مسلمان سے
یہ نہو سکے گا کہ معترض کی رائے کو امام مالک رح کی رائے پر ترجیح دے
کیونکہ امام مالک رح وہ شخص ہیں کہ جن کے شاگردوں کے شاگرد ہونے پر امام
بخاری و مسلم وغیرہ اکابر محدثین رحمہم اللہ کو فخر ہے بلکہ یہ سمجھنا اُسکا اوسکی غباوت اور
بیعلمی پر محمول ہونا چاہیئے بات یہ ہے کہ جیسے قوت ایمانیہ میں ضعف بڑھتا چلا
جاتا ہے ویسا ہی قوت نظری و فکری میں بھی روز بروز کمی ہوتی چلی جاتی
ہے۔ اب اگر کوئی کثرت تصانیف کو پیش کر کے کچھ دعویٰ کرے تو اُس کا
ابطال اُن احادیث شریفہ سے ہو جائے گا جن میں خیر القرون ہونا اُس
زمانہ کا اور کم ہو جانا علم کا آخری زمانہ میں وارد ہے۔ اور ابن تیمیہ نے رفع
الملام عن الائمۃ الاعلام میں لکھا ہے بل الذین کانوا قبل جمع ہذہ الدواوین کانوا
اعلم بالسنۃ من المتاخرین بکثیر لان کثیرا مما بلغہم وصح عندہم قد لا یبلغنا الا عن مجہول
او باسناد منقطع او لا یبلغنا بالکلیۃ فکانت دواوینہم صدورہم التی تحوی اضعاف
ما فی الدواوین وہذا امر لا یشک فیہ من علم القضیۃ یعنی کوئی عالم اس میں شک

نہیں کرسکتا کہ قدما متاخرین سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے بہت سی حدیثیں ہم تک پہنچی ہی نہیں اور اگر پہنچی تو ضعیف ہوکر اُنکے نزدیک ہی حدیثیں صحیح تہیں اگرچہ اِس روایت سے کئی مباحث متعلق ہیں مگر بخوف تطویل صرف اسی پر اکتفا کیا گیا انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بحسب موقع ذکر کیجائیں گی یہاں اِسی قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ امام مالک رح نے ان آیات سے وہ ادب استنباط کیا کہ قیامت تک اہل ایمان جس کی بدولت بہرہ اندوز اور متمتع رہیں گے جزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء بخاری شریف میں روایت ہے عن السائب بن یزید۔ قال کنت قائما فی المسجد فحصبنی رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذہب فأتنی بہذین فجئتہ بہما قال من انتما او من این انتما قالا من اہل الطائف قال لو کنتما من اہل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترجمہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایکبار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں کہا جاؤ اور ان دو شخصوں کو لے آؤ جب ان دونوں کو انکے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو یا کہاں والے ہو کہا طائف والے فرمایا اگر تم اس شہر والے ہوتے تو میں ضرور تمکو اذیت پہنچاتا اور مارتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تم آواز بلند کرتے ہو انتہی۔ اِس خبر سے ظاہر ہے کہ مسجد شریف میں کوئی آواز بلند نہیں کرسکتا تھا۔ اور اگر کرتا تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا باوجودیکہ سائب بن یزید چنداں دور نہ تھے مگر اسی ادب سے عمر رضی اللہ عنہ نے اُنکو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینککر اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ تمام ادب اسی وجہ سے تھے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم بحیات ابدی وہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر لحاظ صرف
مسجد ہونے کا ہوتا تو کوئی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کی کوئی ضرورت
نہ تھی۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل بلد کیلئے خاص فرمایا جنکو مسجد شریف
کے آداب بخوبی معلوم تھے اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طایف بھی معذور
نہ کیے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں۔ اس سے بھی قول امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ کا صادق آگیا جو خلیفہ منصور رح سے کہا تھا ان حرمتہ میتا کحرمتہ
حیا۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے
کہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی عادت تھی کہ جب کبھی ذکر مبارک آنحضرت صلی اللہ
وسلم کا کرتیں بابی کہتیں فرماتی ہیں وقلما ذکرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الاقالت بابی یعنی کم اتفاق ہوتا تھا کہ ذکر شریف کے وقت یہ لفظ نہ کہتی ہوں
معنی اس کے یہ ہیں کہ میرے باپ فدا ہوں حضرت پر۔ صحابہ اکثر بابی انت
وامی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے تھے چنانچہ کتب صحاح میں
موجود ہے۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ آپ کے اشفاق و مراحم کے روبرو مہر مادری
و پدری کی کچھ حقیقت نہیں ان دونوں کو آپ پر سے فدا کرنا چاہیے۔ سبحان اللہ
کیا ادب تھا کہ روبرو تو روبرو و غائبانہ بعد وفات شریف کے بھی وہ ادب
مرعی تھا کہ جب تک ماں باپ کو فدا نہیں کرتے نام مبارک کو ذکر نہیں کرتے تھے
کیوں نہو یہ نام مبارک وہ تھا کہ کفار بھی جس کے ذکر میں بسا وقت متادب
ہو جاتے تھے چنانچہ قسطلانی رح نے مواہب میں اور زرقانی رح نے اسکی
شرح میں لکھا ہے کہ ایک جماعت قبیلہ کندہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ الفاظ تحیت کے ادا کئے جو اس زمانہ میں
سلاطین کے حضور میں کہے جاتے تھے یعنی ابیت اللعن حضرت نے فرمایا
میں بادشاہ نہیں ہوں محمد بن عبداللہ ہوں کہا ہم آپکو نام لیکر نہ پکارینگے
فرمایا میں ابوالقاسم ہوں کہا اے ابوالقاسم فرمائیے کہ ہمنے اپنے دلمیں کیا چھپایا
ہے فرمایا یہ تو کاہنونکا کام ہے اور کاہن اور اُنکا پیشہ دوزخی ہے کہا پھر
کیونکر معلوم ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک مٹھی کنکریاں اُٹھائیں اور فرمایا دیکھو یہ گواہی دیتی ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں
اور ساتھ ہی کنکریاں دستِ مبارک میں تسبیح کرنے لگیں۔ پھر تو سب کے سب گھبرا
اٹھے کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اور سب
مشرف باسلام ہوئے انتہی ملخصاً۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ قبل امتحان مشرف باسلام
نہیں تھے باوجود اس کے نام لینے میں ترک ادب سمجھا۔ کیا تعجب ہے کہ یہی
ادب پسند آگیا ہو جس سے ابدالآباد کیلئے عزت و شرافت حاصل ہوگئی۔ ہرچند
کہ نام پاک خود ایک ایسا جامع لقب ہے جسمیں تمام القاب پسندیدہ اور محامد
برگزیدہ شامل کردئے گئے ہیں مگر بااین ہمہ ادب والونکی زبانیں وہاں خود
بخود رک جاتی ہیں۔ اور جنکی زبانوں نے خیرہ سری کی اور بیباکانہ نام لینا شروع کیا
حق تعالیٰ کیجانب سے اُنکی تادیب ہوگئی چنانچہ امام سخاوی رح نے بروایات
متعددہ ثابت کیا ہے۔ کہ بعض لوگ جو نام لیکر حضرت کو پکارتے تھے اُن کو
حق تعالےٰ نے منع فرمادیا جس سے عظمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم

ہو کما قال فی القول البدیع قال الضحاک عن ابن عباس انہم کانوا یقولون یا محمد یا

ابا القاسم فنہاہم اللہ عز وجل اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قولوا یا نبی اللہ
یا رسول اللہ وکذا قال مجاہد وسعید بن جبیر وقال مقاتل ابن حیان لا تسموہ اذا
دعوتموہ یا محمد ولا تقولوا یا ابن عبد اللہ ولکن شرفوہ تقولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ
وقال قتادۃ امر اللہ ان یہاب نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وان یجبل وان یعظم وان
یسود وقال مالک عن زید بن اسلم امرہم ان یشرفوہ وقیل فی معنی الآیۃ غیر ہذا یہاں
یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ اہل اسلام پہلے ہی سے جانتے تھے کہ نام لینا بے
ادبی ہے اسلئے بکمال ادب یا رسول اللہ وغیرہ القاب کیساتھ خطاب کیا کرتے
تھے البتہ کفار جو اس بے ادبی کے مرتکب ہوتے تھے اُنکے لئے آیۃ شریفہ
لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ نازل ہوئی ابن قیم رح نے جلاء الافہام میں لکھا
ہے حیث قال ان اللہ تعالیٰ قال لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ
كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ فامر سبحانہ ان لا یدعی رسولہ بما یدعو الناس بہ بعضہم بعضا
بل یقال یا رسول اللہ ولا یقال یا محمد وانما کان ہذا فی خطابہ تسمیتہ باسمہ وقت
الخطاب للکفار واما المسلمون فکانوا یخاطبونہ بیا رسول اللہ نقلہ القسطلانی فی مسالک
الحنفاء عن جلاء الافہام لابن قیم رح۔ یہاں ایک اعتراض کو گنجایش ہوسکتی ہے
کہ ابی امامہ بن سہل سے روایت ہے کہ ایک شخص کسی ضرورت سے عثمان
رضی اللہ عنہ کے پاس ہر روز حاضر ہوا کرتا تھا مگر آپ اُس کی طرف توجہ نہیں فرماتے
تھے۔ ایک روز انہوں نے عثمان بن حنیف سے یہ واقعہ بیان کیا انہوں نے
کہا کہ وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو۔ اور پھر یہ دعا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ نَبِيِّ

الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فَيَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ۔ اور پھر اپنا مقصود بیان کرو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے حضور میں گئے وہ ہنوز وہاں پہونچے نہ تھے کہ بواب سبقت کر کے اُنکے پاس آیا اور اُنکا ہاتھ پکڑ کے عثمانؓ کی خدمت میں حاضر کیا عثمانؓ نے اُنکو باعزاز تمام قالین پر بٹھا کر حال دریافت کیا جب انہوں نے اپنی احتیاج بیان کی فرمایا میں نے ابتک سمجھا نہ تھا کہ تمہاری یہ حاجت تھی اور فوراً وہ حاجت روا کر کے فرمایا کہ جب کبھی تمہیں کچھ احتیاج ہو کہدیا کرو راوی کہتے ہیں کہ وہ عثمانؓ کے پاس سے سیدھے عثمان بن حنیف کے پاس آئے اور کہا کہ حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آپکی سفارش سے پہلے عثمانؓ نہ میری طرف دیکھتے تھے نہ میری حاجت کیطرف۔ کہا مجھسے انسے تو بات ہی نہیں ہوئی یہ اثر اسی نماز دُعا کا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی اس قسم کا واقعہ درپیش ہوا تھا کہ ایک نابینا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بصارت اپنی پھر عود کرے حضرتؐ نے اسی نماز و دعا کی تعلیم فرمائی چنانچہ وہ شخص فوراً بینا ہو گیا امام سخاوی رح نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ روایت کیا اِس حدیث کو نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی اور امام احمد بن حنبل اور ابن خزیمہ اور حاکم اور بیہقی نے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح اور شرط شیخین پر ہے۔ انشاءاللہ کسی مقام پر یہ حدیث بعینہ بھی نقل کیجائیگی۔ مقصود یہاں اسیقدر ہے کہ اس دعا میں صراحۃً نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا لقب کے مذکور ہے حالانکہ ابھی ممانعت اس کی ثابت کیگئی ہے جواب

اس اشکال کا امام سخاوی رح نے قول بدیع میں دیا ہے کہ وہ دعا جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کی تھی بعینہ انہیں الفاظ کیساتھ عثمان بن حنیف نے بھی تعلیم کی اس لئے کہ دعاؤں کے الفاظ میں تصرف اور کمی وزیادتی نہیں چاہیے اور جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلال ہر مسلمان کے دل میں ہوا کرتے ہے۔ حیث قال تحتمل ان یکون الصحابی ومن نحا نحوہ فہم اختصاص ہذا الموطن بما ارشد الیہ صلی اللہ علیہ وسلم وراہ ان الفاظ الدعوات والاذکار لا یتصرف فیہا بالزیادۃ والنقص بل یقتصر فیہا علی النص اذا کتفی بما دتر فی قلب کل مسلم من تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ واللہ الموفق امام سخاوی رح نے جو لکھا ہے کہ الفاظ دعا میں کمی وزیادتی نہیں چاہے اسی بناپر بزرگان دین اور مشائخین رح کے نزدیک جو اعمال واشغال یا اسمائے وغیرہ سینہ بسینہ چلے آتے ہیں اسمیں کمال درجہ کا احتیاط کیا جاتا ہے کہ کمی وزیادتی بالکل نہونے پائے اور تجربوں سے بھی ثابت ہے کہ اگر ان الفاظ معینہ میں فرق کر دیا جائے یا بغیر اجازت کے وہ اعمال عمل میں لائے جائیں تو کچھ تاثیر بھی نہیں ہوتی الحاصل اس دعا میں نام مبارک ضرورۃ بلا لقب ذکر کیا گیا ورنہ صحابہ وتابعین جب کبھی نام مبارک کو ذکر کرتے لقب کیساتھ ذکر کیا کرتے اسی وجہ سے متاخرین رحمہم اللہ نے مستحسن سمجھا ہے کہ نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب لیا جائے خواہ درود شریف میں یا سوائے اس کے لفظ سیدنا کہنا چاہئے خصوصاً حرمین شریفین کے علما ومشائخین کو تو اسمیں نہایت ہی اہتمام ہے۔ اور چونکہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ آخری زمانہ میں ایمان

کا مرجع مدینہ منورہ ہی ہوگا کما فی المشکوٰۃ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی جحرھا متفق علیہ
اسلئے طالبین حق کو چاہیئے کہ جن امور کو وہاں کے علما دینی حیثیت سے مستحسن
سمجھتے ہیں اسمیں انکا اتباع کیا کریں۔ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ عبداللہ بن
شخیر کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفد بنی عامر میں تشریف
لیگئے اور میں بھی ساتھ تھا میں نے عرض کیا (انت سیدنا) فرمایا السید اللہ تبارک و تعالےٰ
ظاہراس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے اس لفظ کو جائز نہیں
رکھا۔ جواب اسکا یہ ہے کہ اس موقع میں تواضعاً یہ فرمایا ہوگا ورنہ اطلاق اس لفظ
کا اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں پر کئی حدیثوں میں وارد ہے چنانچہ حدیث قوموا الی سیدکم
بخاری شریف سے بحث قیام میں ابھی نقل کیگئی اور عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر اور بلال
رضی اللہ عنہما کو بلفظ سیدنا ذکر کیا چنانچہ کنز العمال میں یہ روایت ہے عن عمر قال
ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا ابن سعد حاک والخرائطی فی مکارم الاخلاق یعنی
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوبکرؓ ہمارے سید ہیں اور ہمارے سید یعنی بلالؓ کو
آزاد کیا۔ جب اطلاق اس لفظ کا صحابیوں پر جائز ہوا تو سید الانبیا والمرسلین پر جائز
و مستحسن ہونہیں کیا کلام خود حضرت فرماتے ہیں کما فی المستدرک للحاکم عن جابر بن
عبداللہ قال صعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال من
انا قلنا رسول اللہ قال نعم ولکن من انا قلنا انت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن
ہاشم بن عبد مناف قال انا سید ولد آدم ولا فخر قال الحاکم ہذا صحیح الاسناد۔ ترجمہ
روایت ہے جابر بن عبداللہ رضؓ سے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ممبر پر چڑھے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا میں کون ہوں ہم نے عرض کیا
اللہ کے رسول ہیں پھر وہی سوال فرمایا ہم نے عرض کیا آپ محمدؐ بن عبداللہ بن
عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہیں فرمایا میں سید اولاد آدم ہوں اور کچھ فخر
نہیں کہا حاکم رح نے یہ حدیث صحیح ہے انتہیٰ۔ اور مواہب اللدنیہ اور زرقانی
میں ہے وقد روی الترمذی وقال حسن صحیح واحمد وابن ماجہ وصححہ الحاکم عن ابی
سعد الخدری رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم یوم القیمۃ
ولا فخر وفی حدیث ابی ہریرۃ مرفوعا عند البخاری ومسلم والترمذی واحمد انا سید
الناس یوم القیمۃ وفی روایۃ للبیہقی انا سید العالمین انتہی ملخصاً ان احادیث
سے سید اولاد آدم بلکہ سید الناس بلکہ سید العالمین ہونا حضرتؐ کا ثابت ہے
غرض حضرت کی سیادات اور لفظ سیدنا کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا
البتہ اسمیں کلام ہو سکتا ہے کہ ہم میں صلاحیت ہے یا نہیں۔ اسیوجہ سے
بزرگوں نے کہا ہے ؎ نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم * زانکہ نسبت
بسگ کوئے تو شد بے ادبی۔ مگر چونکہ یہ بارگاہ رحمۃ للعالمینی ہے اسلئے
امید قوی ہے کہ اس قسم کی بے ادبی کا لحاظ نہو گا۔ اب رہا یہ کہ صاحب
قاموس مجدالدین فیروزآبادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جن درودوں
کی تعلیم حضرتؐ نے کی ہے اسمیں لفظ سیدنا نہیں ہر چند تواضعاً یہ لفظ نہ فرمایا
ہو گا۔ مگر تاہم امتثال امر اولی ہے اور اسی طرح شیخ السنوی رح نے لفظ سیدنا
کی زیادتی میں اسوجہ سے تردد کیا ہے کہ شیخ عز الدین بن عبدالسلام نے
اس مسئلہ کی بنیاد اسی پر رکھی ہے کہ امتثال امر افضل ہے یا سلوک ادب امام

سخاوی رح نے قول بدیع میں اسکا جواب یہ دیا ہے کہ ادب بلفظ سیدنا شرعاً مطلوب ہی چنانچہ بروایت صحیحین ثابت ہے کہ قوموا الی سیدکم خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جس سے معلوم ہوا کہ اطلاق اس لفظ کا عموماً درست ہے۔ پہر اگر یہ لفظ درود شریف میں زیادہ کیا جاوے تو امتثال امر میں کوئی نقصان لازم نہ آئیگا۔ اور ایک ایسے امر واقعی کا بیان ہوگا جسمیں ادب ملحوظ ہے اسلئے زیادتی اس لفظکی افضل ہے۔ قال وقرأت بخط بعض محققی من اخذت عنہ مانصہ ان الادب مع من ذکر مطلوب شرعاً بذکر السید ففی الصحیحین قوموا الی سیدکم ای سعد بن معاذ وسیادتہ بالعلم والدین وقول المصلین اللھم صل علی سیدنا محمد فیہ الاتیان بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ہو ادب فہو افضل من ترکہ فیما یظہر من الحدیث السابق وان تردد فی افضلیتہ الشیخ الاسنوی ذکر ان فی حفظہ قدیما ان الشیخ عز الدین بن عبد السلام نباہ علی ان الافضل سلوک الادب او امتثال الامر واللہ المعین یہاں یہ امر بہی غور طلب ہے کہ اگر لفظ سیدنا زیادہ کیا جاوے تو امتثال امر میں کسقدر فرق لازم آئیگا جسکی وجہ سے صاحب قاموس رح نے اس لفظکو ترک کرنا مناسب سمجہا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ مقصود درود شریف کے پڑہنے سے یہ ہے کہ بارگاہ ربوبیت میں ظاہر کیا جائے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاگو اور خیرخواہوں میں ہم بہی شریک ہیں ورنہ خود حق تعالے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ صلوۃ بہیجتا ہو تو ہماری دعا وصلوۃ کس شمار میں ہے دوسرا یہ اگر درود دعا ہی ہوتا تو ہر شخص پر درود پڑہنا درست ہوتا حالانکہ کئی روایتوں سے کراہت اور ممانعت اسکی ثابت ہی چنانچہ ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے کسی پر درود پڑہنا نہیں چاہیے۔ اور ایسا ہی سفیان ثوری رح بہی اسکو مکروہ سمجھتے تھے۔ اور عمر بن عبد العزیز رح نے کسی عامل کو لکہا کہ قصہ گویوں نے بادشاہوں اور امیروں پر درود بہیجنا ایجاد کیا ہے انکو حکم کردو کہ صلوٰۃ خاص انبیا پر پڑہا کریں اور عام مسلمانوں کے حق میں دعا کریں چنانچہ امام سخاوی رح نے قول بدیع میں لکہا ہے۔ عن ابن عباس رض قال ما اعلم الصلواۃ ینبغی علی احد من احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن یدعی للمسلمین والمسلمات اخرجہ ابن ابی شیبۃ واسمعیل القاضی فی احکام القران والصلوۃ النبویۃ لہ والطبرانی والبیہقی وسعد بن منصور وعبد الرزاق بلفظ لا ینبغی الصلوۃ من احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجالہ رجال الصحیح وقال سفیان الثوری رح یکرہ ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ البیہقی وفی روایۃ اخرجاہو وعبد الرزاق ایضاً یکرہ ان یصلی الا علی نبی وجاء عن عمر بن عبد العزیز فیمارونیاہ فی فضل الصلوۃ لاسمعیل القاضی واحکام القران لہ من طریق ابن بکر بن ابی شیبۃ باسناد حسن ان عمر کتب اما بعد فان ناسا من الناس قد التمسوا عمل الدنیا بعمل الآخرۃ وان ناسا من القصاص قد احدثوا فی الصلواۃ علی خلفائہم وامرائہم عدل صلوتہم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاءک کتابی فمرہم ان تکون صلوتہم علی النبیین خاصۃ ودعاؤہم للمسلمین عامۃ ویدعوا ماسوی ذلک انتہیٰ اور یہ بہی قول بدیع ہی میں لکہا ہے قال البیہقی رح عقب حدیث ابن عباس رض وقول الثوری بالمنع مانصہ وانما اراد واللہ اعلم اذا کان علی وجہ التکریم عند ذکرہ تحیۃ فانما ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ فاما اذا کان ذلک علی وجہ الدعاء والتبرک فانہ ذلک جائز لغیرہ انتہیٰ

ہذا عبارتہ فی الشعب وقال نحوہ فی السنن الکبری یعنی بیھقی رح نے شعب الایمان اور سنن کبری میں لکھا ہے کہ ابن عباس رض اور سفیان ثوری رح سے غیر انبیاء پر درود کی ممانعت جو مروی ہے مقصود اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بطور تکریم و تحیت نہ چاہئے کہ وہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اگر بطور دعا و تبرک ہو تو کچھ مضایقہ نہیں انتہی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صلوۃ جو مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے وہ صرف دعا نہیں جس سے حضرت کی بھلائی مقصود ہو۔ بلکہ مقصود اس سے ہماری بھلائی ہے اور فائدہ اس کا ہماری طرف ہی عود کرتا ہے چنانچہ امام فاکہانی رح نے فجر المنیر فی صلوۃ علی البشیر النذیر میں لکھا ہے فان قلت اذا کان اللہ صلی علیہ فما فائدۃ طلب الحاصل وایجاد الموجود قلت صلوتنا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادۃ لنا وزیادۃ حسنات فی اعمالنا وترقی البرکات الملبوثۃ فینا المنزلۃ علینا یعنی اگر کوئی کہے کہ جب حق تعالی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوۃ بھیجتا ہے تو پھر دعا کرنا کہ اللہ تعالی حضرت پر صلوۃ بھیجے اس سے کیا فائدہ یہ تو تحصیل حاصل اور ایجاد موجود ہے جواب اس کا یہ ہے کہ صلوۃ طلب کرنا ہمارے لئے عبادت ہے جس سے اعمال ناموں میں ہماری زیادتی حسنات کی ہووے اور ہم پر برکات نازل ہوں اسی طرح ابن حجر ہیثمی رح نے در منضود میں لکھا ہے فان جمیع فائدتہا للمصلی لدلالتہا علی وضوح العقیدۃ وخلوص النیۃ واظہار المحبۃ والمداومۃ علی الطاعۃ والاحترام للواسطۃ الکریمۃ فہی محبۃ لہ وتوقیرہ من اعظم شعب الایمان لما فیہما من اداء شکرہ الواجب علینا بعظیم منۃ علینا بنجاتنا من الجحیم وفوزنا بالنعیم المقیم یعنی

فائدے درود شریف کے درود پڑھنے والے کیلئے ہیں اس لئے کہ اُس سے حسن اعتقاد اور خلوص نیت معلوم ہوتا ہے اور اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم محبت اور اطاعت اور احترام میں اپنے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرگرم ہیں جو نکرم واسطہ ہیں ہمارے اور حق تعالے کے درمیان میں اور اس سے محبت و توقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیجاتی ہے جو ایک بڑا شعبہ ایمان کا ہے کیونکہ اُس سے حضرت کے احسانوں کی شکر گذاری ہوتی ہے جو ہمپر ثابت ہیں انتہیٰ الحاصل مقصود درود شریف سے اپنی بہبودی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیرخواہوں اور دعاگویوں میں شریک ہوکر مغفرت ذنوب کا استحقاق حاصل کریں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اکثروا الصلوٰۃ علیّ فان صلوتکم علیّ مغفرۃ لذنوبکم الحدیث ابن عساکر نے حسنؓ بن علی ت ک عن ابی ہریرہؓ رواہ فی کنز العمال ترجمہ ابن عساکر حسن الحسن بن علی رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی وحاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھپر تم زیادہ درود پڑھا کرو اسلئے کہ تمہارا مجھپر درود پڑھنا تمہارے گناہوں کی مغفرت ہے انتہیٰ جب مقصود یہ ٹھیرا تو جسقدر ثنا وصفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درود شریف میں کیجاوے بےموقع نہوگی مؤید اسکی یہ حدیث شریف بھی ہوسکتی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انکم تعرضون علیّ باسمائکم وسیماکم فاحسنوا الصلوٰۃ علیّ عبدالرزاق عن مجاہد مرسلا صحیح کذا فی کنز العمال ترجمہ مجاہد رح سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ پیش کئے جاتے ہو مجھپر ناموں اور علامتوں کے

ساتھ اس لئے اچھی طرح سے مجھپر درود بھیجا کرو یہ روایت صحیح ہے انتہیٰ -
الحاصل لفظ سیدنا کی زیادتی میں اس اعتبار سے تو کوئی تقصیر لازم نہیں بلکہ
من وجہ مقصود کی تائید ہی ہوگی - ہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو الفاظ زبان مبارک
سے نکلے تھے اُن میں فرق پڑگیا - مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امتثال امر میں
کوئی بے اعتنائی ہوئی ہو - اس لئے کہ جتنے الفاظ کہنے کا ارشاد ہوا تھا اس
زیادتی سے اُن میں کوتاہی نہوئی - اگر کہا جاوے کہ خاص اُن الفاظ کی
برکت اس میں نہوگی تو ہم کہیں گے کہ اس برکت کے لئے وہ الفاظ بعینہا
موجود ہیں اگر صرف اس لفظ زاید میں وہ برکت نہیں تو ادب و تعظیم و توقیر
جو اس لفظ سے معلوم ہوتی ہے خالی از برکت نہوگی اور اس وجہ سے کہ
مقصود اس لفظ سے ادب ہے تو اُس کے زیادہ کرنے میں کوئی محل تردد
نہیں اسلئے کہ جہاں قطعاً امتثال امر میں کوتاہی لازم آتی تھی صدیق اکبر اور علی
رضی اللہ عنہما نے ادب ہی کو ترجیح دی جس کا حال ابھی معلوم ہوا تو پھر یہاں ادب
کے اختیار کرنے میں کیا کلام - بادنیٰ تامل یہ بات سمجھہ میں آسکتی ہے کہ جب
حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اولین و آخرین بلکہ تمام عالم کا
سردار بنادیا ہے جسکی خبر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے تو ہمکو بھی
چاہئے کہ اُس سیادت کا اقرار ہر وقت حق تعالیٰ کے روبرو یعنی بحضور قلب کیا
کریں جیساکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان حشر میں حق تعالیٰ کے روبرو
عرض کریں گے بلکہ خود حق تعالیٰ کیطرف سے اُسکا القا ہوگا چنانچہ کنز العمال میں
مسند امام احمد اور دارمی اور ابن راہویہ اور حارث اور ابو یعلیٰ اور ابو عوانہ اور

صحیح بن حبان وغیرہ کتب حدیث سے ایک روایت طویل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے جسمیں اُسکی تصریح ہے فیفتح اللہ علیہ من الدعاء شیئا لم یفتحہ علی
بشر قط فیقول ای رب خلقتنی سید ولد آدم ولا فخر الحدیث یعنی جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کی اجازت لینے کا قصد فرماوینگے اسوقت حق تعالے
ایک ایسی دعا کا الہام حضرت کو فرمائیگا کہ کسی کو وہ الہام نہ ہوا ہو عرض کریں گے
اے رب تونے مجھے سردار بنی آدم کا پیدا کیا اور کچھ فخر نہیں وغیرہ وغیرہ
اس سے اور ایک بات معلوم ہوئی کہ سیادت حضرت کی تخلیق ہی کیوقت ملحوظ
تھی - جو لفظ خلقتنی سے ظاہر ہے - پھر اس سیادت کا کون انکار کرسکے الحاصل
لفظ سیدنا سے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی تعظیم مقصود ہے
جو نص قطعی سے ثابت ہے کما قال تعالے لتعزروہ وتوقروہ
اسمیں کسی مسلمان کو کلام کی گنجایش نہیں - بطفیل حضرت کے اس شخص کی تعظیم
کی ضرورت ہے جس کا نام محمد ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے عن
ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اذا سمیتم محمدا فلا تضربوہ ولا تحرموہ رواہ
البزار ترجمہ روایت ہے ابی رافع سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو اس کو مت مارو اور مت محروم کرو انتہی - وعن علی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمیتم الولد محمدا فاکرموہ واوسعوا لہ
فی المجلس ولا تقبحوا لہ وجہا ترجمہ روایت ہے علی رضی اللہ عنہ سے کہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی لڑکے کا نام محمد رکھو تو
اُسکی بزرگی کرو اور مجلس میں اُس کے لئے جائے کشادہ کرو اور مت کرو اُسکی

مذمت اور توہین انتہیٰ وعن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم اذا سمیتم محمداً
فلا تخلیبوہ ولا تحرموہ وتقبحوہ بورک فی محمد وفی بیت فیہ محمد ومجلس فیہ محمد رواہ
الدیلمی ترجمہ روایت ہے جابرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
تم کسی کا نام محمدؐ رکھو تو اس کو بے نصیب اور محروم مت کرو برکت دیگئی ہے
محمدؐ میں اور اس گھر میں جسمیں محمد ہو اور جس مجلس میں محمد ہو انتہیٰ وعن انسؓ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمون محمداً ثم تسبونہ رواہ عبد بن حمید ترجمہ
روایت ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم
لوگ نام محمدؐ رکھتے ہو پھر اُس شخص کو گالیاں دیتے ہو وعن انسؓ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمون اولادکم محمداً ثم تلعنونہم البزار ع ک ترجمہ
روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی اولاد کا
نام محمدؐ رکھتے ہو پھر اُن پر لعنت کرتے ہو انتہیٰ یہ پانچوں روایتیں کنز العمال میں
ہیں **الحاصل** ان روایتوں سے ثابت ہے کہ علاوہ نام مبارک کی بزرگی
کے جس شخص کا وہ نام رکھا جائے اُس شخص کی بزرگی اور اُس سے ادب کرنا
ضرور ہو جاتا ہے۔ اب بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اُس نام والے کی
بزرگی کیوں کیجائے اگر نام کی توہین کا لحاظ ہے تو صرف نام لیکر بدگوئی کرنا
ممنوع ہوتا تاکہ ایہام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہو جیسا کہ عمرؓ کے
ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال نظر عمر بن الخطاب الے
ابی عبد الحمید وکان اسمہ محمداً ورجل یقول لہ فعل اللہ بک وفعل وجعل یسبہ فقال
عند ذلک یا ابن زید ادن منی الا اری محمداً یسب بک واللہ لا تدعی محمداً ما دمت حیا

وسماہ عبدالرحمٰن ثم ارسل الی بنی طلحۃ وہم یومئذ سبعۃ واکبرہم وسیدہم محمد بن طلحۃ

فاراد ان یغیر اسمہ فقال محمد بن طلحۃ یا امیر المومنین انشدک اللہ ان سمانی محمدا

الا محمد فقال عمر قوموا فلا سبیل الی شئی سماہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابن سعد حم وابو نعیم فی المعرفۃ ذکرہ فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے ۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص ابی عبدالرحمٰن کو جنکا نام محمدؐ تھا۔ سخت سست کہہ رہا ہے انکو اپنے نزدیک بلایا اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ محمدؐ تمہاری وجہ سے گالیاں دئے جاتے ہیں قسم خدا تعالٰے کی آج سے تم بنام محمدؐ کبھی نہ پکارے جاؤ گے اور اُن کا نام عبدالرحمٰن رکھدیا پھر فرزندان طلحہ کو بلوایا جنمیں بڑے فرزند کا نام محمدؐ تھا اس غرض سے کہ اُن کا بھی نام بدلدیں محمدؐ بن ابی طلحہ نے کہا کہ خدا کے لئے آپ یہ کیا کرتے ہو خود محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام محمدؐ رکھا ہے فرمایا جب حضرتؐ نے یہ نام رکھا ہے تو اس کے بدلنے کی کوئی سبیل نہیں اور انکو اجازت دی انتہی۔ اگرچہ بظاہر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمدؐ کا گالیاں دئے جانا گوارا نہوا مگر اصل واقعہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس شخص نے نام لیکر گالیاں نہیں دیں جس میں شائبہ توہین نام کا ہوتا اُس نے تو خطاب کر کے فعل اللہ بک وفعل کہا تھا نہ یہ کہ فعل اللہ بمحمد وفعل اگر باوجود ان کی حضوری کے نام لیکر یہ کہتا تو عمر رضی اللہ عنہ بے سزا دئے اُسکو کبھی نہ چھوڑتے بہرحال عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ملال جو ہوا سو اس شخص ہی کی توہین سے ہوا ورنہ مذکورہ احادیث سے بھی ثابت ہے کہ اس نام والے کی تعظیم و توقیر چاہئے کیونکہ اس کو مجلس میں کشادہ

جگہہ دینا اور محروم نہ کرنا ذات سے متعلق ہے نام سے اُن امور کو کچھہ
تعلق نہیں نہیں معلوم اسقدر شرافت اُس شخص کی ذات میں کہاں سے
آگئی کیونکہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ ذات میں سرایت کر جائے وہ تو ایک لفظ
ہے جو زبان پر جاری ہوتا ہے مسمی سے اسکو کیا علاقہ پھر اس نام کی شرافت
عقلاً ثابت ہونا دشوار ہے جب خود اس نام کی شرافت ثابت نہو سکے تو
دوسرا شخص اس نام کیوجہ سے کیونکر مشرف و مکرم ہو سکے گا۔ مگر چونکہ اسبابمیں
صراحتہ حدیثیں وارد ہو گئیں تو اہل ایمان سے پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ارشاد
کے مقابلہ میں عقل کی سنیں ایمان تو اسی کا نام ہے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسکو مان لیا پھر اگر وہ مطابق عقل کے بھی ہے تو فبہا ورنہ عقل کو اس
ارشاد کے آگے قربان کر دیا۔ غرض کہ کسی چیز پر متبرک نام آنے کیوجہ سے
اسکا مکرم ہونا شارع علیہ السلام کے ارشاد سے ثابت ہے اب نام مبارک کی برکت
کو دیکھیے وفی الحلیۃ لابی نعیم عن وہب بن منبہ قال کان رجل عصی اللہ مائۃ سنۃ
ای فی بنی اسرائیل ثم مات فاخذوہ فالقوہ فی مزبلۃ فاوحی اللہ تعالی الی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام ان اخرجہ فصل علیہ قال یارب ان بنی اسرائیل شہدوا انہ عصاک مائۃ سنۃ
فاوحی اللہ الیہ ہکذا الا انہ کان کلما نشر التوراۃ ونظر الی اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قبلہ ووضعہ علی عینیہ فشکرت لہ ذلک وغفرت لہ وزوجتہ سبعین حورا انتہی ذکرہ فی
سیر الحلبی ترجمہ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص
نہایت گنہگار رہتا جس نے سو برس تک حق تعالی کی نافرمانی کی۔ جب اس کا انتقال
ہوا تو اسکو لوگوں نے کسی مزبلہ میں پھینکدیا جہاں نجاست ڈالیجاتی تھی۔

ساتھ ہی موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اُس شخص کو وہاں سے نکال لاؤ اور اُسپر نماز پڑھو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ وہ شخص سو برس تک تیری نافرمانی کرتا رہا ارشاد ہوا یہ سچ ہے لیکن اسکی عادت تھی کہ جب تورنت کو کھولتا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو دیکھتا تو بوسہ دیکر اسکو آنکھوں پر رکھ لیا کرتا تھا اس لئے میں نے اسکی شکر گزاری کی اور اسکو بخش دیا۔ اور ستر حوریں اُس کے نکاح میں دیں انتہیٰ۔ اب یہاں کس کس چیز کا بیان کیا جائے اگر اُن بزرگوار کی بیباکی کو دیکھیے تو موسیٰ علیہ السلام کے سے نبی کے وقت میں عمر بھر نافرمانی کر کے ایمان سلامت لیجانا بغیر کسی تائید باطنی کے ایک امر خطرناک ہے اور اگر خوش اعتقادی کو سوچئے تو باوجود اُس ظاہری بیگانگی اور معاصی کے کبھی یہ خیال نہ کیا کہ ایسے عملوں کیساتھ اس قسم کے ادب سے کیا ہوگا اور سابقہ ازلی کیطرف نظر بڑھائی جائے تو کیسا مقبول ذریعہ قایم کیا گیا کہ سو برس کے گناہ ایکطرف رکھے رہے اور اس سے وہ کام نکالا گیا کہ تمام عمر کی جانفشانی سے نکلنا دشوار ہو۔ اگر اس ادب کی وقعت کا خیال کیا جائے تو حق تعالیٰ کو غضب میں لانیوالا عمر بھر کے اعمال پر سبقت کر کے سب کو بخشوا لینا اُسی کا کام تھا غرض کہ جب ادب کا یہ رتبہ ہو کہ گذشتہ امت والوں کو اس خوبی کیساتھ سرفراز کرا دے تو ہم خاص غلاموں کو اس سے کسقدر توقع ہوگی۔ اسپر بھی اگر ہم نام مبارک کو دیکھکر اور سنکر کبھی بوسہ نہ لیں تو اتنا ضرور چاہیے کہ حق تعالےٰ سے اُس کی توفیق طلب کریں۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہوا اور ہم لوگ حضرت

کا نام مبارک سنکر تقبیل کیا کریں تو انشاءاللہ تعالیٰ برکات دارین کے مستحق ہو سکتے ہیں چونکہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں مختلف فیہ ہو رہا ہے اسلئے کسیقدر اسمیں بحث کیجاتی ہے انشاءاللہ تعالی امید ہے کہ اہل انصاف کو اس سے حظ وافر نصیب ہوگا۔ تفسیر روح البیان میں قہستانی کی شرح کبیر اور محیط۔ اور قوت القلوب وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ جب موذن اشہدان محمدا رسول اللہ کہے تو سننے والے کو مستحب ہے کہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور دوسری بار میں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھے اور قرۃ عینی یا رسول اللہ کہکر یہ دعا پڑھے اللھم متعنی بالسمع والبصر۔ اور محیط میں لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک موذن سے سنکر انگوٹھوں کے ناخن اپنے آنکھوں پر رکھے اور مضمرات میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام جب جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے مشتاق ہوئے حق تعالے نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کو اُن کے دونوں ابہام کے ناخنون میں جلوہ گر فرمایا انھوں نے اسپر بوسہ دیکر اپنی آنکھوں پر ملا۔

پس یہ سنت اُن کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبرئیل علیہ السلام نے یہ یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا حضرت نے جو شخص اذان مین میرا نام سنے اور انگوٹھون پر بوسہ دیکر اپنی آنکھون پر ملے تو کبھی اندھا نہوگا۔ پوری عبارت تفسیر روح البیان کی یہ ہے قال القہستانی فی شرحہ الکبیر نقلا عن کنز العباد اعلم یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشہادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین

فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائداً لہ الی الجنۃ انتہی (وقال بعضہم) پشت ابہامین
بر چشم مالیدہ این دعا بخواند۔ اللہم متعنی الخ و در صلوات نجمی فرمود کہ
ناخن ہر دو ابہام را بر چشم نہد بطریق وضع نہ بطریق مد و در محیط آوردہ کہ پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم بہ مسجد در آمد و نزدیک ستون نشست و صدیق رضی اللہ عنہ
در برابر آن حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ عنہ برخاست و باذان اشتغال
فرمود چون گفت اشہد ان محمداً رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن
ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ چون
بلال رضی اللہ عنہ فارغ شد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ یا ابابکر
ہر کہ بکند چنین کہ تو کردی خدا بیامرزد گناہاں جدید و قدیم اور اگر بعمد بودہ باشد
دگر بخطا و حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی المکی رفع اللہ درجتہ در قوت
القلوب روایت کردہ از بن عیینہ رحمہ اللہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام بمسجد در آمد در دہہ محرم و بعد ازاں کہ نماز جمعہ ادا فرمودہ بود نزدیک
اسطوانہ قرار گرفت و ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظہر ابہامین چشم خود را مسح کرد
و گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ و چون بلال رضی اللہ عنہ را از اذان
فراغتی روئے نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ اے
ابابکر ہر کہ بگوید آنچہ تو گفتی از روئے شوق بلقائے من و بکند آنچہ تو کردی
خدائے درگذارد گناہاں ویرا آنچہ باشد نو و کہن خطا و عمد نہاں و آشکارا و من
درخواستگیم جرایم ویرا و در مضمرات بریں وجہ نقل کردہ۔ وفی قصص الانبیاء
وغیرہا ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین

كان فی الجنة فاوحى الله تعالى اليه هو من صلبك ويظهر فی آخر الزمان فسأل لقاء محمد صلى الله عليه وسلم حين كان فی الجنة فاوحى الله تعالى اليه فجعل الله النور المحمدی فی اصبعه المسبحة من يده اليمنى فسبح ذلك النور فلذلك سميت تلك الاصبع مسبحة كما فی الروض الفائق او اظهر الله تعالى جمال حبيبه فی صفاء ظفری ابهاميه مثل المرآة فقبل آدم ظفری ابهاميه ومسح على عينيه فصار اصلا لذريته فلما اخبر جبرئيل النبی صلى الله عليه وسلم بهذه القصة قال عليه السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابهاميه ومسح على عينيه لم يعم ابدا قال الامام السخاوی فی المقاصد الحسنة ان هذا الحديث لم يصح فی المرفوع والمرفوع من الحديث هو ما اخبر الصحابی عن قول رسول الله عليه السلام وفی شرح اليمانی ويكره تقبيل الظفرين ووضعهما على العينين لانه لم يرد فيه حديث والذی فيه ليس بصحيح انتهى - يقول الفقير قد صح عن العلماء تجويز الاخذ بالحديث الضعيف فی العمليات فكون الحديث المذكور غير مرفوع لا يستلزم ترك العمل بمضمونه وقد اصاب القهستانی فی القول باستحبابه وكفانا كلام الامام المكی فی كتابه فانه قد شهد الشيخ السهروردی رح فی عوارف المعارف بوفور علمه وكثرة حفظه وقوة حاله وقبل جميع ما اورده فی كتابه قوت القلوب ولله در ارباب الحال فی بيان الحق وترك الجدال انتهى اور امام سخاوی رحمة الله عليه نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے حديث مسح العينين بباطن انملتی السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا ذكره الديلمی فی الفردوس من حديث ابی بكر الصديق انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان

محمداً رسول الله قال هذا وقبل باطن الانملتين السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله
عليه وسلم من فعل مثل ما فعل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي ولا يصح وكذا ما اورده ابو العباس
احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی المتصوف فی کتابه موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسند فیه
مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام انه من قال حین یسمع المؤذن یقول
اشهد ان محمداً رسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبد الله صلی الله علیه وسلم
ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یرمد ابداً ثم روی بسند فیه من لم اعرفه عن اخیه
الفقیه محمد بن البابا فیما حکی عن نفسه انه هبت ریح فوقعت منه حصاة فی عینه واعیاه خروجها والمته اشد الالم وانه لما سمع المؤذن یقول اشهد ان محمداً رسول الله قال
ذلک فخرجت الحصاة من فوره قال الرداد وهذا یسیر فی جنب فضائل الرسول
صلی الله علیه وسلم وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامها وخطیبها فی تاریخه عن
المجد احد القدماء من المصریین انه سمعه یقول من صلی علی النبی صلی الله علیه وسلم اذا
سمع ذکره فی الاذان وجمع اصبعیه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عینیه لم یرمد
ابداً قال ابن صالح وسمعت ذلک ایضاً من الفقیه محمد بن الزرندی عن بعض
شیوخ العراق او العجم انه یقول عند ما یمسح عینیه صلی الله علیک یا سیدی یا رسول الله
یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرة عینی وقال لی کل منهما منذ فعلته لم ترمد عینی
قال ابن صالح وانا ولله الحمد والشکر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عینی وارجوان
عافیتهما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء الله قال وروی عن الفقیه محمد بن سعید
الخولانی قال اخبرنی الفقیه العالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی اخبرنی
الفقیه الزاهد البلالی عن الحسن علیه السلام انه قال من قال حین یسمع المؤذن یقول

اشہدان محمداً رسول اللہ مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ویقبل ابہامیہ و یجعلہما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد وقال الطاوسی انہ سمع
من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن
کلمۃ الشہادۃ ظفری ابہامیہ ومسہما علی عینیہ وقال عند المس اللہم احفظ حدقتی
و نورہما برکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نورہما لم یعم ولا یصح فی
المرفوع من کل ہذا شئی انتہی۔ ترجمہ روایت کی دیلمی رح نے فردوس میں
کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے موذن سے اشہدان محمداً رسول اللہ سنتے تو کہتے
اشہدان محمداً عبدہٗ و رسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ
وسلم نبیا اور بوسہ دیتے کلمہ کی انگلیوں کے باطن پر اور ملتے اُن کو
اپنی آنکھوں پر اور کہا انھوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جو کوئی کرے جیسا کہ کیا خلیل نے میرے تو ثابت ہو گی اُس کے لئے
شفاعت میری لیکن یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچی اور ایسا ہی وہ روایت
جس کو ابوالعباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی نے کتاب موجبات الرحمۃ و
عزائم المغفرۃ میں خضر علیہ السلام سے ذکر کیا ہے کہ جو شخص موذن سے
اشہدان محمداً رسول اللہ سنکر مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کہے پھر بوسہ دے انگوٹھوں پر اپنے اور رکھے اُن کو آنکھوں پر تو اُسکی
آنکھوں میں رمد کی بیماری کبھی نہو گی۔ اس حدیث کی روایت میں بعض مجاہیل
ہیں اور انقطاع بھی ہے پھر روایت کی ابوالعباس رح نے اپنے بھائی
فقیہ محمد بن البابا سے کہ ایکبار سخت ہوا چلی جس سے ایک کنکری اُنکی آنکھ

میں گری بہتیرا اسکو نکالا نہ نکلی اور شدت سے انکھہ میں درد ہونے لگا جب
موذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سنا حدیث مذکور پر عمل کیا فوراً آنکھہ سے
کنکری نکل پڑی رواد کہتے ہیں کہ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
فضیلتوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اور شمس محمد بن صالح مدنی اپنی تاریخ
میں مجد رح سے جو قدمائے مصر میں سے ہیں حکایت کرتے ہیں کہ جو
شخص نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اذان میں سنکر درود پڑہے
اور انگشتان شہادت اور انکھوں پر جمع کر کے اُن پر بوسہ دے پھر ملے
دونوں آنکھوں پر تو مرض رمد میں کبھی مبتلا نہو گا۔ ابن صالح مذکور کہتے ہیں
کہ فقیہہ محمد بن الرزندی سے بھی میں نے ایسا ہی سنا ہے لیکن وہ روایت
کرتے تھے بعض شیوخ عراق سے کہ آنکھوں پر انگوٹھے ملنے کے وقت
کہتے تھے یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی ابن
صالح کہتے ہیں کہ وہ دونوں شیخ کہتے تھے کہ جب سے ہمنے یہ شروع
کیا ہے کبھی ہمیں آشوب چشم نہوا اور الحمد للہ جب سے میں نے سنا ہے
میرا بھی عمل اُسپر جاری ہے اور مجھے بھی کبھی آشوب چشم نہوا۔ **الحاصل**
دین میں ادب کی نہایت ضرورت ہے۔ اور جس کسی کی طبیعت میں گستاخی
اور بے ادبی ہو ضرور ہے کہ تدین میں اس کے کچھہ نہ کچھہ علت ہوگی سبب
اسکا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب شیطان نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں
گستاخانہ انا خیر منہ کہا اور ابد الاباد کے لئے مردود بارگاہ کبریائی ٹھیرا اسیوقت
سے آدمیوں کی عداوت اس کے دل میں جمی اور انکی خرابی کے درپے ہوا

کما قال وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ کہا کئی اقسام کی تدابیر سوچیں مگر اس غرض کو پوری کرنے میں اس سے بہتر کونسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کا تجربہ خود اُسی کی ذات پر ہو چکا ہے۔ یعنی دعویٰ انانیت اور ہمسری بزرگان دین۔ جب دیکھا کہ گستاخی اور بے ادبی کو مردود بنانے میں نہایت درجہ کا اثر اور کمال ہے اس لئے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کی عام تعلیم شروع کردی چنانچہ ہر زمانہ کے کفار انبیا علیہم السلام کے مقابلہ میں یہی کہا کئے اب اس کلام کو دیکھئے تو اسمیں بھی وہی بات ہے جو انا خیر منہ میں تھی۔ اور اگر کسی قدر فرق ہے تو وہ بھی بے موقع نہیں کیونکہ تابع و متبوع کی ہمتوں میں اتنا فرق ضرور ہے جس پر تفاوت درجات و درکات مرتب ہو۔ غرض کہ انبیا علیہم السلام نے ہزار ہا معجزے دکھائے مگر کفار کے دلوں میں اُن کی عظمت اُس نے جمنے ندی پھر جن لوگوں نے انکی عظمت کو مان لیا اور مسلمان ہوئے اُن سے کسی قدر اس کو مایوسی ہوئی۔ کیونکہ اُن سے تو وہ بیباکی نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کفار سے ظہور میں آئی یہاں اس فکر کی ضرورت ہوئی کہ وہ چیز دکھائی جائے جو دین میں بھی محمود ہو آخر یہ سوجھا کہ راست گوئی کے پردہ میں یہ مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ بس یہاں سے دروازہ بے ادبی کا کھولدیا۔ اب کیسی ہی ناشائستہ بات کیوں نہو اس لباس میں آراستہ کرکے احمقوں کے فہم میں ڈالدیتا ہے اور کچھ ایسا بیوقوف بنادیتا ہے کہ راست گوئی کی دھن میں نہ انکو کسی بزرگ کی حرمت و توقیر کا خیال رہتا ہے نہ اپنے انجام کا اندیشہ چنانچہ کسی بیوقوف نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جو بال باندھتے

ہیں اُس میں عدل وانصاف کیجئے چنانچہ بخاری شریف میں ہے عن ابی سعید
الخدری رضی اللہ عنہ انہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو یقسم
قسما اذا اتاہ ذوالخویصرۃ وہو رجل من بنی تمیم فقال یارسول اللہ اعدل فقال
ویلک ومن یعدل اذالم اعدال قد خبت وخسرت ان لم اکن اعدل فقال عمرؓ
یارسول اللہ ائذن لی فیہ فاضرب عنقہ فقال دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم
صلوتہ مع صلوتہم وصیامہ مع صیامہم یقرءون القرآن لایجاوز تراقیہم یمرقون من
الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ ینظر الی نصلہ فلایوجد فیہ شئ ثم ینظر الی رصافہ
فلایوجد فیہ شئ ثم ینظر الی نضیہ وہو قدحہ فلایوجد فیہ شئ ثم ینظر الی قذذہ فلایوجد فیہ شئ قد سبق الفرث والدم
آیتہم رجل اسود احدی عضدیہ مثل ثدی المرأۃ او مثل البضعۃ تدردر ویخرجون
حین فرقۃ من الناس قال ابوسعید فاشہد انی سمعت ہذا الحدیث من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم واشہد ان علی ابن ابی طالب قاتلہم وانا معہ فامر بذلک
الرجل فالتمس فاتی بہ حتی نظرت الیہ علی نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الذی نعتہ
ترجمہ۔ روایت ہے ابوسعید خدریؓ سے کہ ایکبار ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور حضرت کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ
آیا جو قبیلہ بنی تمیم سے تھا۔ اور کہا یارسول اللہ عدل کیجئے حضرتؐ نے
فرمایا تیری خرابی ہو جب میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون کرے گا اور جب میں نے
عدل نہ کیا تو تو محروم اور بے نصیب ہوگیا۔ عمرؓ نے عرض کی یارسولؐ اللہ حکم دیجئے
کہ اُس کی گردن ماروں فرمایا جانے دو۔ اُس کے رفقا ایسے لوگ ہیں کہ
انکی نماز اور روزوں کے مقابلہ میں تم لوگ اپنی نماز و روزوں کو حقیر سمجھوگے

وہ قرآن پڑہیں گے لاکن اُن کے گلے کے نیچے نہ اتریگا وہ دین سے ایسے نکلجائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلجاتا ہے کہ باوجودیکہ اُس جانور کے پیٹ کی آلایش وخون میں سے پار ہوتا ہے۔ مگر نہ اس کے پیکان میں کچھ لگا ہوتا ہے نہ اُسکے بندن میں جس سے پیکاں باندھا جاتا ہے نہ لکڑی میں نہ پرمیں نشانی اُنکی یہ ہے کہ اُنمین ایک شخص سیہ فام ہوگا جسکی ایک بازو مثل عورت کی پستان کے یا مثل گوشت پارہ کے حرکت کرتی ہوگی۔ وہ لوگ اوسوقت نکلین گے جب لوگومین تفرقہ ہوگا ابوسعیدؓ کہتے ہین کہ مین گواہی دیتا ہون کہ اس حدیث کو مینے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور یہی گواہی دیتا ہون کہ علی کرم اللہ وجہ نے اُن لوگوں کو قتل کیا اور میں بھی علیؓ کے ساتھ تھا انہون نے بعد فتح کے حکم کیا کہ اس شخص کی تلاش کیجائے جس کی خبر حضرت نے دی تھی چنانچہ جب اُسکی لاش لائی گئی دیکھا میں نے کہ جتنی نشانیاں اس کی حضرت نے کہی تھیں سب اُس میں موجود تھیں انتہی الحاصل شیطان نے اُس احمق کے ذہن میں یہی جمایا کہ عدل بیشک عمدہ شے ہے اگر صاف صاف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کہدیا جاوے تو کیا مضائقہ اس بیوقوف نے یہ نہ خیال کیا کہ بات تو چھوٹی ہے۔ مگر بہ نسبت شان نبوی کتنی بڑی بے ادبی ہوگی اور انجام اس کا کیا ہوگا چنانچہ اسی بے ادبی پر واجب القتل ہوگیا تھا۔ مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منظور تھا۔ کہ علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ سے اپنے تمام شریروں کے ساتھ مارا جائے اسلئے باوجود عمرؓ کی درخواست کے اسوقت اغماض فرمایا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے عن نبیط بن شریط قال لما فرغ من قتال اہل النہروان قال

قلبوا القتلی قلبناهم حتی خرج فی آخرہم رجل اسود علی کتفہ مثل حلمۃ الثدی فقال
علی اللہ اکبر واللہ ماکذبت ولا کذبت کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد قسم
فیجاء ہذا فقال یا محمد اعدل فواللہ ماعدلت منذ الیوم فقال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ثکلتک اُمک ومن یعدل علیک اذالم اعدل فقال عمر بن الخطاب
یارسول اللہ الا اقتلہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا دعہ فان لہ من یقتلہ
فقال صدق اللہ خط کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے بیط ابن شریط سے
کہ جب فارغ ہوئے علیؓ اہل نہرواں کے قتل سے کہا کشتوں میں اُس
شخص کو تلاش کرو جب ہم نے خوب ڈھونڈا تو سب کے آخر میں ایک
شخص سیہ فام نکلا جس کی شانہ پر ایک گوشت پارہ مثل سر پستان کے تھا
یہ دیکھتے ہی علیؓ نے کہا اللہ اکبر قسم ہے خدا کی نہ مجھے جھوٹی خبر دیگئی نہیں
اُسکا مرتکب ہوا ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے اور حضرت غنیمت
کا مال تقسیم فرمارہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عدل کیجیے کہ آج آپنے عدل نہیں کیا حضرتؐ نے فرمایا تیری ماں تجھپر روو ے
جب میں عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کرے گا عمر رضی اللہ عنہ نے
عرض کی یارسول اللہ کیا اس کو قتل نہ کروں فرمایا نہیں چھوڑ
دو اسکو قتل کرنیوالے کوئی اور شخص ہیں۔ علیؓ نے یہ کہکر کہا صدق اللہ انتہیٰ
اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے وہی شخص قتل کیا گیا اس لئے کہ اسکی
لاش سب لاشوں کے نیچے تھی۔ اب دیکھیے کہ اس ایک گستاخی نے اس
شخص کو کہاں پہنچادیا اور وہ کثرت عبادت اور ریاضت اسکی کس کام پر آئی

جس کی تصریح اس حدیث میں ہے عن ابی برزة قال اتی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بدنانیر فجعل یقسمها وعنده رجل اسود مطموم الشعر علیه
ثوبان ابیضان بین عینیه اثر السجود وکان یتعرض لرسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم فلم یعطه فاتاه فعرض من قبل وجهه فلم یعطه واتاه من قبل یمینه فلم یعطه شیئاً
ثم اتاه من قبل شماله فلم یعطه شیئاً ثم اتاه من خلفه فلم یعطه شیئاً فقال یا محمد ما عدلت
منذ الیوم فی القسمة فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضباً شدیداً ثم قال
واللہ لا تجدون احداً اعدل علیکم منی ثلاث مرات ثم قال یخرج علیکم رجال من قبل
المشرق کان هذا منهم هکذا یقرؤن القران لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما
یمرق السهم من الرمیة ثم لا یعودون الیه ووضع یده علی صدره سیماهم التحلیق
لا یزالون یخرجون اخرهم مع المسیح الدجال فاذا رایتموهم فاقتلوهم ثلثاً هم شر الخلق
والخلیقة یقولها ثلثاً حم ن وابن جریر طب ک کذا فی کنز العمال۔ ترجمہ روایت
ہے ابی برزہؓ سے کہ کہیں سے دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
آگئے تھے اسکو تقسیم فرمانا شروع کیا اور حضرتؐ کے پاس ایک شخص سیاہ فام
تھا سر کے بال کترایا ہوا اور سفید کپڑے پہنا ہوا جس کے دونوں آنکھوں کے
بیچ میں اثر سجدہ کا نمایاں تھا چاہتا تھا کہ حضرت کچھ عنایت فرماویں مگر کچھ
نہ دیا۔ روبرو آکر سوال کیا کچھ عنایت نہ فرمایا داہنے طرف سے آکر سوال کیا
جب بھی کچھ نہ ملا بائیں طرف سے آکر مانگا کچھ نہ ملا پیچھے سے آکر سوال کیا
جب بھی کچھ نہ پایا کہا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) آج آپنے تقسیم میں
عدل نہ کیا حضرتؐ اس بات پر بہت خفا ہوئے اور شدت غضب سے تین

بار فرمایا خدا کی قسم مجھ سے زیادہ عدل کرنے والا تم کسی کو نہ پاؤ گے پھر فرمایا
یہ اُن لوگوں سے ہے جو تمیز مشرق کی طرف سے نکلیں گے وہ قرآن
پڑھیں گے لیکن وہ اُن کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا وہ دین سے ایسے
نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے نکلجاتا ہے پھر نہ لوٹیں گے دین کیطرف
اور دست مبارک سینہ پر رکھکر فرمایا نشانی اُن کی یہ ہے کہ سر کے بال
منڈوایا کریں گے۔ ہمیشہ وہ لوگ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ آخر دجال
کے ساتھ ہوں گے پھر تین بار فرمایا کہ جب تم انکو دیکھو تو قتل کرڈالو وہ
لوگ تمام مخلوقات سے بدتر ہیں یہ جملہ تین بار فرمایا روایت کیا اس کو امام
احمدؒ اور نسائیؒ اور ابن جریر اور طبرانی اور حاکم نے انتہی۔ اس حدیث سے
ظاہر ہے کہ وہ شخص نہایت عابد تھا کہ کثرت صلوۃ سے پیشانی میں اوسکے گھٹا
پڑگیا تھا غرض کہ ان احادیث میں تامل کرنیکے بعد ہر شخص
معلوم کرسکتا ہے کہ باوجود کثرت عبادت اور ریاضت شاقہ کے وہ شخص اور
اس کے ہم خیال جو واجب القتل اور بدترین مخلوقات ٹھیرے وجہ
اُس کی سوائے بے ادبی اور گستاخ طبعی کے اور کوئی نہ نکلے گی۔ اب
اس قوم کا حال سنئے جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
بے ادب کے اصحاب فرمایا ہے۔ ابن اسیر رح نے تاریخ کامل میں لکھا
ہے کہ ابتدا اس گروہ یعنی خوارج کی یہ ہوئی کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اور معاویہؓ میں بہت سی لڑائیاں ہوئیں طرفین سے ہزارہا صحابہؓ اور تابعین
شہید ہوئے آخر یہ ٹھیرا کہ دونوں طرف سے دو شخص معتمد قرار پائیں جو

موافق کتاب وسنت کے کوئی ایسی تدبیر نکالیں کہ لڑائی موقوف ہو اور باہمی
جھگڑے مٹ جائیں چنانچہ علی کرم اللہ وجہہ کیطرف سے ابوموسیٰ عبداللہ
بن قیسؓ اور معاویہؓ کیطرف سے عمرو بن عاصؓ مقرر ہوئے اور طرفین سے
عہدنامہ لکھا گیا۔ پھر اشعث بن قیس نے اس کاغذ کو لیکر ہر ہر قبیلہ میں سنانا اور
اور اس کا اشتہار دینا شروع کیا جب قبیلہ بنی تمیم میں پہنچے عروہ بن ادیہ
تمیمی نے سنکر کہا کہ اللہ کے امر میں آدمیوں کو حکم بناتے ہیں سوائے اللہ
تعالیٰ کے کوئی حکم نہیں کرسکتا یہ کہکر اشعث بن قیس کے سواری کے جانور
کو تلوار ماری اور اسپر سخت جھگڑا ہوا جب علیؓ کو یہ خبر پہنچی فرمایا بات تو سچی ہے
مگر مقصود اس سے باطل ہے اگر وہ لوگ سکوت کریں تو ہم ان پر مصیبت
ڈالیں گے اور اگر گفتگو کریں تو ان پر دلیل قایم کریں گے اور اگر مقابل ہوں
تو ہم اُن سے لڑیں گے یہ سنتے ہی یزید بن عاصم محاربی اُٹھ کھڑا ہوا اور خطبہ
پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے حمد اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے جس سے ہم مستغنی نہیں
ہو سکتے یا اللہ پناہ مانگتے ہیں ہم تجھ سے کہ اپنے دین میں دناءت اور کم ہمتی
کو عمل میں لاویں کیونکہ اس میں مداہنت ہے اللہ کے امر میں اور ذلت
ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب کیطرف لیجاتی ہے۔ اے علیؓ کیا ڈراتے ہو تم
ہم کو قتل سے آگاہ ہو قسم ہے اللہ کی میں امیدرکھتا ہوں کہ مارینگے ہم تمکو تلواروں کی دھار سے تب
تم جانو گے کہ ہم میں سے کون مستحق عذاب ہے پھر اُسکے بھائی نکلے اور خوارج کیساتھ مل گئے اسی
طرح روز بروز جمعیت انکی بڑھتی چلی ایک روز سب عبداللہ بن وہب راسبی کے
گھر میں جمع ہوئے اور اُس نے خطبہ پڑھا جسمیں دنیا کی بے ثباتی اور خواہش

دنیا کی خرابیاں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت بیان کی پھر
کہا کہ اس شہر کے لوگ ظالم ہیں ہمیں ضرور ہے کہ پہاڑوں یا دوسرے
شہروں کی طرف نکلجائیں تاکہ ان گمراہ کرنیوالی بدعتوں سے ہمارا انکار ثابت
ہوجائے اس کے بعد حرقوص ابن زہیر کھڑا ہوا اور خطبہ پڑھا کہ لوگو متاع اس
دنیا کی بہت تھوڑی ہے اور جدائی اس سے قریب ہے کہیں زینت اور تازگی
اس کی تمہیں اسی میں مقام کرنے پر آمادہ نہ کرے اور طلب حق اور انکار
ظلم سے نہ پھیرے اور یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ
مُّحْسِنُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ متقیوں کیساتھ ہے اس خطبہ کے بعد حمزہ ابن سنان
اسدی نے کہا اے قوم رای وہی ہے جو تم نے سوچی ہے مگر اب ضرورت
اس امر کی ہے کہ ایک شخص مقرر ہو جو متولی تمامی امور کا ہو سکے سب نے
زید بن حصین طائی پر اتفاق کیا مگر اُس نے امارت کو قبول نہ کیا۔ پھر حرقوص
ابن زہیر پر سب کی رائے قرار پائی اُس نے بھی انکار کیا اسی طرح حمزہ بن سنان
اور شریح ابن اوفی عبسی نے بھی انکار کیا۔ پھر سب نے عبداللہ بن وہب کی
طرف رجوع کیا جب اُس نے دیکھا کہ کوئی قبول ہی نہیں کرتا بمجبوری قبول کیا
اور کہا خدا کی قسم مجھے اس امارت کے قبول کرنے میں مطلقاً خواہش دنیوی
نہیں اور نہ موت سے خوف ہے کہ اس سے باز رہوں غرض کہ میں نے
صرف اللہ کیواسطے قبول کیا ہے اگر اسمیں مرجاؤں تو کچھ پروا نہیں پھر سب شریح
ابن اوفی عبسی کے گھر جمع ہوئے۔ اس مجلس میں ابن وہب نے کہا اب کوئی شہر
ایسا دیکھنا چاہئے کہ ہم سب اسی میں جمع ہوں اور اللہ تعالے کا حکم جاری کریں

کیونکہ اہل حق اب تمہیں لوگ ہو سب نے بالاتفاق نہروانکو پسند کیا اور روانہ
ہو گئے پہر حضرت علی کرم اللہ وجہ نے انکو نامہ لکھا جس کا ترجمہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
طرف سے عبداللہ علی امیرالمومنین کے زید بن حصین اور عبداللہ بن وہب
اور ان کے اتباع کو معلوم ہو کہ وہ دو حکم جن کے فیصلہ پر ہم راضی ہوئے تھے
انہوں نے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنی خواہشوں
کی پیروی کی جب انہوں نے قرآن و سنت پر عمل نہیں کیا تو اللہ اور اللہ کے
رسول اور سب اہل ایمان اون سے بری ہو گئے تم لوگ اس خط کے دیکھتے ہی ہماری طرف
چلے آؤ تاکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن کیطرف نکلیں اور اب ہم اپنی اسی پہلی بات
پر ہیں انتہیٰ اس نامہ کے جواب میں انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب
تمہارا غضب خدا کیواسطے نہیں ہے اس میں نفسانیت شریک ہے. اب بھی
اگر اپنے کفر پر گواہی دیتے ہو اور نئے سرے سے توبہ کرتے ہو تو دیکھا جائے
گا ورنہ ہم نے تمکو دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کو دوست نہیں رکھتا
انتہیٰ۔ اب دیکھئے کہ وہ لوگ کیسے بڑے موحد تے کہ جن کے نزدیک آدمی کو حکم
بنانا شرک تھا اور بدعت سے انہیں کس قدر تنفر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ
عنہ کے شہر کو اس خیال سے کہ بدعتیوں کا شہر ہے چھوڑ دیا اور دنیا کی بے ثباتی
اور زہد و تقویٰ کی ترغیب و تحریص اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام اور
امارت کے قبول کرنے میں ہر ایک کا عذر و حیلہ وغیرہ وغیرہ یہ سب امور ایسے ہیں
کہ جو شخص سُنے کمال دینداری پر اُس گروہ کے گواہی دینے کو مستعد ہو جائے
اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود صحابہ کو اُن کی حقانیت کا دہوکا ہوتا تھا جیسا کہ جندب کے

بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ عن جندب قال لما فارقت الخوارج علیا خرج
فی طلبهم وخرجنا معه فانتهینا الی عسکر القوم فاذا لهم دوی کدوی النحل من قراءة
القرآن واذا فیهم اصحاب الثفنات واصحاب البرانس فلما رأیتهم دخلنی من ذلک
شدة فتنحیت فرکزت رمحی ونزلت عن فرسی ووضعت برنسی فنشرت علیه درعی و
اخذت بمقود فرسی فقمت اصلی الی رمحی وانا اقول فی صلاتی اللهم ان کان قتال
هؤلاء القوم لک طاعة فائذن لی فیه وان کان معصیة فارنی براءتک فانا کذلک
اذ اقبل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ علی بغلة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما جاء الی قال
نعوذ باللہ یا جندب من شر السخط فجئت اسعی الیه ونزل فقام یصلی اذ اقبل رجل
فقال یا امیر المومنین الک حاجة فی القوم قال وما ذاک قال قطعوا النهر فذهبوا قال
ما قطعوه قال سبحان اللہ ثم جاء آخر فقال قطعوا النهر فذهبوا قال ما قطعوه قال سبحان اللہ
ثم جاء آخر فقال قد قطعوا النهر فذهبوا قال علی ما قطعوه ثم جاء آخر فقال قطعوا النهر
فذهبوا فقال علی ما قطعوه ولا یقطعوه ولیقتلن دونه عهد من اللہ ورسوله ثم رکب
فقال لی یا جندب اما انا فابعث الیهم رجلا یقرأ المصحف یدعوا الی کتاب ربهم وسنة
نبیهم فلا یقبل علینا بوجهه حتی یرشقوه بالنبل یا جندب اما انه الا یقتل منا عشرة ولا
ینجو منهم عشرة ثم قال من یأخذ هذا المصحف فیمشی به الی هؤلاء القوم فیدعوهم الی
کتاب اللہ وسنة نبیهم وهو مقتول وله الجنة فلم یجبه الا شاب من بنی عامر بن
صعصعة فقال له علی خذ هذا المصحف اما انک مقتول ولست مقبلا علینا بوجهک حتی یر
شقوک بالنبل فخرج الشاب بالمصحف الی القوم فلما دنا منهم حیث یسمعوا قاموا ونشبوا
الفتی قبل ان یرجع فرماه انسان فاقبل علینا بوجهه فقعد فقال علی دونکم القوم قال

جندب فقتلت بکفی ہذہ ثمانیہ قبل ان اصلی الظہر وما قتل منا عشرۃ ولا نجا منہم عشرۃ
کما قال طس کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے جندبؓ سے کہ جب خوارج
علیحدہ ہو گئے علی رضی اللہ عنہ انکی تلاش میں نکلے اور ہم بہی ساتہہ تہے جب ہم
انکے لشکر کے قریب پہنچے تو ایک شور قرآن شریف پڑہنے کا سنا گیا اور حالت انکی
یہ کہ تہمد بندہے ہوئے اور ٹوپیاں اوڑہے ہوئے یعنی کمال درجہ کے زاہد وعابد
نظر آتے تہے انکا یہ حال دیکہنے سے تو انکا قتال مجہپر نہایت شاق ہوا اور ایک
طرف نیزہ گاڑہکر ٹوپی اور زرہ اس پر لگا دیا اور گہوڑے سے اترکر نیزہ کیطرف
نماز پڑہنا شروع کیا۔ اور اس میں یہ دعا تہی کہ الٰہی اگر اس قوم کا قتل کرنا
تیری طاعت ہے تو مجہے اجازت مل جائے اور اگر معصیت ہے تو مجہے
اس رائے پر اطلاع ہو ہنوز اس سے فارغ ہوا نہ تہا کہ علی رضی اللہ عنہ میرے
پاس آئے اور کہا اے جندب شر نارضامندی سے پناہ مانگو میں یہ سنتے
ہی ان کی طرف دوڑا اور وہ اترکر نماز پڑہنے لگے اتنے میں ایک شخص آیا
اور کہا یا امیر المومنین کیا آپ کو ان لوگوں سے کچہ حاجت ہے۔ فرمایا کیا
بات کہا وہ سب نہر سے پار ہو گئے یعنی اب انکا تعقب مشکل ہے فرمایا پار
نہیں ہوئے اس نے کہا سبحان اللہ پہر دوسرا شخص آیا اور کہا وہ لوگ نہر کے پار
اتر گئے فرمایا نہیں کہا سبحان اللہ پہر تیسرا شخص آیا ویسا ہی کہا اور وہی جواب
پایا پہر چوتہا شخص آیا اور وہی کہا فرمایا نہ وہ پار اترے اور نہ اتریں گے اسی
طرف سب قتل کئے جائیں گے۔ خدا و رسول کی طرف سے یہ بات ٹہیری
ہوئی ہے۔ پہر سوار ہوئے اور فرمایا اے جندب میں ایک شخص ان کی

طرف بھیجتا ہوں جو قرآن پڑھے اُن کو اُن کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت کی طرف بلائے دیکھ لینا کہ وہ شخص ہماری طرف متوجہ ہونے نہ پائے گا کہ اُس کو تیروں سے مارلیں گے۔ اب جندب ہم میں سے دس شخص نہ مارے جائیں گے اور اینیں سے دس آدمی نہ بچیں گے۔ پھر فرمایا کوئی ہے کہ یہ مصحف اس قوم کی طرف لیجائے اور اُن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اون کے نبیؐ کی سنت کی طرف بلائے اور مارا جائے پھر اُسکے لئے جنت ہو۔ کسی نے جواب نہ دیا سوائے ایک جوان کے جو بنی عامر سے تھا فرمایا کہ یہ مصحف لیجاؤ اور تم لوٹ کے نہ آوگے۔ وہ جوان قرآن لیکر اُن کی طرف روانہ ہوا جب ایسے موقع پر پہنچا کہ اُس کی آواز اُن تک پہنچنے لگی وہ لوگ کھڑے ہوگئے اور تیر مارنا شروع کیا۔ قبل اس کے کہ وہ لوٹے ایک شخص کا تیر اُس کے لگا وہ جوان تیر کے لگتے ہی ہمارے لشکر کی طرف مُنہ کیا اور بیٹھ گیا اسوقت علی کرم اللہ وجہہ نے حکم دیا کہ اب اس قوم کو لو۔ جندب کہتے ہیں کہ میں نے قبل نماز ظہر اس ہاتھ سے آٹھ آدمیوں کو قتل کیا اور جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ ہمارے دس آدمی شہید نہ ہوئے اور اُن کے دس آدمی نہ بچے روایت کیا اُس کو طبرانی نے انتہیٰ دیکھئے جندب رضی اللہ عنہ پر اُن کے زہد و عبادت کا کسقدر اثر پڑا کہ اُن کے ساتھ جنگ کرنے میں اُن کو تردد ہوگیا تھا اگر وہ تمام پیشین گوئیاں علی کرم اللہ وجہہ کی وقوع میں نہ آتیں معلوم نہیں کہ ملال اُس کا کیونکر رفع ہوتا۔ باوجود اُسکے قتل کے بعد پھر اُن کے حالات کا سب کو خیال آیا

اور یہ فکر ہوئی کہ کہیں بہترین مردم ہمارے ہاتھ سے قتل نہوئے ہوں اور
اس فکر نے یہانتک اثر ڈالا کہ سب کے سب رونے لگے کمافی کنز العمال
عن طارق بن زیاد قال خرجنا مع علی الی الخوارج فقتلهم قال اطلبوا فان نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہ یخرج قوم یتکلمون بکلمۃ الحق لایجاوز حلوقهم
یخرجون من الحق کمایخرج السهم من الرمیۃ سیماهم ان فیهم رجلاً اسود مخدج
فی یدہ شعرات اسود فانظروا ان کان هو فقد قتلتم شر الناس وان لم یکن فقد
قتلتم خیر الناس فبکینا فقال اطلبوا فطلبنا فوجدنا المخدج فخررنا سجودا وخر علیؓ
معنا الدورقی وابن جریر ترجمہ روایت ہے طارق بن زیاد سے کہ نکلے ہم
علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھہ خوارج کی طرف اور انکو قتل کیا پھر علیؓ نے فرمایا
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ ایک قوم نکلے گی جنکی
بات حق ہوگی لیکن ان کے حلق کے نیچے سے وہ بات نہ اترے گی نکل
جائیں گے وہ لوگ حق سے جیسا کہ تیر شکار سے نکلجاتا ہے۔ علامت انکی یہ
ہے کہ ان میں ایک شخص سیہ فام ہوگا جس کا ہاتھہ ناقص اور اسپر سیاہ بال
ہونگے اس کو ڈہونڈو اگر وہ شخص ان میں ہے تو سمجھہ جاؤ کہ تم نے سب
آدمیوں سے بدتر لوگوں کو مارا اور اگر وہ نہ ملا تو سمجھو کہ سب سے اچھے لوگوں کو تمنے
قتل کیا یہ سنکر سخت پریشانی ہوئی اور سب رونے لگے فرمایا ڈہونڈو تو سہی جب
خوب تلاش کی گئی تو اس شخص کی لاش مل گئی تمام اہل لشکر ماری خوشی کے
سجدۂ شکر میں گرے اور علیؓ نے بہی ہمارے ساتھہ سجدہ شکر بجالایا۔ انتہیٰ اب
خیال کرنا چاہئے کہ اس قوم کا تقوی اور تورع اور عبادت و زہد کس درجہ بڑھا

ہوا تھا کہ بعد قتل کے اُن حضرات کو اسقدر خوف ہوا ورنہ یہی حضرات لشکر
معاویہ رض کو برابر قتل کرتے رہے جنمیں ہزار ہا صحابہ و تابعین شریک تھے
پھر کسی روایت میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ اُن کے قتل میں ایسے متردد ہوے ہوں
اس قوم کی عبادت کا یہ حال تہا کہ عبداللہ بن عباس رض کے سے شخص کہتے
ہیں کہ ایسے زاہد و عابد میں نے کبھی نہیں دیکھے جیسا کہ اس حدیث میں
مصرح ہے جس کو امام نسائی رح نے خصایص علی کرم اللہ وجہ میں اور حاکم
نے مستدرک میں روایت کیا ہے عن ابی زمیل سماک الحنفی قال حدثنا
عبداللہ بن عباس قال لما خرجت الحروریۃ اجتمعوا فی دارہم ستۃ الاف
اتیت علیا علیہ السلام فقلت یا امیر المومنین ابرد بالظہر لعلی آتی ہولاء القوم
فاکلمہم قال انی اخاف علیک قلت کلا قال فخرجت الیہم ولبست احسن ما
یکون من حلل الیمن قال ابوزمیل کان ابن عباس جمیلا جہیرا قال ابن عباس
فاتیتہم وہم مجتمعون فی دارہم قائلون فسلمت علیہم فقالوا مرحبا بک یا ابن عباس رض
فما ہذہ الحلۃ قال قلت ما تعیبون علی لقد رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
احسن ما یکون من الحلل ونزل قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات
من الرزق قالوا فما جاء بک قلت اتیتکم من عند صحابۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من المہاجرین والانصار لابلغکم ما یقولون وتخبرون بما تقولون فعلیہم نزل
القرآن وہم اعلم بالوحی منکم وفیہم انزل ولیس فیکم منہم احد فقال بعضہم لا تخاصموا
قریشا فان اللہ تعالی یقول بل ہم قوم خصمون قال ابن عباس رض اتیت
قوما لم ار قوما قط اشد اجتہادا منہم مسہمۃ وجوہہم من السہر کان ایدیہم در کبہم

اثنتي عليهم قميص مرحضة فقال بعضهم لنكلمنه ولننظرن ما يقول قلت اخبروني ماذا
نقمتم على ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وصهره والمهاجرين والانصار قالوا ثلث
قلت ما هن قالوا اما احداهن فانه حكم الرجال في امر الله تعالى وقال الله تعالى ان
الحكم الا لله وما للرجال وما للحكم وما للرجل فقلت هذه واحدة واما الاخرة فانه قاتل
ولم يسب ولم يغنم فلئن كان الذي قاتل كفارا لقد حل سبيهم وغنيمتهم ولئن كانوا
مومنين ما حل قتالهم قلت هذه ثنتان فما الثالثة قالوا انه محى اسمه من امير المومنين
فهو امير الكافرين قلت اعندكم سوى هذا قالوا حسبنا هذا فقلت بهم ارأيتم ان قرأت
عليكم من كتاب الله ومن سنة نبيه صلى الله عليه وسلم ما يرد به قولكم اترضون قالوا
نعم فقلت لهم اما قولكم حكم الرجال في امر الله تعالى فانا اقرا عليكم ما قد رد حكمه الى
الرجال في ثمن ربع درهم في ارنب ونحوها من الصيد فقال - يا ايها الذين آمنوا
لا تقتلوا الصيد وانتم حرم الى قوله تعالى يحكم به ذوا عدل منكم فنشدتكم بالله احكم
الرجال في ارنب ونحوها من الصيد افضل ام حكمهم في دمائهم وصلاح ذات بينهم
وان تعلموا ان الله تعالى لو شاء لحكم ولم يصير ذلك الى الرجال وفي المرأة وزوجها
قال الله عز وجل وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها ان
يريدا اصلاحا يوفق الله بينهما فجعل الله تعالى حكم الرجال سنة ماضية - اخرجت من
هذه قالوا نعم قلت واما قولكم قاتل ولم يسب ولم يغنم اتسبون امكم عائشة رضي الله عنها
ثم تستحلون منها ما تستحل من غيرها فلئن فعلتم لقد كفرتم وهي امكم وان قلتم ليست
بامنا لقد كفرتم ان الله تعالى يقول النبي اولى بالمومنين من انفسهم وازواجه
امهاتهم فانتم تدورون بين ضلالتين ايهما صرتم اليها صرتم الى ضلالة فنظر

بعضهم الی بعض قلت اخرجت من ہذہ قالوا نعم قلت اما قولکم محی اسمہ من
امیر المومنین فانا انبئکم بمن ترضون وارا کم قد سمعتم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یوم الحدیبیہ کاتب سہل بن عمرو وابا سفیان بن حرب فقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لامیر المومنین اکتب یا علی ہذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ فقال
المشرکون لا واللہ ما نعلم انک رسول اللہ لو نعلم انک رسول اللہ
و ما قاتلناک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انک تعلم انی رسول
اللہ اکتب یا علی ہذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبد اللہ فواللہ لرسول اللہ خیر من
علی وما اخرجہ من النبوۃ حین محی نفسہ قال عبد اللہ بن عباس فرجع من القوم
الفان وقتل سائرہم علی ضلالۃ انتہی قال الحاکم ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم
ترجمہ روایت ہے ابو زمیل سماک حنفی سے کہ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ جب
نکلے حروریہ اور جمع ہوئے چھ ہزار شخص اپنے مقام میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس
جاکر کہا کہ یا امیر المومنین نماز ظہر میں کسی قدر توقف کیجیے میں چاہتا ہوں کہ
اس قوم میں جاؤں اور ان سے کچھ گفتگو کروں۔ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ
تمہیں کچھ ضرر نہ پہنچائیں میں نے کہا کچھ خوف نہ کیجیے پھر میں عمدہ حلہ یمنی
پہنکر نکلا۔ ابو زمیل کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بہت خوبصورت اور بلند
آواز تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس قوم میں گیا جہاں وہ سب
جمع تھے اور انپر سلام کیا انہوں نے اس کے جواب میں کہا مرحبا اے ابن
عباس اور یہ حلہ کیسا میں نے کہا مجھپر کیا عیب دھرتے ہو خود رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے عمدہ سے عمدہ حلہ دیکھا ہے اور یہ آیت قرآن

شریف میں موجود ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ
یعنی کہئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون حرام کیا اللہ کی زینت کو جو پیدا کی
اپنے بندوں کے لئے پھر میں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے پاس
سے جنمیں مہاجرین انصار موجود ہیں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں اُنکے
اقوال پہنچادوں وہ لوگ وہ ہیں جنپر قرآن نازل ہوا اور وہ تمسے زیادہ وحی
کو جانتے ہیں انہیں کے معاملات میں قرآن نازل ہوا اور اُن میں سے
تم میں کوئی نہیں ہے۔ جب انہوں نے یہ سُنا تو بعضوں نے کہا قریش سے
مباحثہ مت کرو کیونکہ حق تعالیٰ انکی شان میں فرماتا ہے۔ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ
یعنی وہ لوگ جھگڑنیوالے ہیں ابن عباس رض کہتے ہیں کہ میں ایسی قوم میں گیا
کہ عبادت میں کوشش کرنیوالے اُن سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا تھا چہرے
اُن کے زیادہ جگنے سے سوکھے سوکھے ہاتھ پانوں ٹیڑھے ٹیڑھے سفید
کپڑے پہنے ہوئے غرض بعضوں نے مباحثہ سے انکار کیا اور بعضوں نے کہا
کہ ہم مباحثہ کرتے ہیں دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں میں نے کہا یہ تو
بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد میں اور مہاجرین
وانصار میں تم نے کیا عیب دیکھا ہے کہا تین عیب میں نے کہا وہ کیا۔ کہا
ایک تو یہ کہ انہوں نے اللہ کے کام میں لوگوں کو حکم بتایا حالانکہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یعنی نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے آدمی
کو حکم سے کیا علاقہ کہا دوسرا یہ کہ انہوں نے جنگ کیا پھر نہ ان لوگوں کو قید
کیا نہ اُن کا مال لوٹا اگر وہ لوگ کافر تھے تو اُن کا مال حلال

اور غنیمت تہا اور اگر مسلمان تھے تو ان کے ساتھہ لڑنا ہی درست نہ تہا۔ کہا
میں دو ہوئے تیسری بات کیا ہے کہا انہوں نے اپنے نام سے لفظ امیر المومنین
کو مٹا دیا تو اب وہ امیر الکافرین ہیں۔ میں نے کہا اسکے سوائے بھی کچھہ اور الزامات
ہیں۔ کہا یہی بس ہیں۔ میں نے کہا اگر ان اعتراضات کے جواب میں قرآن کی
آیتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑہوں تو کیا تم راضی ہو گے کہا
ہاں۔ میں نے کہا کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ کے امر میں انہوں نے ان
آدمیوں کو حکم بنایا سو یہ آیت سنو کہ حق تعالیٰ نے ربع درہم کے معاملہ کو آدمیوں
کی رائے پر رکہا یعنی محرم اگر خرگوش برابر جانور کو شکار کرے تو اُس کی جزا
میں جس کا اندازہ ربع درہم ہوگا دو شخص عدل کے حکم کی ضرورت ہے کما
قال تعالیٰ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِلیٰ قوله تعالےٰ
یَحْکُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ اب میں قسم دیکر تمسے پوچھتا ہوں کہ آدمیوں کا حکم ہونا خرگوش
کے باب میں افضل ہے یا مسلمانوں کے خون اور اُن کے اصلاح کے معاملہ
میں۔ اور تم جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس معاملہ میں خود ہی حکم فرماتا
اور اسی طرح عورت اور مرد کے مقدمہ میں حکم بنانے کی اجازت اس آیۃ
شریفہ سے ثابت ہے قال تعالیٰ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ
اَهْلِهٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا
اس سے معلوم ہوا کہ آدمیوں کو حکم بنانا سُنت جاریہ ہے۔ کیا اس اعتراض
کا جواب ہو گیا۔ کہا ہاں۔ پہر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ انہوں نے جنگ کیا
مگر کسی کو قیدی نہ بنایا۔ اور غنیمت لی سو میں پوچھتا ہوں کیا تم اپنی ماں

عائشہ رضی اللہ عنہا کو قیدی بنالو گے اور اُن سے حلال سمجھو گے جو اور دن سے حلال سمجھتے ہو اگر اس کے قائل ہوئے تو کافر ہو گئے کیونکہ وہ تمہاری ماں ہیں۔ اور اگر تم نے کہا کہ ماں نہیں ہیں تب بھی کافر ہو گئے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ اس صورت میں تم دو گمراہیوں میں سرگرداں رہو گے جسکو اختیار کیا گمراہ ہوئی یہ سنتے ہی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے میں کہا اس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا۔ کہا ہاں پھر میں نے کہا تم جو کہتے ہو کہ لفظ امیر المومنین کو مٹا دیا سو میں اُن کے حال سے خبر دیتا ہوں۔ جس سے تم راضی ہو جاؤ گے اور میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بھی سنا ہو گا کہ جب حدیبیہ کے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو اور ابو سفیان بن حرب کے ساتھ مصالحت کی اور صلحنامہ امیر المومنین کے ہاتھ لکھوایا۔ فرمایا اے علیؓ لکھو ہٰذا ما اصطلح علیہ محمد رسول اللہ ان لوگوں نے کہا یہ نہو گا۔ وہ نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ورنہ جنگ ہی نہ کرتے حضرت نے فرمایا یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں لکھو اے علیؓ ہٰذا ما اصطلح علیہ محمد بن عبداللہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہتر ہیں علیؓ سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم لفظ رسول اللہ کو مٹانے سے رسالت سے ہرگز نہیں نکلے۔ عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ تقریر سنکر دو ہزار شخصوں نے توبہ کی اور باقی اسی گمراہی پر مارے گئے انتہیٰ۔ اس حدیث سے اُن کے عبادات اور خیالات کا حال معلوم ہوا احتیاط کا یہ حال تھا کہ بات بات پر قرآن وحدیث سے دلیل طلب کیجاتی تھی اور رائے سے بالکل احتراز تھا جیسا کہ اس حدیث

سے ظاہر ہے عن علی بن ابی ربیعہ قال سمعت علیاً علی المنبر واتاہ رجل فقال
یاامیر المومنین مالی اراک تستحل الناس استحالۃ الرجل ابلہ العہد من رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم او شیئاً رائیتہ قال واللہ ماکذبت ولاکذبت ولاضللت
ولاضل بی بل عہد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہدہ الی وقد خاب من
افتری عہدا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین
البزار ع کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہے علی ابن ابی ربیعہ سے کہ علی کرم اللہ
وجہہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المومنین میں دیکھ
رہا ہوں کہ آپ آدمیوں کی خونریزی ایسی حلال سمجھ رہے ہیں جیسے کوئی اپنے
اونٹوں کو ذبح کرتا ہے کیا کوئی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسباب
میں آپ کو ہوئی ہے یا آپ اپنی رائے سے یہ کام کرتے ہو فرمایا قسم ہے اللہ
کی کہ میں جھوٹ کہا نہ مجھکو جھوٹی خبر دیگئی اور نہ گمراہ ہوا نہ گمراہ کیا گیا اور
بے نصیب ہی جو افترا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو وصیت کی کہ جو
لوگ عہد شکنی کریں اور حق بات سے عدول کریں اور خروج کریں تو ان کے
ساتھ جنگ کروں انتہیٰ اسی طرح دوسری روایت میں وارد ہے عن الحسن
قال لما قدم علی البصرۃ فی امر طلحۃ واصحابہ قام عبداللہ بن الکوا وابن عباد فقالا
یاامیر المومنین اخبرنا عن مسیرک ہذا وصیۃ اوصاک بہا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ام عہد عہدہ ام رای رائیتہ الحدیث رواہ ابن راہویہ وصحح کذا فی
کنز العمال ترجمہ روایت ہے حسن بصری رح سے کہ جب علی کرم اللہ وجہہ
طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے بارہ میں بصرہ کو تشریف لائے

عبداللہ بن کوا اور ابن عباد کہڑے ہوئے اور کہا کہ اے امیر المومنین خبر دیجئے کہ یہ آپ کا جانا کیسا ہے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے یا اقرار لیا ہے یا صرف آپکی رائے ہے انتہیٰ مقصود یہ کہ اگر رائے ہو تو ہم اتباع نہ کریں گے۔ اُن لوگوں کو رائے سے کچھ ایسا احتراز تہا کہ اُس کو بالکل بیکار ہی کر دیا تہا اسی وجہ سے بہانجے اور بھتیجوں کی لڑکیوں کیساتھ نکاح جائز رکہتے تہے اسلئے کہ قرآن شریف میں صرف لڑکیوں اور بہانجی بھتیجیوں کی حرمت کا ذکر ہے اُن کی اولاد کا ذکر نہیں۔ یہ بات عبدالکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھی ہے اور قرآن شریف پر عمل کرنیمیں انکو اسقدر غلو تہا کہ جب تک نص قطعی سے کوئی بات ثابت نہو کسی کی نہ مانیں یہاں تک کہ زانی کے رجم کے قائل نہ تہے اور نہ اُس حد قذف کے قائل تہے جو محصن مرد کو کوئی گالی دے اسلئے کہ ان دونوں مسئلوں کا حکم صرف حدیث سے ثابت ہے صراحۃً قرآن شریف میں مذکور نہیں کذا فی الملل والنحل۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکہا کہ بات بات پر قرآن سے دلیل طلب کرتے ہیں تنگ ہو کر ایکبار قرآن منگوایا اور کہنے لگے اے قرآن ان لوگوں سے تو ہی بات کر کہ

(۱) عن عبداللہ بن عیاض بن عمرو القاری قال جاء عبداللہ بن شداد فدخل علی عائشہ ونحن عندھا جلوس مرجعہ من العراق لیالی قتل علیؓ فقالت له یا عبداللہ بن شداد ھل انت صادق عما اسألک عنه حدثنی عن ھولاء القوم الذین قتلھم علیؓ قال ان علیا لما کاتب معاویۃ وحکم الحکمین علیه خرج علیه ثمانیۃ الاف من قراء الناس فنزلوا ارضا یقال لھا حرورا من اجانب الکوفۃ وانھم

عتبوا علیہ فقالوا انسلخت من قمیص البسک اللہ واسم سماک اللہ بہ ثم انطلقت فحکمت فی دین اللہ ولا حکم الا للہ فلما بلغ علیا ما عتبوا علیہ فارقوہ امر موذنا فاذن لا یدخل علی امیر المومنین الا رجل قد حمل القرآن فلما ان امتلأت الدار من قراء الناس دعا بمصحف امام عظیم فوضعہ بین یدیہ فجعل یصکہ بیدہ ویقول ایھا المصحف حدث الناس فقالوا یا امیر المومنین انسأل عنہ فانما ھو مداد فی ورق ونحن نتکلم بما روینا عنہ فما ترید قال اصحابکم ھولاء الذین خرجوا بینی وبینھم کتاب اللہ الحدیث حم والعدنی ع ک کرص کذا فی کنز العمال۔ ترجمہ روایت ہے عبداللہ بن عیاض سے کہ ایک بار عبداللہ بن شداد حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے عایشہ رض نے ان سے پوچھیں اے عبداللہ سچ بتاؤ کہ علی رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں کو قتل کیا ان کا حال کیا تھا کہا جب علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما نے صلحنامہ لکھا اور دو شخصوں کو حکم قرار دیا آٹھ ہزار قاری قران علیحدہ ہو گئے اور حرورا میں جو ایک مقام ہے کوفہ کے گرد و نواح میں جا ٹھیرے اور علی رض پر الزام لگایا کہ جو قمیص اللہ نے تمہیں پہنایا تھا اُس کو تم نے نکالدیا اور جو لقب کہ اللہ کی طرف سے تمہیں ملا تھا اس کو تمنے مٹا دیا اور اپنے ہاتھ سے آپ ہی معزول ہو گئے۔ اور اللہ کے دین میں تم نے حکم بنایا حالانکہ حکم خاص اللہ کے لئے ہے علی رض نے یہ سنکر اعلان دیا کہ جو شخص امیر المومنین کے پاس آوے قران ساتھ لیتے آئے جب دار الحکومت قاریوں سے بھر گیا مصحف امام کو منگوا کر روبرو رکھا اور اس کو مار مار کہنے لگے اے مصحف ان لوگوں سے بات کر

انہوں نے کہا اے امیرالمومنین ہم قرآن سے نہیں پوچھتے وہ تو سیاہی ہر
کاغذوں میں ہم اسمیں کلام کرتے ہیں جو ہم سے بیان کیا گیا ہے آپ
چاہتے کیا ہیں۔ فرمایا یہ لوگ تمہارے ساتھ والے جو علیحدہ ہو گئے ہیں۔
اُن کے اور میرے بیچ میں کتاب اللہ ہے روایت کیا اسکو امام احمد اور علی
اور ابو العلی اور حاکم اور ابن عساکر نے انتہیٰ قیاس کرنا چاہیے اون
لوگوں نے دلائل پوچھ پوچھ کر علیؑ کو کس قدر دق کیا ہوگا کہ یہ حرکت انسی
صادر ہوئی۔ اور تنزیہ جناب باری میں اُن لوگوں کو اس بلا کا احتیاط تھا کہ
سورۂ یوسف کو قرآن شریف سے اس لحاظ سے خارج کردیا کہ خدائے تعالیٰ
کی شان سے بعید ہے کہ عشق کا قصہ بیان کرے۔ اور عمل میں اُن کو اسقدر
اہتمام تھا کہ مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار اور صغیرہ پر اصرار کرنیوالوں کو مشرک
کہتے تھے صاحب ملل و نحل نے اُنکا قول نقل کیا ہے کہ نماز کو ترک کرنیوالا کافر
ہے نہ اسوجہ سے کہ نماز کو ترک کیا بلکہ اسوجہ سے کہ حق تعالےٰ کو نہیں جانا
کیونکہ اگر جانتا اور اعتقاد رکھتا کہ حق تعالیٰ تمام احوال پر مطلع اور طاعت پر
جزا اور معصیت پر سزا دینے والا ہے تو اُس گناہ پر جرأت نہ کرتا اس جرأت
سے معلوم ہوا کہ اُس نے جانا ہی نہیں اور اگر جانا ہے تو تکلیف کی کچھ
پروا نکی۔ اس باب میں تارک صلوٰۃ اور ہر مرتکب کبیرہ کافر ہونے میں برابر
ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ابلیس صرف کبیرہ کے مرتکب ہونے سے
کافر ہوا کہ باوجود حکم کے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا ورنہ اس کی توحید
میں کسی قسم کا شک نہیں اور یہ بھی اعتقاد ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھ لینا

یا جھوٹی جھوٹ کہنا صغیرہ ہے اور جب اسپر اصرار ہو تو شرک ہو جاتا ہے خیال کرنے کی جائے ہے کہ جن لوگوں نے یہ اصول مان لئے ہوں گے اُن کے اعمال کا کیا حال ہو گا۔ جتنے ذریعے نجات کے آدمی خیال کر سکتا ہے وہاں سب منقطع ہیں۔ دوزخ ہر وقت پیش نظر ہے کہ جہاں امر الٰہی کے امتثال میں سستی ہوئی یا کوئی حرام فعل صادر ہو گیا قطعاً دوزخی بن گئے اب نہ کسی کی شفاعت سے کام چلتا ہے نہ خدائے تعالیٰ کی رحمت کی امید ہے کیونکہ کفار کا رحمت الٰہی سے مایوس ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اس خیال شبانہ روزی نے اُن کے چہروں پر کیا رنگ خضوع جمایا ہو گا۔ اور اعضا پر کیسی کیفیت انکسار طاری ہو گی۔ اسی وجہ سے ابن عباسؓ نے کہا اُن کی سی حالت کسی قوم کی میں نے نہیں دیکھی اور ظاہر یہی ہے اس لئے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے اور خدائے تعالیٰ کی رحمت کے قائل تھے اور جانتے تھے کہ صرف عمل سے کبھی نجات نہیں مل سکتی پھر اُن حضرات پر انکی سی مصیبت ہی کیوں آتی جو ویسی حالت بنتی۔ غرضکہ توحید عبادت زہد تقویٰ وغیرہ وغیرہ امور جن کا حال بتفصیل معلوم ہوا اُن لوگوں میں نہایت درجہ بڑے ہوئے تھے۔ اگر یہ لوگ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ ہوتے تو بادی النظر میں اولیاء اللہ سمجھے جاتے۔ اور اُنکے مخالف کو نہیں معلوم لوگ کیا سمجھتے۔ مگر الحمد للہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کارروائیوں اور احادیث صحیحہ کی تصریحات سے تمامی اہل اسلام پر اُن کی غلطی کھل گئی۔ اور بے دین اور دوزخی ہونا اُن کا ثابت ہو گیا۔ اب دیکھنا چاہئے کہ وہ

کونسی بات تھی جس نے باوجود ان اوصاف کمال کے اُن پر بدینی کا حکم صادر کر دیا اصل منشا اگر دیکھا جائے تو صرف بیباکی اور بے ادبی اُن کی پیش نظر ہو جائے گی جس سے پہلی خرابی یہ ہوئی کہ بزرگان دین کی عظمت نہ ہونیکی وجہ سے طبیعت میں تقلید کی صلاحیت نہ رہی اور ہمسری کا دعویٰ کر کے خود مجتہد بن بیٹھے۔ حضرت علیؑ کے قول کا جب اُن کے نزدیک کچھ اعتبار نہ تھا اور ہر بات میں ان سے دلیل طلب کرتے تھے تو اور کسی بزرگ کے قول کو وہ کب مانتے تھے حالانکہ علیؓ کا قول و فعل خود واجب القبول اور بجائے خود دلیل تھا۔ آخر یہی ترک تقلید جس کو انہوں نے تحقیق سمجھا تھا عین مادہ گمراہی ہوا۔ دیکھ لیجئے جب مسئلہ حکم اُنکے سمجھ میں نہ آیا اور انہیں تقلید بھی نہ کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر شرک و کفر کا الزام لگا دیا اور خود کافر بنے نعوذ باللہ من ذلک اس سے بڑھکر اور کیا گستاخی اور بے ادبی ہوگی کہ کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کی انہوں نے تکفیر کی جس کا حال معلوم ہوگا اور مخبر صادقؐ کی بشارتوں کا کچھ خیال نہ کیا۔ ملل و نحل میں لکھا ہے کہ زیاد بن امیہ نے عروہ ابن ادیبہ سے جو خارجی تھا پوچھا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا کیا حال تھا کہا اچھے تھے پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہا ابتدا میں چھ سال تک اُن کو میں بہت دوست رکھتا تھا پھر جب انہوں نے نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کیں ان سے علیحدہ ہو گیا اس لئے کہ وہ آخر میں نعوذ باللہ کافر ہو گئے تھے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کا حال پوچھا کہا وہ بھی اوائل میں اچھے تھے جب حکم بنایا نعوذ باللہ کافر ہو گئے اسلئے اُن سے بھی علیحدہ

ہو گیا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا کہ اُنکو ایک سخت گالی دی پھر زیاد
بن امیہ نے اپنا حال پوچھا کہا تمہارا اول حال زینت تھا اور آخر گندگی اور دونوں حالتوں کے
بیچ میں تم اپنے رب کے نافرمان ہو زیاد نے اُسکی گردن مارنے کا حکم دیا اور اسکے غلام
کو بلا کر کہا کہ اسکا مختصر سا حال بیان کر کہا جب میں اسکے پاس کھانا لیجاتا یا بچھونا کرنیکو جاتا غرض
ہر حال میں یہی اعتقاد اور اجتہاد اس کا دیکھتا تھا۔ لکھا ہے کہ طلحہ زبیر عائشہ
عبداللہ بن زبیر اور تمام اہل اسلام جو اُن کے ساتھ تھے رضی اللہ عنہم اجمعین
سبکی تکفیر کیا کرتے اور سب کو مخلد فی النار کہتے تھے نعوذ باللہ من ذلک اور
اُن کا یہ بھی قول تھا کہ جائز ہے کہ حق تعالےٰ ایک ایسا نبی بھیجے کہ بعد نبوت
کے کافر ہو جائے یا قبل نبوت کے کافر رہا ہو اور اُن کا یہ بھی عقیدہ تھا
کہ حق تعالےٰ عجم میں ایک نئی ملت صابیہ سے پیدا کریگا اور اسپر ایک کتاب
وقت واحد میں نازل ہوگی جو آسمان پر لکھی جا چکی ہے اور وہ محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو چھوڑ دے گا۔ ملل ونحل میں سوائے اسکے
اور کئی اعتقاد ان کے نقل کئے ہیں بخوف تطویل اسی پر اکتفا کیا گیا۔ اس سے
ظاہر ہے کہ کسر شان نبوت بھی انکو مقصود تھی چنانچہ اس حدیث سے یہ بھی
بات معلوم ہوتی ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ عن ابی یحیی قال
سمع رجلا من الخوارج وہو یصلی صلوۃ الفجر یقول ولقد اوحی الیک والی الذین
من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین قال فترک سورۃ
التی کان فیہا قال وقرا فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون
روایت ہے ابی یحیی سے کہ ایک خارجی صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی

وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ یعنی آپ کی طرف اور اگلے نبیوں کی طرف یہ وحی کی
گئی کہ اگر شرک کروگے تم تو تمہارے عمل اکارت ہوجائیں گے اور ہوگے
تم نقصان پانیوالوں سے انتہی- پہر اُس سورہ کو چھوڑ کر دوسرے سورہ کی
یہ آیت پڑہی فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ الآیۃ یعنی صبر کرو تحقیقاً اللہ کا وعدہ سچا
ہے اور نہ ہلکا کریں آپ کو وہ لوگ جو یقین نہیں کرتے اس قسم کی آیتیں
چُن چُن کے پڑہنے سے مقصود اُس شخص کا یہی معلوم ہوتا ہے کہ عظمت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لوگوں کے دلوں سے کم ہوجاے کیونکہ
اگر اُسکو قرات ہی مقصود ہوتی تو مرتب آیتیں پڑہتا راوی کو بہی حیرت
ہوئی پہر وہ سمجہہ گئے کہ یہ بات مسلمان سے ہو نہیں سکتی بعد تحقیق کے پہلے
تصریح اس امر کی کردی کہ وہ شخص خارجی تہا پہر وہ قصہ بیان کیا اگر اُس شخص
کی برائی بیان کرنا راوی کو مقصود نہوتا تو اس قصہ کے بیان کی کوئی ضرورت
نہ تہی اس لئے کہ قرآن ہر شخص نماز میں پڑہتا ہے- اِن تمام احادیث وغیرہ
سے اس قوم کا طریقہ اور طرز رفتار معلوم ہوگیا کہ جب اپنی سمجہہ کے کوئی بات
خلاف پاے اسپر اعتراض کر بیٹہے اور ادب کو پاس آنے نہ دیتے- توحید کی
حفاظت اور شرک و بدعت کے مٹانیکو اپنا فرض منصبی ٹہرایا تہا- پہر اس ٹٹی
کے آڑ میں ہزارہا مسلمانوں کی تکفیر کردی جو آیتیں کفار کی شان میں نازل
ہوئیں مسلمانوں کو اُن کا مصداق بنایا جیسا کہ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ کو جو
کفار قریش کی شان میں ہے صحابہ کے مقابل پڑہ دیا- آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی تنقیص شان کی آیتیں ڈہونڈا کرتے وغیرہ ذلک الحاصل

گستاخیوں اور بے ادبیوں میں وہ لوگ ہر زمانہ کے بے ادبوں کے پیشوا
اور مقتدا تھے۔ جس مسئلہ و مقام میں انہوں نے کچھ کلام کیا اُن کے پیروؤں
میں وہ مسئلہ معرکۃ الآرا بنا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ قریب معلوم ہوگا۔ پھر ان
بے دینیوں پر اُن کو وثوق تھا کہ اپنے مخالفوں کو کافر اور اُن کے مال کو غنیمت
سمجھتے تھے کما فی الملل و النحل ظاہر اس بات پر وہ لوگ دلیل بھی رکھتے تھے
کہ نہ اُن کا سا کوئی عابد و زاہد اُس وقت تھا نہ صاف صاف کہنے والا
دینی امور میں کسی کی رو رعایت نہیں خواہ ولی ہو یا صحابی یا نبی جہاں خلاف
بات دیکھی فوراً کہدیا۔ ہر چند یہ دلیل ظاہرا قوی معلوم ہوتی ہے مگر انجام
کار کے معلوم ہونے سے ہمیں تو یقین ہو گیا کہ واقع میں وہ دلیل بالکل
باطل اور سید ہی دوزخ میں لیجانیوالی تھی اب اُن کے انجام کار کا حال سُنئے
مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے عن سعید بن جمہان قال کانت الخوارج
قد دعونی حتی کدت ان ادخل فیہم فرایت اخت ابی بلال فی المنام کان ارات
ابا بلال قالت فقلت یا اخی ماشانک قال فقال جعلنا بعدکم کلاب اہل النار
روایت ہے سعید بن جمہان سے وہ کہتے ہیں کہ خوارج مجھے اپنی طرف
بلاتے اور ترغیب دیتے تھے یہانتک کہ قریب تھا کہ میں اُن میں مل جاؤں
ایک رات ابی بلال کی بہن کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ میں نے
اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کہا کہ ہم لوگ
تمہارے بعد دوزخ کے کتے بنائے گئے انتہی۔ یہ خواب تصدیق اُس حدیث
شریف کی جو ہے کنز العمال میں ہے عن ابی غالب قال کنت فی مسجد دمشق فجاؤا

بسبعین راسامن راس الحروریۃ فنصبت علی درج المسجد فجاء ابوامامۃ فنظر الیہم فقال
کلاب جہنم شر قتلی قتلوا تحت ظل السماء ومن قتلوا خیر قتلی تحت ظل السماء وبکی قال
یا اباغالب تقرء آل عمران قلت نعم قال منہن ایات محکمات ہن ام الکتاب
واخر متشابہات فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و
ابتغاء تاویلہ ومایعلم تاویلہ الا اللہ وقال تعالی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ
فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بماکنتم تکفرون
قلت یا ابا امامۃ انی رایتک تہریق عبرتک قال نعم رحمۃ لہم انہم کانوا من اہل
الاسلام قال افترقت بنو اسرائیل علی واحدۃ وسبعین فرقۃ وتزید ہذہ الامۃ
فرقۃ واحدۃ کلہا فی النار الا السواد الاعظم علیہم ماحملوا وعلیکم ماحملتم وان تطیعوہ
تہتدوا والسمع والطاعۃ خیر من الفرقۃ والمعصیۃ فقالہ رجل یا ابا امامۃ امن
رایک تقول ہذا ام شئی سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی اذا لجری
بل سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مرۃ ولا مرتین ولا ثلثۃ حتی ذکر
سبعا اش وابن جریر ترجمہ۔ روایت ہے ابوغالب سے کہ خارجیوں کے ستر
سر دمشق میں مسجد کی سیڑیوں پر نصب کئے گئے ابوامامہؓ نے انکی طرف دیکھکر
کہاکہ یہ جہنم کے کتے ہیں اور بدتر ہیں تمام روئے زمین کے مقتولوں سے
اور اُنکے قاتلوں سے جو شہید ہوئے وہ تمام روئے زمین کے مقتولونسے بہتر ہیں
پہر یہ آیتیں پڑہیں اور کہاکہ جتنے فرقہ سواد اعظم کے سوا ہیں سب دوزخی ہیں کسی
نے کہا اے ابوامامہ یہ باتیں کیا آپ اپنی رائے سے کہتے ہیں یا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سُنی ہیں کہا اگر میں اپنی رائے سے ایسی باتیں کہوں تو مجھیں بڑی جرأت ہوگئی ہیہ

باتیں ایک دو بار نہیں سنیں ساٹھ بار سے زیادہ سُنی ہیں روایت کیا اس کو ابن شیبہ اور ابن جریر نے انتہی المخصاً - اور یہی روایت بادنی اختلاف مستدرک حاکم میں دو طریقوں سے مروی ہے ایک میں اُن کا کلاب النار ہونا مصرح ہے - غرضکہ اُس قوم کا دوزخی بلکہ دوزخ کے کتے ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی بار کے ارشاد سے ثابت ہے اور تصدیق بھی اُس خواب سے ہوگئی - اب یہ دیکھنا چاہیے کہ باوجود اُن فضائل کے دوزخ میں آدمی بھی نہیں کتے بنے اسکی کیا وجہ ہوگی - بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنہیں کتونکی صفت غالب تھی کہ بزرگان کی شان میں زبان درازی کرنا اور ہر کسی پر بیباکانہ حملہ کر جانا گویا اُن کا شعار ہو گیا تھا - چونکہ یہ صفت راسخ تھی اُس عالم میں اُسکا یہ اثر ہوا کہ صورت ظاہری بھی اُسکے تابع کر دی گئی نعوذ باللہ من ذلک اس قوم کی ایک ظاہر نکبت یہ تھی کہ جس کے دل میں انکی محبت آئی آثار برکت کے اُس سے جاتے رہے چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے عن ابی الطفیل ان رجلا ولد لہ غلام علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعا لہ واخذ ببشرۃ جبھتہ فقال بہا ہکذا ودعا لہ بالبرکۃ قال فنبتت شعرۃ فی جبھتہ کا نہا ہلب فرس فشب الغلام فلما کان زمن الخوارج احبہم فسقطت الشعر عن جبھتہ فاخذ ابوہ یقیدہ مخافۃ ان یلحق فیہم قال فدخلنا علیہ فوعظناہ وقلنا لہ فیما نقول الم تران برکۃ دعوۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قد وقعت من جبہتک فما زلنا بہ حتی رجع عن رایہم فرد اللہ الیہ الشعر بعد فی جبہتہ وتاب واصلح کذا فی مصنف ابن ابی شیبہ - ترجمہ روایت ہے ابو الطفیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا حضرت نے اُسکو دعا دی اور اُسکی پیشانی پر
ہاتھ رکھا اور دبایا۔ اثر اُسکا یہ ہوا کہ پیشانی پر اُسکی خاص طور پر بال اُگے جو تمام
بالوں سے ممتاز تھے وہ لڑکا جوان ہوا اور خوارج کا زمانہ پہنچا اور اُن سے
اُس کو محبت ہوئی ساتھ ہی وہ بال جو دست مبارک کا اثر تھا جھڑ گئے اُسکے
باپ نے جو یہ حال دیکھا اسکو قید کر دیا کہ کہیں اُنمیں مل نہ جاوے ابوالطفیل
کہتے ہیں کہ ہم لوگ اُسکے پاس گئے اور وعظ و نصیحت کی اور کہے دیکھو تم جو
اُن لوگوں کی طرف مایل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی
برکت تمہاری پیشانی سے جاتی رہی غرض جبتک وہ شخص اُنکی رائے سے رجوع
نکیا ہم اُسکے پاس سے ہٹے نہیں پھر جب اُنکی محبت اُسکے دلسے جاتی رہی
حق تعالےٰ نے وہی نشانی دست مبارک کی اُسکی پیشانی میں پھر پیدا کر دی
پھر تو اس نے بالکلیہ اُنکے عقاید سے توبہ کی اور اچھی حالت پر ہو گیا انتہےٰ
اس حدیث سے کئی امور مستنبط اور ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگ گیا اس مقام کو ہمیشہ کیلئے ایک خصوصیت
اور برکت حاصل ہو گئی پھر کبھی تو حق تعالےٰ نے اُسکے آثار ظاہر بھی فرما دیا
اور اگر کبھی ظاہر نہ فرمایا تو اس مقام میں برکت تو ضرور رکھی اسی وجہ سے بخاری
شریف وغیرہ کتب صحاح سے ثابت ہے کہ ابن عمرؓ وغیرہ صحابہ حضرتؐ کے آثار
کو تلاش کر کے نہایت اہتمام کیا کرتے تھے انشاء اللہ تعالیٰ کسی مقام میں یہ
بحث بھی مفصل آجائیگی۔ دوسرا یہ کہ اُن آثار کے ظہور کیلئے وہ مقامات خاص
کئے جاتے تھے جو برگزیدہ ہوں پھر جہاں کسی قسم کی انمیں خرابی آگئی وہ آثار اور

صلاحیت وہاں سے جاتی رہی تاکہ طالبان حق کو اس سے عبرت حاصل ہو تیسرا
یہ کہ اُن آثار کے اثر کے لئے بھی وہی لوگ خاص کئے جاتے تھے جو اہل حق
ہوں یعنی اس برکت کے قابل اہل ایمان ہی ہوا کرتے تھے اہل باطل کو
اسطرف توجہ نہ تھی۔ چوتھا یہ کہ جسکو حضرتؐ نے براہ شفقت دست مبارک
لگا دیا عقاید باطلہ کا اثر اُسکے دلمیں ہونے نپایا دیکھہ لیجئے اگر اس شخص کے
دلمیں اوّل عقاید کا پورا اثر ہو جاتا تو پھر اُس کے رجوع کی امید نہ تھی
جیسا کہ ابی ہریرہؓ کی روایت سے معلوم ہوا اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی
معلوم ہوگا کہ اس فرقہ کے عقاید کا پورا اثر جس کے دل میں ہو جاتا ہے تو
کبھی وہ راست پر نہیں آتا۔ احادیث و آثار جو خوارج کے باب میں ہیں اس
کثرت سے وارد ہیں کہ اُن کی نقل کیلئے کئی جز چاہئے جن لوگونکو حق تعالیٰ نے
فہم سلیم دیا ہے اتنا بھی اُنکے لئے کافی ہی ہر چند یہ فرقہ خاص اُن عقیدونکے
ساتھہ جسپر بانی مذہب نے بنا کیا معلوم نہیں ابتک موجود ہی یا نہیں مگر اتنا
تو یقین ہے کہ اس رفتار پر چلنے والوں سے کوئی زمانہ خالی نہوگا اس لئے کہ
اوپر معلوم ہو چکا کہ مسلمانوں کو گمراہ اور مردود بنانے کے باب میں شیطان کے
پاس بے ادبی اور بیباکی سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جسکا تجربہ خود اس کی ذات
پر ہو چکا ہے اور بیباکیاں اور بے ادبیاں اس فرقہ کے اصول میں داخل ہیں
اور سوا اس کے اس حدیث شریف سے یہ بات بھی ظاہر ہے عن ابی جعفر
الفراء مولی علیؓ قال شہدت مع علی رضی اللہ عنہ النہر فلما فرغ من قتلہم قال
اطلبوا المخدج فطلبوہ فوجدوہ فی وھدۃ رجل اسود منتن الریح فی موضع یدہ کہیئۃ الثدی

علیہ شعرات فلما نظر الیہ قال صدق اللہ ورسولہ فسمع احد ابنیہ اما الحسن او الحسین
یقول الحمد للہ الذی اراحامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم من ہذہ الاصابۃ فقال علیؓ لولم
یبقی من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم الاثلثۃ لکان احدہم علی رائے ہولاء انہم لفی
اصلاب الرجال وارحام النساء کذا فی کنز العمال ترجمہ ابو جعفر فرار کہتے ہیں
کہ میں علی رضی اللہ عنہ کیساتھ نہر کی لڑائی میں شریک تھا جب علیؓ اُن کے
قتل سے فارغ ہوئے فرمایا اس شخص کو ڈھونڈو جسکا ہاتھ ناقص ہے چنانچہ اُس
شخص کی لاش ملی وہ شخص سیاہ فام تھا اور اُس سے بدبو آتی تھی اور اُس کے
ہاتھ کی جگہ بشکل پستان ایک گوشت پارہ تھا جسپر چند بال تھے۔ علیؓ نے اُس کو
دیکھکر فرمایا سچ کہا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن
یا امام حسین علیہما السلام نے خدائے تعالیٰ کا شکر بجالایا علیؓ نے فرمایا کہ اگر محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے صرف تین ہی شخص رہجائیں انمیں بھی ایک
شخص اس فرقہ کی رائے اور طریقہ پر ہوگا وہ لوگ ہنوز مردونکی پیٹھ اور عورتونکے
رحم میں ہیں روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط میں انتہیٰ اور اس حدیث شریف
سے بھی ثابت ہے کہ یہ فرقہ کئی بار ظہور کریگا۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیہم
کلما قطع قرن نشاء قرن حتی یکون آخرہم یخرج مع مسیح الدجال حم طب ک حل
ترجمہ۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ کئی لوگ مشرق کے طرف سے نکلیں گے پڑھیں گے وہ قرآن مگر اُن کے حلق
کے نیچے نہ اتریگا جب ایک سینگہ کاٹا جائیگا تو دوسرا نکلے گا یعنی جب ایک فرقہ

کا استیصال کیا جاویگا تو دوسرا ظہور کریگا یہانتک کہ وہ آخر میں دجال کیساتھہ رہنگے روایت کی اسکو امام احمدؒ اور طبرانی اور حاکم وغیرہ نے انتہیٰ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خوارج بھی مشرق ہی کے طرف سے نکلے اور وہابی بھی جنکا فتنہ مدتوں ملک عرب میں رہا غالباً یہ وہی فرقہ ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا فقال قال اللھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا قال قال ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان رواہ البخاری ترجمہ۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو صحابہؓ نے عرض کی اور ہمارے نجد میں مقصود یہ کہ نجد کو بھی حضرتؐ دعا میں شریک فرمالیں پھر وہی دعا کی کہ الٰہی ہمارے شام اور یمن میں برکت دیجیو پھر صحابہ نے نجد کے لئے عرض کی حضرتؐ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں شیطان کا سینگ نکلے گا روایت کی اُس کو بخاری نے انتہیٰ اس حدیث شریف سے تصریح معلوم ہوا کہ نجد سے فتنے برپا ہونگے اور اوپر کی حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ مشرق سے نکلیں گے اگرچہ مشرق عام ہے کہ ہندوستان بھی مدینہ طیبہ کے مشرق ھی میں واقع ہی مگر مدینہ طیبہ کے عام وخاص لوگ نجد ہی کو مشرق اور وہابیوں کو شرقی کہا کرتے ہیں جن کی اقامت ملک نجد میں ہی پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں سے وہابیوں کا فتنہ مراد ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی چند علامتیں بیان فرمائیں منجملہ انکے ایک یہ ہی کہ مشرق سے نکلیں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا

اور ایک یہ کہ بات نہایت عمدہ کہیں گے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے عن ابن مسعود قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان سفہاء الاحلام یقولون من

قول خیر البریۃ یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیہم من لقیہم فلیقتلہم فان فیہ اجراً لمن

قتلہم الحکیم کذا فی کنز العمال ترجمہ۔ روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلیں گے آخر زمانہ میں بیوقوف لوگ بات نہایت

اچھے لوگوں کی سی کہیں گے اور قرآن پڑھیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نیچے

نہ اترے گا جو شخص اُن سے ملے چاہیے کہ اُن کو قتل کر ڈالے کیونکہ اُن کے

قتل میں ثواب ہے انتہیٰ ظاہر ہے کہ اُن کا دعویٰ یہی تھا کہ شرک وبدعت

کو مٹاتے ہیں اور ایک علامت یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے

چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یخرج من امتی قوم یقرؤن القرآن لایجاوز حناجرہم یقتلون اہل الاسلام

فاذا خرجوا فاقتلوہم فطوبیٰ لمن قتلہم وطوبیٰ لمن قتلوہ کلما طلع منہم قرن قطعہ اللہ

عزوجل حم کذا فی کنز العمال ترجمہ۔ روایت ہے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکلے گی ایک قوم میری امت سے کہ قرآن پڑھیں

گے مگر اُن کے حلق سے نہ اترے گا قتل کریں گے وہ اہل اسلام کو خوشخبری

ہے اُسکو جس نے انہیں قتل کیا اور جسکو انہوں نے شہید کیا جب کوئی شاخ

اُنکی نکلے گی حق تعالیٰ اُس کو قطع کر دیگا روایت کی اسکو امام احمد نے انتہیٰ یہ بات

ثابت ہے کہ ہزارہا مسلمانوں کو اُن لوگوں نے قتل کر کے حرمین شریفین اور

تمامی ملک عرب پر تسلط کر لیا تھا اب بیباکی کو انکی دیکھیے حق تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ یعنی جو شخص مسجد حرام میں شرارت سے کجروی کرنا چاہے چکھائیں گے ہم اسکو عذاب دردناک انتہیٰ حافظ محی السنۃ بغوی رح تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں ان تقتل فیہ من لا یقتلک او تظلم من لا یظلمک یعنی الحاد بظلم یہ ہے کہ قتل کرے تو اس شخص کو جو تجھکو نہ مارے یا ظلم کرے تو اسپر جو تجھپر ظلم نہ کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے لو ان رجلا ہم بخطیئۃ لم یکتب علیہ ما لم یعملہا ولو ان رجلا ہم بقتل رجل بمکۃ وہو بعدن او ببلد اخر اذاقہ اللہ من عذاب الیم۔ اگر کوئی کہیں گناہ کا قصد کرے تو جبتک اسکا وقوع نہو گا گناہ لکھا نہ جائیگا بخلاف اس کے کہ جو شخص مکہ میں رہتا ہو تو اسکے قتل کے قصد پر عذاب الیم چکھایا جاوے گا اگرچہ قصد کرنیوالا عدن میں ہو یا دوسرے شہر میں۔ اور مدینہ طیبہ کی نسبت ارشاد ہے عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت سعدا قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اہل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء رواہ البخاری یعنی بخاری شریف میں روایت ہے سعد سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کیساتھ مکر و حیلہ کرے تو ایسا گلے گا جیسا نمک پانی میں پگلتا ہے ابن حجر رح فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں مسلم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرید احد اہل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللہ فی النار ذوب الرصاص او ذوب الملح فی الماء یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مدینہ والوں کو برائی پہنچانیکا ارادہ کرے گلاوے گا اسکو

حق تعالیٰ دوزخ میں مثل سیسہ کے یا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے انتہی جب
مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل اور برائی کے ارادہ پر یہ سزائیں ہوں تو جنہوں
نے وہاں قتل عام کیا اور وہ وہ اذیتیں پہنچائیں جس سے ہزارہا لوگ جلا
وطن ہو گئے انکا کیا حال ہو گا۔ اور ایک علامت اس قوم کی یہ کہ قرآن پڑہینگے
جیسا کہ کئی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہو چکی۔ قرآن شریف پڑہنے کا اس قوم
میں اسقدر اہتمام تھا کہ دلائل الخیرات کے صدہا نسخے جلائے تاکہ اسکا وقت
بھی تلاوت قرآن ہی میں صرف ہو جیسا کہ درر السنیہ میں مذکور ہے ایک علامت یہ
ہے کہ اس قوم میں جو کوئی داخل ہوا اسکے پھر نیکی توقع نہیں۔ عن ابی بردۃ رضی
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج فی آخر الزمان قوم کان ہذا منہم یقرؤن
من القران لایجاوز تراقیہم یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم من الرمیۃ ثم لا
یرجعون الیہ سیماہم التحلیق لایزالون یخرجون حتی یخرج آخرہم مع المسیح الدجال
فاذا لقیتموہم فاقتلوہم ہم شر الخلق والخلیقۃ ش حم ن طب ک کذا فی کنز العمال
ترجمہ۔ روایت ہے ابی بردہ رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلیگی وہ قرآن پڑہیں گے مگر وہ اُن کے حلق سے نہ اتریگا
اسلام سے وہ ایسے نکلجائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلجاتا ہے پھر نہ پھرینگے اسلام
کیطرف علامت انکی یہ ہے کہ سر منڈایا کریں گے یہ قوم ہمیشہ خروج کرتی رہیگی
یہانتک کہ آخر دجال کیساتھ ہونگے جب کبھی تم اُنسے ملو انکو قتل کر ڈالو کیونکہ
وہ کل آدمیوں اور جانوروں سے بدتر ہیں روایت کی اسکو ابن شیبہ اور امام
احمد نسائی طبرانی اور حاکم نے انتہی اسمیں شک نہیں کہ کوئی باطنی نکبت اس فرقے میں

ضرور ہے جسکی وجہ سے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہر وہ دین میں
نہ آئیں گے مگر بظاہر ایک وجہ یہ بہی معلوم ہوتی ہے کہ حمایت توحید اور دفع
شرک و بدعت کے غرور میں محبوبان بارگاہ آلہی کی نہ صرف توہین کرتے ہیں
بلکہ مثل اصول دین کے تعلیم وتعلم میں اسکو داخل کرتے ہیں جسکی وجہ سے غیرت
آلہی انکو تباہ کر دیتی ہے اور ایک علامت یہ کہ بنی تمیم سے ہونا جیسا کہ درر السنیہ میں
کتاب جلاء الظلام سے نقل کیا ہے کہ ظن غالب ہے کہ محمد ابن عبد الوہاب ذو الخویصرہ
تمیمی کی اولاد سے ہوگا جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں
دی ہے عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
من ضئضئ ہذا او فی عقب ہذا قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرہم یمرقون من الدین
کما یمرق السہم من الرمیۃ یقتلون اہل الاسلام ویدعون اہل الاوثان لئن ادرکتہم
لاقتلنہم قتل عاد رواہ البخاری ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ
عنہ سے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص کے خاندان یا نسل میں ایک قوم ہوگی
کہ وہ قرآن پڑہیں گے مگر انکے حلق سے نہ اتریگا دین سے وہ ایسے نکل جائیں گے
جیسے تیر شکار سے نکلجاتا ہے وہ مسلمانوں کو قتل کرینگے۔ اور بت پرستوں کو چہوڑ دینگے
اگر میں انکو پاتا تو قتل کرتا مثل قوم عاد انتہی روایت کیا اسکو بخاری نے انتہی
اس شخص کا نام ذو الخویصرہ تہا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو مسلم شریف میں ہے
عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال بینا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وہو یقسم قسما اتاہ ذو الخویصرہ وہو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل قد خبت وخسرت

ان لم اعدل فقال عمر بن الخطاب یارسول اللہ ائذن لی فیہ اضرب عنقہ قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعہ فان لہ اصحابا یحقر احدکم صلوتہ مع صلوتہم وصیامہ
مع صیامھم یقرؤن القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الاسلام کما یمرق السھم من الرمیہ
الحدیث ترجمہ روایت ہے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ ایک بار ہم لوگ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر تہے حضرت کچھ مال تقسیم فرمارہے تہو کہ
بنی تمیم کے قبیلہ والا ایک شخص آیا جسکا نام ذوالخویصرہ تہا اور کہا یارسول اللہ
عدل کیجئے فرمایا حضرت نے خرابی ہو تیری اگر میں عدل کروں تو پہر کون کریگا عمرؓ
نے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو اسکی گردن ماروں فرمایا جانیدو اسکے ساتھ والے ایسے
لوگ ہونگے کہ تم اپنی نماز وروزہ کو انکی نماز وروزہ کے مقابلہ میں حقیر سمجھوگے وہ
قرآن پڑہینگے مگر حلق سے آگے نہ بڑہیگا اسلام سے وہ ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے
نکلتا ہے روایت کی اسکو مسلم رح نے انتہی ملخصاً اس حدیث شریف سے ثابت ہے
کہ ذوالخویصرہ قبیلہ بنی تمیم سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی تمیمی ہے تعجب نہیں
کہ اُس کی نسل سے ہو اور اگر یہ بھی ہو تو ہم خاندان ہونیمیں شک نہیں اور ایک علامت
یہ ہو کہ سر کے بال منڈوایا کرینگے جیساکہ کئی حدیثوں سے ابھی معلوم ہوچکا عن عمرؓ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج قوم من المشرق علقان الرؤس یقرؤن
القرآن لایجاوز حناجرہم طوبی لمن قتلوہ وطوبی لمن قتلھم ابونصر السنجری فی الابانہ
والخطیب وابن عساکر کذا فی کنز العمال ترجمہ روایت ہی عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم مشرق سے نکلیگی جو سر منڈوالے ہونگے پڑہینگے
وہ قرآن مگر انکے حلق سے نہ اتریگا خوشخبری ہے اُسکو جو اُنکے ہاتھ سے شہید ہوا اور

جسنے اُن کو قتل کیا انتہی اور رسلینہ میں بخاری اور مسلم سے یہ روایت نقل کیا ہے

کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج ناس من المشرق ویقرؤن القرآن لایجاوز

تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ لایعودون فیہ حتی یعود السھم

الی فوقہ سیماھم التحلیق جسکا خلاصہ یہ ہی کہ مشرق کیطرف سے ایک فرقہ نکلیگا کہ قرآن پڑھینگے

مگر نکلجائینگے دین سے پھر نہ لوٹیں گے جیسے تیر شکار سے نکلکر لوٹتا نہیں علامت اُنکی

یہ ہے کہ سر منڈوایا کرینگے انتہی۔ پھر قول عبد الرحمن اہدل مفتی زبید کا نقل کیا کہ

ابن عبد الوہاب کے رد میں کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں صرف یہ نشانی کافی

ہے جسکی خبر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہی کہ (سر منڈوایا کرینگے) کیونکہ

اُس شخص نے جیسا سر منڈوانیمیں اہتمام کیا تھا کسی فرقہ میں نہوا اُسنے دستور ٹھیرا

دیا تھا کہ جو شخص اپنی ملت میں داخل ہو اسکو سر منڈوانا ضرور ہی یہانتک کہ عورتوں

میں بھی یہ حکم جاری کر دیا تھا ایکروز کسی عورت نو گرفتار نے بسبب عادات سر منڈوانیکو

کہا اُسنے جوابدیا کہ عورتونکے سر کے بال اور مردونکی ڈاڑھیاں برابر ہیں اگر مردونکی

ڈاڑھیاں منڈوائی جائیں تو عورتونکے سر کے بال منڈوانا بجا ہوگا یہ سنکر مبہوت

ہوگیا اور کچھ جواب نہ دیسکا **الحاصل** علامات مذکورہ بالا سے ثابت ہی کہ مخبر صادق

صلی اللہ علیہ وسلم فرقہ وہابیہ کے نکلنے کی خبر دیچکے ہیں اور جو علامتیں بیان فرمائیں

سب اُنمیں پائی گئیں اور سوائے احادیث مذکورہ بالا کے درر سنیہ میں کئی حدیثیں نقل

کئے جنمیں علامتیں اس گروہ کی مذکور ہیں اور وہ سب اُنمیں پائی گئیں احادیث مذکورہ

سے یہ بات بھی ثابت ہی کہ فرقہ خوارج کی وہ ایک شاخ ہے مگر اسوجہ سے کہ نئی طور پر اُس کا

خروج ہوا اسلئے اُسکا نام جدا گانہ قرار پایا اور اُس کے بانی کیطرف منسوب کیا گیا اسیوجہ سے

یہ لوگ محمدی کہلاتے ہیں مگر محتاط علمانے جب دیکھا کہ عوام الناس انکو ضرور گالیاں دینگے اور اُسمیں توہین لفظ نام مبارک کی ہوگی اسلئے محمد ابن عبدالوہاب کے نام سے جزو دوم کیطرف منسوب کرکے باختصار لفظ وہابی مقرر کیا غرض وہابی اور محمدی کے یہاں ایک معنی ہیں محمد ابن عبدالوہاب کا مجملاً حال یہ ہے ۱۱۱۱ھ گیارہ سو گیارہ میں وہ پیدا ہوا اور بعد کسیقدر تحصیل علم کے ۱۱۴۳ھ گیارہ سو تینتالیس میں اپنے خیالات فاسدکو رواج دینے کیواسطے خطہ نجد میں گیا پہلے صرف اسی بات پر زور دیا کہ اس زمانہ میں شرک ہر طرف پھیل گیا ہے اور اسلام کیحالت روز بروز گھٹتی جارہی ہے اسوقت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ توحید کو رواج دینے اور شرک کو مٹانیکا فکر کرے چونکہ یہ دعوی قابل تسلیم تھا لوگ اُسکے دام میں پھنسنے لگے چنانچہ ۱۱۵۰ھ گیارہ سو پچاس میں اسکی شہرت ہوئی اور درعیہ اسکے اطراف وجوانب کے لوگ اُسکے تابع ہوگئے اور روز بروز ترقی ہونے لگی جب کسیقدر مجمع ہوگیا جہاد پر آمادہ ہوا اور اپنے ہواخواہوں کو جمع کرکے کہدیا کہ سوائے اس خطہ کے اسوقت کل روئے زمین پر شرک پھیلا ہوا ہے اور سوائے تم چند شخصوں کے جتنے لوگ آسمان کے تلے ہیں سب مشرک ہیں اب ہمکو ضرور ہے کہ جہاد کرکے مشرکونکو قتل کریں تمھیں یاد رہے جو کوئی مشرک کو قتل کرتا ہے اس کیلئے جنت ہے پھر سب سے بیعت لیکر جہاد کا حکم دیا۔ یہ فتنہ ایک مدت تک رہا اس قوم نے ہزارہا مسلمانونکو شہید اور جلاوطن کردیا اور حرمین شریفین پر قبضہ کرکے کئی سال بالاستقلال حکمرانی کی آخر ۱۲۲۷ھ بارہ سو ستائیس میں بحکم سلطان محمود حرمین وغیرہ سے نکالے گئے مادہ تاریخ اُنکے اخراج کا قطع دابر الخوارج ہے اس فتنہ کی کسیقدر تفصیل اور حال اُن مصیبتونکا جو اہل حرمین شریفین پر گذری ہیں

شیخ وحلان مکی رح نے الدرر السنیہ میں لکھا ہے۔ اس فرقہ کو بھی مثل خوارج کے عمل میں نہایت اہتمام تھا یہانتک کہ تارک فرض کو کافر حلال الدم سمجھتے اور توحید میں انکو اسقدر غلو تھا کہ یا رسول اللہ کہنے والے اور بزرگوں سے مدد مانگنے والیکو کافر سمجھتے ابن عبدالوہاب ہر جمعہ کے خطبہ میں کہا کرتا کہ جو شخص نبی کا توسل کرے وہ کافر ہے اور زیارت قبور ناجائز سمجھی جاتی تھی چنانچہ لکھا ہے کہ ایک قافلہ احساسے مدینہ طیبہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے گیا تھا واپسی کیوقت جب درعیہ پہنچا جہاں وہ تھا اُسنے انکی یہ سزا ٹھیرائی کہ ڈاڑھیاں سبکی منڈوائی جائیں اور گدھوں پر اس رسوائی کیساتھ سوار کیے جائیں کہ دم کیطرف منہ ہو اور یہی حالت احسا تک رہی جہاں انکا گھر ہے تا تشہیر ہو جائے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جائے اسکی یہ سزا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بدعت سے اُن لوگوں کو اسقدر احتراز تھا کہ صدہا دلائل الخیرات اور دوسرے علوم کی کتابیں جلادی گئیں اسمیں لکھا ہے کہ ایک بزرگ نابینا اذان کے بعد منارہ پر بآواز بلند درود شریف پڑھا کرتے تھے ابن عبدالوہاب نے اسکو منع کیا جب انہوں نے نہ مانا قتل کر ڈالا اور کہا کسی عورت کے گھر سے رباب کی آواز درود کی آواز سے بہتر ہے جو مناروں پر پڑھا جائے اور مولود شریف کسیکو پڑھنے نہ دیتا صرف و نحو و فقہ وغیرہ علوم کے مطالعہ سے منع کرتا اُسکا قول تھا کہ اصل شریعت ایک تھی اِن لوگوں کو کیا ہوا جو اُسمیں چار مذہب کر دئے کبھی کہتا کہ قول ائمہ اربعہ بالکل قابل اعتبار نہیں اور کبھی کہتا وہ تو حق پر تھے مگر اُن کے اتباع کتابیں تصنیف کر کے خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا شیخ سلیمان بن سحیم حنبلی نے جو معاصر ابن

عبدالوہاب کے ہیں ایک استفتا گیا جسکا جواب علامہ احمد بن علی قبتانی نے
دیا ہے استفتا میں لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نے یہاں اقسام کی بدعتیں نکالیں
اور لوگونکو گمراہ کرنے پر کمر باندھی ہے منجملہ اُنکے چند یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر ہر جمعہ کے دن اور رات میں درود پڑہنے سے منع کرتا ہے اور کہتا ہے
کہ ایسی بدعت ہے کہ اس سے آدمی دوزخی ہنجاتا ہے دلائل الخیرات اور روض
الریاحین تیجے کئی نسخے اُسنے جلادئے اسکا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نام پر لفظ سیدنا کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کبھی جو قدرت
ہوگی تبہ شریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھاویگا۔ زیدؓ بن خطاب اور
اُنکے ساتھ والے صحابہ کی قبروں کو کھدوا ڈالا۔ غرضکہ اسکے بیباکیاں اور گستاخیاں
کوئی شمار و حساب نہیں رکھتے اس سے بڑھکر کیا ہو کہ خود آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی نسبت کمال بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے اور سنکر چپ رہتا ہے چنانچہ
رسول کے معنی طارش کہتا ہے جو اُن لوگونکی زبان میں ہرکارہ کو کہتے ہے اور اسکے
اتباع کہتے ہے کہ جو اس عصا سے کام نکلتا ہے وہ بھی اُن سے نہیں نکلتا اور وہ
ایسی باتیں سنکر خوش ہوتا اور سوائے اسکے صدہا خرافات ان لوگونکے زبان زد
تہے یہ فرقہ نجد میں ابتک موجود ہے اہل انصاف غور کرسکتے ہیں کہ کون مسلمان ایسا
ہوگا کہ ان اعتقادونکو پسند کرے گا مگر ہمارے حضرات زیادتی کرکے ادنی احتمال
پر کسیکو بھی وہابی کہدیتے ہیں جو قطع نظر فتنہ و فساد کے شرعاً جائز بھی نہوگا۔

انوار احمدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر حق اس نظم میں ہیں وہ مضامیں دلپذیر
جس سے ایماں تازہ ہو اور ہوں دل اعدا پہ تیر

ہے حدیثوں کا جو یہ مضمون بلا ریب و نکیر
جو محدث ہیں وہ اسکو مان لیں گے ناگزیر

اگرچہ یہ اشعار ہیں پر شاعری اسمیں نہیں
ترجمہ منقول کا ہے خودسری اسمیں نہیں

لکھا اسکو نظم میں ہر چند میں شاعر نہیں
کیونکہ خوش ہوتے تھے اکثر نظم ہی سے شاہ دیں

تھا یہی الہام جو ممد حسان کے تھے روح الامیں
کعب اور ابن رواحہ کو اسی کا تھا یقیں

ذکر ختم المرسلیں اس نظم سے مقصود ہے
جو ازل سے تا ابد ممدوح اور محمود ہے

حضرت عباس نے جب نعت میں انشا کی
اک قصیدہ لکھا جس سے ہو خجل سحبان بھی

سنکے فرمایا صلہ شاعر کو دیتے ہیں سبھی
ہمنے دی اسکے صلہ میں سلطنت اسلام کی

مل گیا پروانہ با مہر قضا اک بات میں
سلطنت کی کنجیاں ہیں خاندان کے ہاتھ میں

ٹھیرا کفارہ گناہوں کا جو ذکر اولیا
اور از قسم عبادت ہو جو ذکر انبیا

پھر ہو ذکر سرور عالم کا کیا مرتبا
جن کا ذکر پاک ہے گویا کہ ذکر کبریا

رفع ذکر پاک ثابت ہے کلام اللہ سے
مطمئن ہوتے ہیں دل ذکر شہ لولاہ سے

ذکر نام پاک سے نار جہنم سرد ہو   اور سبھی حضرت کا دوزخ میں بجھایگا کبھو
بوالبشر نے کی وصیت وقت آخر شیث کو   کہ قرین ذکر حق ذکر محمد کیجیو

وحشت آدم گئی نام شہ لولاک سے
مردہ زندہ ہو گئے تاثیر نام پاک سے

حضرت آدم نے اُس فرزند سے یہ بھی کہا   میں تفرج کیلئے جب آسمانوں پر گیا
دیکھا ذکر احمدی میں ہر ملک مصروف تھا   اور ہر اک پتہ پہ جنت کے نام انکا لکھا

سینے حوروں کے ملائک کے جبینیں تابعرش
ہر جگہ اس نام کا ہی عالم علوی میں نقش

ہے درود پاک ہی ذکر شہ عالی مقام   ہر طرح سے جس کا ہے خالق کو منظور اہتمام
بھیجتا ہی خود درود اس فخر عالم پر مدام   اور فرشتہ دائما مشغول ہیں جس میں تمام

کیسی طاعت ہوگی وہ جس میں ہو خود حق بھی شریک
ہی جو طاعت سی بری جس کا نہیں کوئی شریک

کیا فضیلت ہی پڑھی یکبار گر کوئی درود   بھیجتا ہے اُسپہ ستر رحمتیں رب ودود
اور ملائک کے درود اسپر کریں پیہم فرود   ہو مدام اس کی ترقی مدارج زود زود

دیکھ لیگا قبل موت اپنا وہ جنت میں مقام
اور ہم رتبہ شہیدوں کا رہے با احترام

محو ہوتے ہیں گنہ پڑھنے سے اوسکے لاکلام   رفع ہوں سب ہم و غم جو کوئی پڑھتا ہو مدام

نکلیں اسکی وجہ سے دونوں جہانکے سارے کام — جو پڑھے دایم رہے منصور و محبوب انام

ذکر خالق اور دعا و ذکر نبیؐ کے سات ہے
کیا صلوٰۃ احمدی بھی افضل الطاعات ہے

جو وضو کیوقت حضرتؐ پر نہ پڑھتا ہو صلوٰۃ — ہے طہارت اسکی ناقص اسمیں ہے کیا کیا نکات
بے صلوٰۃ احمدی کامل نہو ہرگز صلوات — التحیات اسکی ہوجاتی ہے بالکل واہیات

اور جو نام شاہ دیںؐ سُنکر نہ پڑھتا ہو درود
جائے رغما ناریں وہ انجل الناس عنود

حضرتِ آدمؑ کو پہلے میل طبعی جب ہوا — عوض کی خاتون نے حضرت مہر ہوا اول ادا
بولی یارب مہر کیا دوں حق تعالیٰ نے کہا — صاحبِ لولاہؐ پر پڑھ لو درود باصفا

یعنی استحلال چاہئے درود پاک سے
تا کھلیں گل رشک افلاک و ملائک خاک سے

جتنا کل اہل زمیں پاویں عمل کر کے ثواب — لیجے اتنا پڑھکے دم بھر میں درود مستطاب
لکھی جائیں نیکیاں اُسکی بدولت بیحساب — ساتھ اُسکے جو دعا کیجے ہو بیشک مستجاب

ہے فضیلت میں زیادہ تر وہ سب طاعات سے
حج سے اور صدقات سے اعتاق سے غزوات سے

جو کہ پڑھتا ہو درود اسکو شفاعت ہو نصیب — راضی ہوگا حق گواہی دینگے جب اسکی حبیب
عرش کا سایہ ملیگا ہوگا حضرتؐ کے قریب — ہو وے روزِ عید اُس کو حشر کا روزِ مہیب

اور اس کثرت سے ہوگا نور اُسکے ساتھ
جسکی وسعت میں سما سکتی ہو ساری کائنات

ہو بہت سارے فرشتوں کی عبادت بس یہی
پھر جو پاویں ٹھیریں اسکے گھر پہ باصدق دلی

کہ کریں دائم تلاش شخص ہمنام نبی
دیکھیئے کس طرح ہی تعظیم نام پاک کی

صرف نام پاک جب ہووے ملائک کا مطاف
کیوں نہ در انکا ہو روحوں کا محل اعتکاف

جس مکانمیں ہو سمی حضرت کا وہ گھر دائما
توبہ حضرت صفی اللہ قبول اس دم ہوا

رزق و برکت سے رہے مملو بصد نشو و نما
کہ وسیلہ شاہ دیں کے نام اطہر کو کیا

خاتم حضرت سلیمان میں جو وہ تسخیر تھی
نقش نام شاہ جن وانس کی تاثیر تھی

گرچہ انکی مدح میں قرآن ہے ناطق سر بسر
رتبہ انکا کوئی کیا جانے جو دیوے کچھ خبر

وصف انکی کر سکے کیا کوئی بیچارہ بشر
عقل حیران ہے یہاں اور وہم کے جلتے ہیں پر

ہر مسلمان چھوڑے کیونکر نعت کو بالکلیہ
لیس تیرک کل مالایدرک بالکلیہ

خود خدا نے کی ثنائے رحمۃ للعالمین
اور جماد و جانور بھی نعت سے چھوٹے نہیں

انبیا دائم رہے مداح ختم المرسلیں
بت زبان قال سے کرتے تھے وصف شاہ دیں

ہاں مگر شیطان کو شاید ہو تو ہو اسمیں کلام
ناسوی کی اس نے جب تعظیم سمجھی ہی حرام

نعت وہ ہے جسکا حضرت نے کیا خود اہتمام
ہو جو محروم اس سے ہے ایمان اسکا ناتمام

حق تعالیٰ نے لیا جملہ نبیوں سے یہ کام
اور جو دشمن ہو تو اسکے کفر میں کیا کلام

کی بذات خود خدا نے نعت جب محبوب کی

پھر ثنا دل سے کریں کیونکر نہ سب محبوب کی

کیونکہ دلمیں جب کسیکی ہو محبت جاگزیں — اسکو بے ذکر و ثنائے دوست چین آتا نہیں
جسطرح ہوتا ہے دلمیں جب کسی سے بغض و کیں — اسکی بدگوئی میں رہتا ہے سدا وہ عیب چین

قلب کی کیفیتیں اظہار پاتی ہیں ضرور
دلکی موجیں لب پہ جوش اپنا دکھاتی ہیں ضرور

پھر خطبہ حبیب ہوا منبر کا مستحکم اساس — اور ستوں نے جان عالم کو نہ پایا اپنے پاس
عاشق صادق تھا جب دیکھا کہ ہے قربت سے یاس — گریہ و زاری لگا کرنے وہ غمگین بے قیاس

تھا تو چوب خشک پر عشق نبی میں تازہ تھا
زمرۂ عشاق میں نادر بلند آوازہ تھا

ہے جو خالق کو محبت انسے اسکا ذکر کیا — ہو جو تابع انکا اسکو دوست اپنا کہدیا
جسکو انسے ہو محبت ہے وہ محبوب خدا — رتبہ اسکا پا نہیں سکتی کبھی عقل رسا

ہوگا روز حشر خود خیر الورےٰ کے ساتھ وہ
پائے عالی مرتبہ بے کثرت طاعات وہ

حق نے حب اولیا اللہ میں دیکھو کیا کہا — کہ میں ہو جاتا ہوں انکی چشم و گوش و دست و پا
جب محبت ہو طفیلیوں سے یہ بے انتہا — حب شاہ مرسلیں ہو کس قدر سوچو ذرا

انتہا اس حب کی عقلوں سے ہماری دور ہے
مارمیت کی حقیقت جس طرح مستور ہے

الغرض یہ حمد ہے اور نعت محبوب خدا — لب پہ ہو صل علیٰ اور قلب میں جل و علا
ہو زبان پر نام احمد کا احد دل میں چھپا — چاہیئے اب ہوں سراپا چشم و گوش اہل صفا

جلوۂ نور خدا از خود عیاں ہونے کو ہے
راز جو مخفی تھا خود صرف بیاں ہونیکو ہے

یعنی جب خالق نے چاہا غیب کا اظہار ہو
فیض بخش کن فکاں گنجینۂ اسرار ہو
اور عبودیت کا ساری خلق میں اقرار ہو
گنج تاریک علم جولانگہ انوار ہو

نور سے اپنے کیا اک نور پیدا بے مثال
اور محمد اسکا رکھا نام حمداً لایزال

گرچہ حضرت ہیں محمد پر ستودہ ہے خدا
لیک جب خود حق تعالے نے محمد کہدیا
کیونکہ جملہ حمد راجع ہیں سو رب العلا
پھر محمد ہم نے گر انکو کہا تو کیا ہوا

عقدہ یہ کھلتا نہیں کون ہیں اور کیا ہیں وہ
ہاں سمجھتے ہیں بس اتنا برزخ کبریٰ ہیں وہ

حمد ہے اس خالق کون و مکاں کو بیعدد
اور مقام انکا کیا محمود با صد شد و مد
جس نے انکو کر دیا ذات محمد تا ابد
پھر بنایا ان کو حامد اپنا وہ رب صمد

تھی جو اصل خلق بس لایق انہیں کے تھا یہ کام
تا ہو انکا حمد سب کے حمد کے قایم مقام

الغرض اس نور ہی پیدا کیا عالم تمام
نام انکا لیکے نبیوں نے نکالے اپنے کام
لکھا پھر ہر جائے اپنے نام کیسا انکا نام
دی شہرت انکو تا جانیں انھیں سب خاص و عام

وہ نبی اسوقت تھے کہ آدم آب و گل میں تھے
جاں جب آئی انمیں وہ جانیں زباں پر دل میں تھے

پھر کیا یکتا ان ہی آدم میں انکو جلوہ گر
رکھا پیشانی میں تا ہو سجدہ گاہ بو البشر

پھر ملایک سے کرائے سجدے باصد کروفر ۔ اور لیا اقرار سب پیغمبروں سے معتبر

کہ وہ ختم الانبیا اور خیر خلق اللہ ہیں
ہیں وہ شمس الانبیا گر انبیا سب ماہ ہیں

تھا جو منظور خدا ہو مستقل اُس کا ظہور ۔ منتقل ہونے لگا اولاد آدم میں وہ نور
جو کہ قابل تھا ہوا اُس نور کا اُس میں مرور ۔ جسمیں آیا وہ ہوا اُس جا کرامت کا وفور

اُسکی ٹھنڈک سے کہیں گلزار بنجاتی تھی نار
حُسن کی گرمی کہیں کرتی دلونکو بیقرار

الغرض بہر ظہور نور عین جان و دیں ۔ ٹھیرے عالم میں عرب منظور رب العالمیں
تاکہ ہو ویں مطلع اس رمز سے اہل یقیں ۔ کہ ہے جسمانی تعین کا عبور اور کچھ نہیں

گو مقر اُس کا عرب ہے پر وہ کل کا شاہ ہے
سایہ گستر دو جہاں پر ایک ظل اللہ ہے

رفتہ رفتہ صلب عبد اللہ میں آیا وہ نور ۔ جلوہ گر اُنمیں ہوا جسوقت مثل شمع طور
عشق سے ہونے لگی دل قالبوں کے چور چور ۔ یعنی شیدا ہوتی تھیں اونپر زنان رشک حور

پر ہر اک عورت قرین ہر شرف ہوتی نہیں
قابل یکدانہ گوہر ہر صدف ہوتی نہیں

اس امانت کیلئے تھیں آمنہ خاتون بنی ۔ آمنہ تھیں ہر طرح سے جو کہ وہ ام نبی
رکھا ایمان کا مادہ اونمیں تھا پہلے سے ہی ۔ پھر تو پہلی امن و ایماں کی انہیں سے روشنی

جسکے ہو فرزند وہ اُسکو شرف کیونکر نہ ہو
گوہر نایاب سے فخر صدف کیونکر نہ ہو

گرچہ رسم جاہلیت ان دنوں تھا بہت شتر
اسلئے سب تھے بری اس رسم سے تا بوالبشر

لیک تھا حافظ خدا اُس خاندان کا سر بسر
یں نکاح اُن کا ہوا دینِ خلیل اللہ پر

تھی یہ وہ شادی کہ جسکی آسماں پر دھوم تھی
تہنیت کی ہر طرف کون و مکاں میں دھوم تھی

تھا فقط منظور کھلانا بشر ورنہ وہ نور
اُسکو رحم مادر و صلب پدر تھی کیا ضرور

جسکی دولت آدم و جملہ جہاں کا ہو ظہور
عقل عاجز ہی یہاں اور فہم ہے جفت قصور

جب خدا قدرت نمائی کا کوئی سامان کری
کیا ہی جز تسلیم مقدور اور جو انسان کری

ہیں محمد ابن دو ذبیح ارشاد حضرت نے کیا
اور عبد اللہ جو ہیں والد خیر الوریٰ

یعنی اسمٰعیل جو جد عرب ہیں بر ملا
ذبح کرنیکے لئے تھا باعث الہام کیا

اسمیں یک نکتہ ہے یعنی جسکے ہو ایسا پسر
باپ دادا چاہئیے قرباں ہوں اسپر سر بسر

الغرض وہ نور پاک حضرت خیر الوریٰ
شام مثل صبح گھر سے آپکے روشن ہوا

شمس کے مانند جب برج حمل میں آگیا
بلکہ تھی ساری زمیں اسوقت واں چہرہ نما

ہو نہ کیونکر روشنی تھی آمد عالیجناب
صبح صادق چاہئے قبل طلوع آفتاب

پھر تو ہر جانب دو عالم میں شادی کی تھی دھوم
ور تھی ہو نغمہ سرا سب نکتہ سنجان علوم

پڑھتے تھے اشعار ہاتف تہنیت کی جھوم جھوم
کہ مٹے جاتے ہیں اب ساری نحوست کی قوم

ہاں رہیں ہشیار ظاہر حق ہوا چاہتا ہے اب

ہو یہ قطعۂ صدر باطل شق ہوا جاتا ہے اب

تھے جہاں بتخانے بت واں سب نگوں سر ہو گئے — اٹھے اورنگ جہاں باناں خود سر ہو گئے
سبزے لہرانے لگے دن قحط کے سر ہو گئے — قلعہ ہائے دولت و اقبال سب سر ہو گئے

کشت عالم سبز ہے باد بہاری آتی ہے
صاحب انا فتحنا کی سواری آتی ہے

صرف اہل عقل ہی میں تھا نہ اسکا اہتمام — وحشیوں میں بھی مبارکباد کی تھی دھوم دھام
کوئی تو کہدے منا ہو اس طرحکا جشن عام — ابتدائے عالم تکوین سے تا یوم القیام

ہوگئی اخلاق جہاں کو اُن دنوں کیسی خوشی
جسکے پرتو سے عیاں تھی ہر طرف ایسی خوشی

جب ولادت کا زمان با سعادت آگیا — پہنچیں خدمت کیلئے جلدی سے مریم آسیا
باندھیں حوروں نے پرے جس سے تھا سارا گھر بھرا — اور ملائک آفتابے لے کھڑے تھے جابجا

شب برات و قدر ہو جسپر فدا کیا رات تھی
تھا نمایاں جلوۂ شان خدا کیا رات تھی

پس زہے نور پاک رب العالمین پیدا ہوئے — مبدا تکوین و ختم المرسلیں پیدا ہوئے
جان عالم قبلۂ اہل یقیں پیدا ہوئے — شکر ایزد رحمۃ للعالمیں پیدا ہوئے

دھوم تھی عالم میں خورشید کرم طالع ہوا
ہاں کریں تعظیم اب نور قدم طالع ہوا

پھر تو سب اصنام سر کے بل زمیں پر گر گئے — اور گرے ایوان کسریٰ کے بھی کتنے کنگرے
اُڑ گئے نار رہے بیکار سب آتشکدے — واسطے تعظیم کے تارے بھی سارے جھک گئے

تھا غرض تعظیم کا ارض و سما میں اہتمام
کوئی راکع کوئی ساجد کوئی تھا صف میں قیام

سامعین ہے ہم کو توقع غور فرمائیں ذرا
وہ معین روز روز عید ٹھیرا گیا
تھا ذبیح اللہ کا جو فرحت فزا جو واقعہ
تہنیت کے سب رسوم اُس روز ہوتی ہیں ادا

روز میلادِ نبی جسمیں تھا وہ کچھ اہتمام
ہو نہ کیونکر واجب التعظیم پیش حق مدام

مجلس میلاد بھی جاتی ہو وقت خاص کی
پھر بھلا تعظیم وقت ذکر میلاد نبی
جسمیں حسب حکم خالق خلق نے تعظیم کی
ہو خلاف مرضی حق یہ نہیں ممکن کبھی

حق تعالیٰ کو گرا دے سجدہ با صد عز و شاں
اور کھڑا رہنا ہو جایز یہ کیسا بے گماں

بولہب جسکی ہو ذم میں سورۂ تبت یدا
ہو کے شاداں انت حرہ اذ ہبی ہمکو کہا
مژدۂ میلاد حضرت جب ثویبہ سے سنا
ساتھ اس کہنے کے اُس کا ہاتھ بھی کچھ ہلگیا

عین آتش میں ہو جاری آب اُسکے ہاتھ سے
جسکے پینے سے ہو تسکین پیاس کے صدماتسے

یہ اثر اللہ اکبر مجلس میلاد کا
پھر جو ایمان بھی ہو ساتھ اس جشن کے ہو جو فنا
کفر و دوزخ میں ہو جسکی آب یاری کو ملا
مبغضوں کی طرح کیا محروم وہ رہ جائیگا

یہ نہیں ممکن کہ رنج و شادمانی ایکجا ہوں
یہ تو ایسا ہے کہ جیسے آگ پانی ایکجا ہوں

پھر ہوا ظاہر سکا نہیں ایک نورانی سحاب
جسپ تھے سردار عالم آمنہ کی آفتاب

اور منادی نے کیا پھر غیب سے اسکو خطاب   جلوہ گر سارے عوالم میں انہیں کر دو شتاب

تا خدائی جملہ انکو دیکھ کے پہچان لے
یعنی ہر ایک اپنے آقا کو بخوبی جان لے

پس ہوئے حضرت روانہ جانب بر و بحار   تاکہ حیوانات بر و بحر کو دیں افتخار
پھر ہوئے روحانیوں کی سمت شاہ دیں سوار   تاکہ ارواح ملایک کو بھی کر لیویں شکار

پھر تو ہر ایک کی زباں پر تھا کہ لو معراج ہے
رویت نور خدا ہم کو میسر آج ہے

پھر حلیمہ وہ کہ جنکا خاندان تک سعد تھا   آئیں خدمت میں تو دیکھا انکو شہ نے مسکرا
داہنی جانب کا انکے دودھ نوش جان کیا   جانب چپ انکے بچے کیلئے رکھی بچا

طفل بھی گر تھے تو دانش تھی طفیل انکی سا
عدل و احسان و کرم تھی جلوہ گر صبح و مسا

شاہ دیں کو پھر سواری کے جو لائیں متصل   تین سجدے شکر کے اسنے کئے باصدق دل
پھر بڑھی سب سے اگرچہ تھی بہت ہی مضمحل   یہ عجائب دیکھکر سب ہو گئے تھے پا بگل

بولی تم کچھ جانتے ہو میرا راکب کون ہے
آج میں وہ ہوں کہ مجھپر شاہ ہر دو کون ہے

جب شہ ارض و سما کو لائیں خاتون اپنے گھر   تھے پئے گہوارہ جنبانی ملک باندھے کمر
دیکھے بہلانیکو تھا حلقہ بگوشانہ قمر   جس طرف کرتے اشارہ ساتھ ہی جھکتا ادھر

مہد میں بھی ہیں تو سیر عالم ملکوت ہے
فکر تمہید مہاد رونق ناسوت ہے

جب ہوا رفتار کا عزم اک تماشا تھا بپا ۔۔۔ خاک کی پابوسیاں تھیں دم بدم رشک سما
دہوپ میں رہتا تھا سر پر ابر رحمت چتر سا ۔۔۔ یا چھپا لیتا تھا منہ خورشید از فرط حیا

تابش خور خنکی رحمت سے ہو کیونکر قریں
زیب جا در عرش کی زینت سے ہو کیونکر قریں

پھر تو شاہ تجرد بر کا جس طرف ہوتا گذر ۔۔۔ سجدۂ تعظیم کرتے جھاڑ۔ پتھر۔ جانور
تھے جو مرفوع القلم کر لیتے سجدے بے خطر ۔۔۔ بلکہ تھا کچھ حکم خالق ہی انہیں اس طور پر

ورنہ یاں تو تھا تواضع کا کچھ ایسا اہتمام
کر نہیں سکتا تھا کوئی دست بوسی یا قیام

پھر جو چاہا حق نے اظہار نبوت بر ملا ۔۔۔ حالتیں بدلیں وہ کہاں نقشہ دگرگوں ہو گیا
عالم اسباب کی تاثیر کا خاکہ کھنچا ۔۔۔ اور دبستان عبدیت کے رسم و آئین کا کھلا

آفتاب حسن پر ابر تعصب چھا گیا
دیدۂ خفاش کا پردہ دلوں پر آ گیا

یعنی اہل کفر کی ہر سمت سے یورش ہوئی ۔۔۔ درپئے آزار ختم المرسلیں تھا ہر شقی
کافروں نے کوتہی ایذا رسانی میں نہ کی ۔۔۔ جس سے ایذا خود خدائے پاک کو ہونے لگی

پھر تحمل آپ کا قدرت خدا کی تھی عیاں
صبر تھا یا سر بسر رحمت خدا کی تھی عیاں

اک اشارہ سے ہلا شق القمر جس نے کیا ۔۔۔ اُس کے آگے لشکر کفار کا کیا حوصلہ
پر فقط اخفائے اسرار خدا منظور تھا ۔۔۔ دیکھ لو الحرب خدعہ سے اشارہ کر دیا

پھر پہاڑوں سے بھلا تائید لیتے کس طرح

اور ملایک کو مدد کا حکم دیتے کس طرح

باوجود اسکے اٹھائے جبکہ صدمے اسقدر
تب کیا دعوی کہ ہوں میں بھی تمہیں سا ایک بشر
ورنہ جو مسجود اک عالم کا ہووے سر بسر
اہل دانش کس طرح رکھتے وہ دعوی معتبر

کس مصیبت سے چھپایا راز کو اغیار سے
پھر بھی لست مثلکم فرما دیا اخیار سے

اولین و آخریں کا علم گو موجود تھا
پر بحسب مصلحت کرتے تجاہل بار ہا
تھی غرض تعلیم گو کرتے تھے شور ہی ظاہرا
حق نے لما یعلم اللہ کر کہا تو کیا ہوا

حوصلہ چاہیے عالی چشم پوشی کے لئے
چاہیے ہو شرح صدر ایسی خموشی کیلئے

جتنے تھے اصحاب سب جانتے تھے بالیقیں
کہ ہیں واقف موت سے ہر یک بشر کے شاہ دیں
بلکہ تاخیر اجل چاہیں تو کچھ دقت نہیں
جسکی جو مرنیکی جا ٹہیراتے وہ مرتا وہیں

اہل خلد و نار کا رکھا تھا دفتر ہاتھ میں
گویا تھا ہر شخص کا نقش مقدر ہاتھ میں

دست کی توصیف میں ہیہات قاصر ہے زباں
کیونکہ دست عقل خود پہنچا نہیں اتنک وہاں
کل خزانوں کی انہیں ہاتھوں میں ہیں سب کنجیاں
اور انہیں ہاتھوں سے ہوگی فتح ابواب جناں

ہو تصرف کیوں نہ پھر اس ہاتھ کا اکوان میں
جسکو خالق نے یداللہ کہدیا قرآن میں

تھا نظر سے شاہ دیں کے قدرت حق کا ظہور
یعنی تھا پیش نظر یکطور پر نزدیک و دور
دیکھتے تھے مقتدیوں کے خواطر کو حضور
ایکساں تھی چشم نورانی کو تاریکی و نور

دیکھتے تھے واقعے روز قیامت کے عیاں
جس طرح ہیں دایما احوال امت کی عیاں

حضرت موسیٰ نے جب دیکھی تجلی طور پر
کہ شب بلیلہ میں دس فرسنخ پہ چونٹی ہو اگر

گو نہ دیکھا حق کو تس پر بڑہگئی ایسی نظر
دیکھہ لیتے۔ طور کی رویت کا تھا یہ کچہہ اثر

پہر جو خود اللہ کو دیکھا شہ دیں نے دوبا
کونسی شئے ہی جو حضرت پر نہ ہوئی آشکار